البیرونی کا ہندوستان

قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت کی مستند تاریخ

www.KitaboSunnat.com

مولف: قیام الدین احمد

مترجم: عبدالحئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقيق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

البیرونی کا ہندوستان

قدیم ہندوستان کی تہذیب وتمدن کی مستند تاریخ

ڈاکٹر ایڈورڈ، سی سخاو کے انگریزی ترجمے پر مبنی

مرتبہ

قیام الدین احمد

اردو ترجمہ

عبدالحی

Veterinary ... LIBRARY ... LAHORE

یو پبلشرز

5۔یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 7241778

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

LIBRARY
University of Vety & Animal Sciences,
Lahore.
Date....................
Accession No....91388....
Class No...............................

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب : البیرونی کا ہندوستان

مرتبہ : قیام الدین احمد

ترجمہ : عبدالحی

اشاعت : 2005

اہتمام : عبیداللہ چوہدری

مطبع : حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور

قیمت : =/180

تقسیم کار: طیب پبلشرز

5۔یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 7241778

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	مقدمہ مرتب	۷
	دیباچہ	۲۴
باب نمبر ۱	ہندوؤں کے عام حالات	۲۸
باب نمبر ۲	خدا کی نسبت ہندوؤں کا عقیدہ	۳۴
باب نمبر ۳	عقلی اور حسی، دونوں قسم کے موجودات کے متعلق ہندوؤں کے عقائد	۳۶
باب نمبر ۴	فعل کا سبب، نیز روح اور جسم کا اتصال	۴۲
باب نمبر ۵	روحوں کی حالت اور دنیا میں ان کا آواگون	۴۴
باب نمبر ۶	مختلف دنیائیں اور مقامات جزا و سزا یعنی جنت اور دوزخ	۴۶
باب نمبر ۷	دنیا سے نجات پانے اور نجات کے راستے کا بیان	۵۰
باب نمبر ۸	مخلوقات کی قسمیں اور ان کے نام	۵۷
باب نمبر ۹	ذاتیں جنہیں رنگ (ورن) کہا جاتا ہے اور ان سے نیچے کے طبقات	۶۱
باب نمبر ۱۰	ہندوؤں کے مذہبی اور شہری قانون کے سرچشمے، رسول، نیز یہ کہ دینی احکام منسوخ ہو سکتے ہیں کہ نہیں	۶۵
باب نمبر ۱۱	بت پرستی کی ابتداء اور بتوں کا بیان	۶۸
باب نمبر ۱۲	وید، پُران اور ہندوؤں کی دوسری مذہبی کتابیں	۷۴
باب نمبر ۱۳	صرف ونحو اور عروض کی کتابیں	۸۱
باب نمبر ۱۴	ہندوؤں کے دوسرے علوم مثلاً نجوم وغیرہ کی کتابیں	۸۶
باب نمبر ۱۵	ہندوؤں کے اوزان اور پیمانوں کا بیان تاکہ کتاب میں مذکور پیمائشوں کو سمجھنے میں آسانی ہو	۹۲
باب نمبر ۱۶	ہندوؤں کے رسم الخط، حساب کتاب کے طریقے اور بعض عجیب وغریب رسوم	۹۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۱۷	ہندوؤں کے وہ علوم جو جہالت کے پروردہ ہیں	۱۰۵
باب نمبر ۱۸	ہندوؤں کا ملک ان کے دریا اور سمندر، ان کی مختلف ریاستوں کے درمیان کی مسافت اور ان کے ملک کی حدود	۱۰۸
باب نمبر ۱۹	ستاروں کے نام، بروج اور چاند کی منزلیں	۱۱۸
باب نمبر ۲۰	برہمانڈ	۱۲۱
باب نمبر ۲۱	ہندوؤں کے مذہبی نظریات کے مطابق زمین اور آسمان کی شکل	۱۲۳
باب نمبر ۲۲	قطب کے بارے میں روایات	۱۲۷
باب نمبر ۲۳	میرو پہاڑ کی بابت پُران کے مصنفوں اور دوسروں کا عقیدہ	۱۲۸
باب نمبر ۲۴	سات دو یپوں میں سے ہر ایک کے بارے میں پُرانوں کی روایات	۱۲۹
باب نمبر ۲۵	ہندوستان کے دریا، ان کے سرچشمے اور راستے	۱۳۳
باب نمبر ۲۶	ہندو منجموں کے خیال کے مطابق زمین اور آسمان کی شکل	۱۳۶
باب نمبر ۲۷	ہندو نجمین اور پُران کے مصنفین کے مطابق کائنات کی دو اولین حرکتیں	۱۴۰
باب نمبر ۲۸	دس سمتیں	۱۴۲
باب نمبر ۲۹	ہندوؤں کے مطابق آباد زمین کی تعریف	۱۴۴
باب نمبر ۳۰	لنکا یعنی زمین کا گنبد	۱۴۸
باب نمبر ۳۱	ملکوں کے درمیان کا فاصلہ جسے ہم لوگ دو طول البلد کا درمیانی فاصلہ کہتے ہیں	۱۵۱
باب نمبر ۳۲	مدت اور زمانے نیز دنیا کے پیدا اور فنا ہونے کی بابت ہندوؤں کے نظریات	۱۵۳
باب نمبر ۳۳	یوم کی قسمیں اور دن رات	۱۵۸
باب نمبر ۳۴	یوم کی تقسیم وقت کے چھوٹے چھوٹے اجزاء میں	۱۶۲
باب نمبر ۳۵	مہینوں اور سالوں کی قسمیں	۱۶۶
باب نمبر ۳۶	وقت کے چار ناپ جنہیں مان کہتے ہیں	۱۶۹
باب نمبر ۳۷	مہینے اور سال کے حصے	۱۷۰
باب نمبر ۳۸	وقت کی وہ مقداریں جو ایام سے بنتی ہیں اور جن میں برہما کی عمر بھی شامل ہے	۱۷۱
باب نمبر ۳۹	ایسی مدتیں جو برہما کی عمر سے زیادہ ہیں	۱۷۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۴۰	سمدھی یعنی دو مدتوں کے درمیان کا وقفہ	۱۷۳
باب نمبر ۴۱	کلپ اور چتر یگ	۱۷۴
باب نمبر ۴۲	چتر یگ کی یگوں میں تقسیم اور ریگوں کے متعلق مختلف نظریات	۱۷۵
باب نمبر ۴۳	چاروں یگوں اور چوتھے یگ کے آخر میں ظاہر ہونے والے حالات کا بیان	۱۷۶
باب نمبر ۴۴	منونیتر	۱۷۹
باب نمبر ۴۵	بنات النعش	۱۸۰
باب نمبر ۴۶	نارائن، اس کے نام اور مختلف زمانوں میں اس کا ظہور	۱۸۱
باب نمبر ۴۷	واسودیو اور بھارت کی لڑائیاں	۱۸۲
باب نمبر ۴۸	اکشوہنی سے کیا مراد ہے	۱۸۵
باب نمبر ۴۹	تاریخی ادوار کا مختصر بیان	۱۸۷
باب نمبر ۵۰	ایک کلپ اور ایک چتر یگ میں ستاروں کی گردشیں	۱۹۲
باب نمبر ۵۱	ادھی ماسہ، اُنراترا اور اہر گن وغیرہ اصطلاحوں کی توضیح	۱۹۳
باب نمبر ۵۲	اہر گن، یعنی سالوں اور مہینوں کے دن بنانے اور دنوں اور مہینوں کو سالوں میں تبدیل کرنے کا طریقہ	۱۹۵
باب نمبر ۵۳	اہر گن یعنی سالوں کو مہینوں اور دنوں میں تبدیل کرنے کے خاص طریقے جو مختلف اوقات کے لئے مخصوص ہیں	۱۹۷
باب نمبر ۵۴	سیاروں کا وسط معلوم کرنا	۱۹۸
باب نمبر ۵۵	سیاروں کی ترتیب، ان کے فاصلے اور جسامت	۱۹۹
باب نمبر ۵۶	چاند کی منزلیں	۲۰۱
باب نمبر ۵۷	تحت الشعاع سے ستاروں کا طلوع اور اس وقت ادا کی جانے والی رسمیں	۲۰۴
باب نمبر ۵۸	سمندر میں مدوجزر کس طرح آتا ہے	۲۰۵
باب نمبر ۵۹	سورج اور چاند کے گرہن	۲۰۷
باب نمبر ۶۰	پرَو	۲۰۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر۶۱ وقت کی مختلف مقداروں کے شرعی اور نجومی حاکم اوران سے متعلقہ امور ۲۰۹
باب نمبر۶۲ ساٹھ سال یعنی سموتسر جسے شست یابد بھی کہتے ہیں ۲۱۰
باب نمبر۶۳ وہ باتیں جو برہمنوں کے لئے مخصوص ہیں اور جن کا عمر بھر کرنا ان پر فرض ہے ۲۱۱
باب نمبر۶۴ دوسرے طبقوں پر زندگی میں جن رسوم کی پابندی واجب ہے ۲۱۵
باب نمبر۶۵ قربانیاں ۲۱۶
باب نمبر۶۶ یاترا، اور مقدس مقامات کی زیارت ۲۱۷
باب نمبر۶۷ صدقات نیز یہ کہ آمدنی کو کس طرح خرچ کرنا چاہئے ۲۲۰
باب نمبر۶۸ کھانے پینے کی حلال اور حرام چیزیں ۲۲۱
باب نمبر۶۹ شادی، حیض، جنین اور نفاس ۲۲۲
باب نمبر۷۰ مقدمے ۲۲۶
باب نمبر۷۱ سزائیں اور کفارے ۲۲۷
باب نمبر۷۲ میراث اوراس میں میت کا حق ۲۲۹
باب نمبر۷۳ مردوں اور زندوں کے جسم کے حقوق (یعنی تدفین اور خودکشی) ۲۳۱
باب نمبر۷۴ روزہ اوراس کی قسمیں ۲۳۳
باب نمبر۷۵ روزے کے دنوں کا تعین ۲۳۵
باب نمبر۷۶ تہوار اور جشن کے دن ۲۳۶
باب نمبر۷۷ متبرک ایام، مبارک اور منحوس ساعتیں اور ثواب حاصل کرنے کے اوقات ۲۴۰
باب نمبر۷۸ کرن ۲۴۳
باب نمبر۷۹ یوگ ۲۴۴
باب نمبر۸۰ ہندوؤں کے علم نجوم کے بنیادی اصول اور نجومی حساب کے طریقے ۲۴۵
☆منتخب حوالے ۲۴۹
☆حواشی ۲۵۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ مرتب

''میری یہ کتاب حقائق وواقعات کی ایک دستاویز کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ہم ہندوؤں کے اقوال کو جوں کا توں بیان کردیں گے اور ان کے اقوال سے ملتے جلتے یونانیوں کے اقوال پیش کردیں گے تاکہ دونوں کی مشابہت ظاہر ہو جائے۔

ان اقوال واحوال کو بیان کرنے سے پہلے ان اسباب کو سمجھ لینا ضروری ہے جن کی وجہ سے ہندوستانی موضوعات کو اچھی طرح سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ان کو جان لینے سے ایک طرف تو ہمارے کام میں آسانی پیدا ہو جائے گی اور دوسری طرف ہماری خامیوں کے لئے عذر فراہم ہو جائے گا۔

ان اسباب میں پہلا سبب یہ ہے کہ ہندو قوم' ہم لوگوں سے ان تمام چیزوں میں جو قوتوں کے درمیان مشترک ہوتی ہیں' بالکل مختلف ہے۔یہاں میں سب سے پہلے زبان کے اختلاف کا ذکر کروں گا......اگر کوئی شخص اس مشکل کو رفع کرنے کے لئے سنسکرت زبان سیکھنا چاہے تو آسانی سے نہیں سیکھ سکتا۔اس لئے کہ اس زبان کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں اصل اور مشتق الفاظ کی بہتات ہے اس کے ساتھ دوسری مشکل ہندوستانی کاتبوں کی بے پرواہی اور املا کی صحت کی طرف سے غفلت ہے۔

دوسرا سبب ہمارے ادیان کا کلی اختلاف ہے وہ ہر اس چیز کو جس میں کسی بدیسی کی آگ یا پانی سے کام لیا گیا ہو' ناپاک سمجھتے ہیں۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ ان کے تمام اطوار و عادات ہم سے مختلف ہیں یہاں تک کہ ہیئت ولباس تک مختلف ہے۔

اس کے علاوہ ان کے قومی کردار کی بعض خصوصیات ہیں جو ہمارے اور ان کے درمیان مغائرت کا سبب ہیں۔

ہندوستان کے ان حالات میں' مجھے سنسکرت سیکھنے میں بڑی مشکل پیش آئی حالانکہ مجھے اس زبان کو سیکھنے کا بہت شوق تھا اور میں نے سنسکرت کتابیں حاصل کرنے کے لئے نہ تو روپیہ خرچ کرنے سے دریغ کیا اور نہ ہی کوشش میں کمی کی ان سطور کے اسلوب کے قدیمی رنگ سے قطع نظر' یہ عبارت عہد حاضر کے کسی غیر ملکی ماہر عمرانیات کی کسی حالیہ کتاب کے دیباچے کی عبارت معلوم ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس ایک ایسے شخص کی لکھی ہوئی کتاب سے نقل کیا گیا ہے جو آج سے کچھ اوپر ہزاروں سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ہندوستانی تہذیب اس کے لئے اجنبی تھی لیکن اس نے اس تمدن کو نہ صرف سمجھا بلکہ اسے اپنی قوم کے سامنے ہمدردانہ انداز میں پیش بھی کیا۔یہی وجہ ہے کہ اسے علوم ہند کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا اور عظیم ترین محقق کہا گیا ہے۔[1] اس کتاب کا نام ''کتاب فی تحقیق ماللہند من مقالہ مقبولہ و مردود ہے لیکن یہ ''کتاب الہند'' کے نام سے مشہور ہے اور اس کتاب کے مصنف کا نام ابوریحان ابن احمد المعروف بہ البیرونی[2] تھا۔

البیرونی ۹۷۳ عیسوی میں خوارزم[3] کے مضافات میں پیدا ہوا تھا۔ یہ علاقہ اس وقت سامانی سلاطین (۸۷۴ء-۹۹۹) کے زیراقتدار تھا۔ بیرونی شہر سے باہر کسی قریہ میں پیدا ہوا تھا اور اسی لئے ''البیرونی'' اس کی کنیت پڑ گئی اور وہ آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ بیرونی فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''باہروالا'' ہیں۔ یہاں اس سے مراد خوارزم کا ایک مضافاتی قریہ ہے۔[4]

البیرونی کی بعض پرانی عربی سوانح میں اس کا مولد سندھ کے ''بیرون'' نامی شہر کو بتایا گیا اور کہا گیا ہے کہ اسی نسبت سے اس کو البیرونی کہا جاتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ سندھ کے مذکورہ شہر کا نام ''نیزون'' ہے جو غالباً کتابت کی غلطی سے ''بیرون'' ہوگیا اور البیرونی کا مولد سمجھا جانے لگا اور البیرونی کو ہندوستان اور ہندوستانی علوم سے جو گہری دلچسپی تھی اس سے اس کے ہندی نژاد ہونے کا نتیجہ اخذ کرلیا گیا۔

البیرونی ایرانی مسلمان تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی کے بارے میں بہت کم معلوم ہے لیکن اتنا ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ اسے اپنے بچپن میں حصول علم کے اچھے مواقع حاصل تھے۔ مطالعے سے اس کی یہ رغبت وانہماک تمام عمر جاری رہا۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت اس کا دم نکل رہا تھا اس وقت اس کا ایک دوست اس سے ملنے آیا۔ البیرونی نے اس وقت بھی اس سے علم الہند سے کسی مسئلے کے حل کے بارے میں دریافت کیا۔ دوست کو یہ بات سن کر عجیب سا لگا لیکن البیرونی نے اس سے کہا کہ کیا اس کا ایسی حالت میں مرنا اچھا نہ ہوگا کہ وہ اس مسئلے کے حل سے واقف ہو چکا ہو۔ یہ سن کر اس کے دوست نے اسے مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کردیا اور جوں ہی وہ کمرے سے باہر آیا البیرونی نے دم توڑ دیا اور کمرے سے لوگوں کی آہ وزاری کا شور بلند ہوا۔

---

1. ایس۔کے۔چٹرجی ''البیرونی اور سنسکرت'' البیرونی یادگار کتاب (1951) ص ۸۳
2. اس لفظ کے انگریزی املا میں اختلاف ہے۔ میں نے ایران سوسائٹی کے مقرر کردہ املا کو اختیار کیا ہے۔
3. موجودہ خیوا۔ ۱۹ویں صدی کے وسط ایشیائی ترکستان کی ایک امارت جواب سوویت یونین کی جمہوریہ ازبکستان کا ایک حصہ ہے۔
4. بعض لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ حالانکہ البیرونی خوارزم میں پیدا ہوا تھا لیکن چونکہ اس کے والدین ایرانی تھے اور غیر ملکی سمجھے جاتے تھے اس لئے اس کی کنیت ''البیرونی'' ہوگئی۔ عبداللہ یوسف علی ''البیرونی کی کتاب الہند'' اسلامک کلچر جلد اول ۱۹۲۷ ص ۳۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البیرونی کئی زبانوں کا عالم اور کثیر التصانیف تھا۔ خوارزمی (شمالی ایران کی ایک بولی جس میں ترکی الفاظ کثرت سے شامل ہیں) اس کی مادری زبان تھی۔ اس کے علاوہ عبرانی، سریانی اور سنسکرت پر اسے پوری قدرت حاصل تھی۔ یونانی زبان اگرچہ وہ نہیں جانتا تھا تاہم افلاطون اور دوسرے یونانی حکما کی تصانیف سے وہ ان کے سریانی اور عربی تراجم کے ذریعے بخوبی واقف تھا۔ عربی اور فارسی پر اسے زبردست عبور حاصل تھا۔ ''کتاب الہند'' سمیت اس کی بیشتر تصانیف عربی میں ہیں جو اس وقت کی بین الاقوامی زبان ہونے کے ساتھ ساری متمدن دنیا کی علمی زبان تھی اور علم وادب کی ترقی اور اشاعت میں اس زبان نے اہم کردار ادا کیا تھا۔

البیرونی کی طفولیت کے زمانے میں وسط ایشیا کی سیاست میں پے بہ پے زبردست انقلابات رونما ہوئے اور ان انقلابات میں سے بعض کے اثر سے البیرونی بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ شروع میں اسے آل خوارزم کی سرپرستی حاصل تھی لیکن جب ۹۹۵ عیسوی میں میمونی خوارزم شاہیوں نے اقتدار حاصل کرلیا تو البیرونی کے لئے زبردست مشکلات پیدا ہو گئیں اور وہ خوارزم سے ہجرت کر کے جرجان (بحرہ کیپیین) کے جنوب مشرق کی جانب چلا گیا اور شمس المعالی قابوس کے دربار سے وابستہ ہو گیا۔ اس نے اپنی مشہور کتاب ''آثار الباقیہ'' [1] شمس المعالی کے ہی نام معنون کی ہے۔

کچھ عرصے بعد وہ پھر خوارزم واپس چلا گیا لیکن جب ۱۰۱۷ عیسوی میں سلطان محمود غزنوی نے (۱۰۳۰-۹۹۹ء) خوارزم پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرلیا تو خوارزم کے دوسرے اعیان ومشاہیر کے ساتھ البیرونی بھی محمود کے ہمراہ غزنی پہنچا۔ اس کے بعد اس کا قیام زیادہ تر غزنی میں ہی رہا اور وہیں اس نے اپنی بیش تر کتابیں بھی تصنیف کیں اور ۴۴۰ ہجری (۱۰۴۹ عیسوی) میں ۷۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ یہ بات واضح نہیں ہے کہ محمود کے دربار میں البیرونی کی حیثیت کیا تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اسے وہاں یرغمال بنا کر رکھا گیا ہو لیکن وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ اپنے علم وفضل اور ہیئت ونجوم میں اپنی مہارت کی وجہ سے اسے جو شہرت حاصل تھی اس کی وجہ سے اس سے عزت واحترام کا سلوک کیا جاتا تھا۔ بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان سے اس کے تعلقات بہت اچھے نہیں تھے۔ البیرونی کی مایہ ناز تصنیف ''کتاب الہند'' سلطان محمود کے دور حکومت میں مکمل ہوئی (۱۰۳۰ کے آس پاس) لیکن اس میں سلطان کا ذکر صرف دو ایک جگہ آیا ہے اور وہ بھی بہت مختصر اور سرسری طریقے پر۔

قیام غزنی کے زمانے میں ہی البیرونی کو ہندوستان اور ہندوستانیوں کے بارے میں واقفیت

---

[1] سخاؤ نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ۱۸۷۹ میں لندن سے شائع کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے عباسی عہد کے ابتدائی زمانے میں ہی نجوم' ریاضی اور طب کی متعدد ہندوستانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہو چکا تھا۔ ان میں سے بعض کا البیرونی نے ضرور مطالعہ کیا ہوگا جیسا کہ کتاب الہند سے ظاہر ہے۔

البیرونی نے نہ صرف بعض سنسکرت مآخذ کا ذکر کیا ہے جن کا اس نے مطالعہ کیا تھا بلکہ ان میں سے بعض میں پائی جانے والی کتابت کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ غزنی میں قیام کے دوران ہندوستان کے بارے میں اپنے مطالعات میں مزید توسیع و اضافہ کے مواقع بھی اسے یقیناً حاصل ہوئے ہوں گے کیونکہ غزنی اس وقت اسلام کا اہم ترین سیاسی اور ثقافتی مرکز تھا اور یقیناً ہمسایہ ملکوں اور ہندوستان کی اہم ہستیاں بھی یہاں آتی جاتی ہوں گی۔ یہاں بہت سے ہندوستانی جنگی قیدی بھی تھے جو سلطان محمود کے حملوں کے نتیجے میں قید ہو کر آئے تھے۔ ان قیدیوں میں صناع بھی تھے اور عالم بھی، پھر پنجاب' جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی' غزنوی سلطنت کا ایک حصہ بن چکا تھا۔ غزنی اور ہندوستان کے ان شہروں میں جہاں جہاں وہ گیا [1] تھا اس کی ملاقات ہندو عالموں اور پنڈتوں سے ہوئی ہوگی۔ ایس۔ کے۔ چٹرجی کا خیال [2] ہے کہ البیرونی ان لوگوں سے مغربی پنجابی یا فارسی میں گفتگو کرتا ہوگا۔ مغربی پنجابی وہ جانتا تھا اور ہندو علماء بھی بہر حال تھوڑی بہت فارسی جانتے ہوں گے۔

البیرونی نے کتاب الہند میں محمود غزنوی کے نام راجا آنند پال کے اس خط کا ذکر کیا ہے جس میں راجا نے محمود کو خراسان میں [3] ترکوں کی بغاوت کو دبانے کے لئے فوجی مدد کی پیش کش کی تھی۔ آنند پال نے لکھا تھا کہ چونکہ سلطان اس پر (آنند پال پر) فتح حاصل کر چکا تھا اس لئے وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اور سلطان پر غالب آئے۔ اس قسم کی سفارتی خط و کتابت اسی صورت میں ممکن ہو سکتی تھی جب دونوں درباروں میں ایک دوسرے کی زبان جاننے والے لوگ موجود ہوں۔

البیرونی کی کتاب الہند اور دوسری کتابوں کے قاریوں کے سوالات کا معاملہ بھی اس سے جڑا ہوا ہے۔ کتاب الہند کی تصنیف خود اس کا ثبوت ہے کہ بعض مسلمان حلقے ہندوستان کے سائنسی علوم میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ البیرونی نے کتاب کے اختتام پر لکھا ہے کہ اس نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اتنا کافی ہے کہ اس کی بنیاد پر ہندوؤں سے مذہب' سائنس اور ادب کے سوالات پر تبادلہ خیال کیا جا سکتا ہے۔

---

1. اپنی کتاب کے ایک پیراگراف میں جس پر کم ہی توجہ دی گئی ہے البیرونی نے اس شہروں کا ذکر کیا ہے جہاں وہ فی الواقع گیا تھا (ص ۱۴۳)
2. مذکورہ بالا مقالہ
3. مضمون محولہ بالا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بات کی طرف کم ہی توجہ کی گئی ہے کہ کتاب الہند کی تصنیف کے وقت البیرونی کے ذہن میں وہ ہندو قاری بھی تھے جو عربوں کے علوم سے استفادہ کرنا چاہتے تھے۔ البیرونی نے کہا ہے کہ وہ ہندوؤں کے لئے اقلیدس اور مجسطی کی کتابوں کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اصطرلاب پر بھی ایک رسالہ تصنیف کر رہا ہے۔ ایک اور موقع پر اس نے عربی 'کھنڈ اکھڈیاک' نامی رسالے کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو اس نے ایک کشمیری ہندو سیاوابالا کے لئے لکھا تھا۔ ہمارے پاس اس بات کی کوئی براہ راست شہادت موجود نہیں ہے لیکن اتنا بہرحال معلوم ہے کہ البیرونی کو شروع ہی سے ہندسہ وہیئت سے زبردست لگاؤ تھا۔ جب قیام غزنی کے زمانے میں اسے ہندو علما سے ملنے کا موقع ملا تو اس نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ ہندوستانی علوم کا کثیر سرمایہ عربی ترجموں کی صورت میں وہاں موجود تھا ہی اور البیرونی نے اس کا مطالعہ ضرور کیا ہوگا۔ غزنی میں اسے ہندوستانی علماء سے براہ راست تبادلہ خیال کرنے اور ان کی مدد سے سنسکرت مآخذ کا مطالعہ کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس زمانے میں اس نے پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے حصوں کا سفر بھی کیا ہو۔ بہرحال یہی وہ زمانہ ہے جب ہندوستانی علوم وفنون اور مذہب وفلسفہ سے اس کی دلچسپی غیر معمولی حد تک بڑھ گئی اور غالباً یہی وہ زمانہ ہے جب اس نے اپنی کتاب کے لئے مواد جمع کر کے کتاب کا پہلا مسودہ تیار کیا۔

البیرونی کی تصانیف کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے، یاقوت (۱۲۲۹-۱۱۷۹ء) کا کہنا ہے کہ اس نے مرو میں البیرونی کی کتابوں کی فہرست دیکھی جو باریک لکھے ہوئے ساٹھ صفحات پر مشتمل تھی۔ ایک اور منصف نے البیرونی کی تصانیف کا وزن ایک اونٹ کے بار سے زیادہ بتایا ہے لیکن البیرونی نے اپنی تصانیف کے بارے میں جو کچھ خود بیان کیا ہے وہ کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ اپنی موت سے تیرہ سال پہلے ایک دوست کے نام اپنے خط میں اس نے اپنی ۱۱۴ کتابوں کے نام لکھے تھے۔[۱]

یہ فہرست بھی ادھوری ہے۔ اس میں اُن کتابوں کے نام درج نہیں ہیں جن کا ذکر دوسری جگہوں پر ملتا ہے اور نہ اس میں وہ کتابیں شامل ہیں جو اس نے اپنی عمر کے باقی ماندہ ۱۳ سالوں میں لکھی تھیں لیکن افسوس کہ ان میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں اور جو باقی ہیں وہ غیر مطبوعہ حالت میں ہیں۔ صرف دو کتابیں[۲] آثار الباقیہ اور کتاب الہند اور ان کے انگریزی ترجمے شائع ہوئے ہیں جو ایڈورڈ سخاو کی علم دوستی کے رہین منت ہیں۔ عظیم جرمن اسکالر ایڈورڈ کارل سخاو (۱۸۴۵-۱۹۳۰) ۳ جولائی ۱۸۴۵ کو فیومسٹر میں پیدا ہوئے اور ویانا یونی ورسٹی (۱۸۶۹) میں سامی زبانوں کے پروفیسر اور بعد میں برلن یونی ورسٹی میں السنۂ

---

[۱] عبدالسلام ندوی کا محولہ بالا مضمون

[۲] عبدالرحمٰن 'ابوریحان محمد بن احمد البیرونی کے رسائل' جس میں بیرونی کی ایک اور مطبوعہ کتاب 'کتاب التفہیم' کا ذکر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرقیہ کے پروفیسر رہے۔ وہ ایک طویل عرصے تک کتاب الہند کا مطالعہ کرتے رہے اور بعد میں اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا، بعد میں انہوں نے اس کے مزید ایڈیشن تیار کئے اور انگریزی کے علاوہ بعض دوسری زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ کیا۔ ۱۸۷۲-۷۳ میں اس کے ایک عربی نسخہ [1] سے سخاؤ نے پہلے اس کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا بعد میں جب ۱۸۸۵ میں اس کا عربی متن شائع کیا جانے لگا تو سخاو نے پوری کتاب کا دوبارہ انگریزی زبان میں ترجمہ کیا [2] انگریزی ترجمہ معہ مفصل حواشی ۱۸۸۸ میں دو جلدوں میں شائع کیا گیا۔ آخرالذکر ہندوستان سے (ایس۔ چاند نئی دہلی ۱۹۶۴ میں شائع ہوا۔) [3]

ہندی میں اس کا ترجمہ شانتارام نے کیا جو (۲۸-۱۹۲۶ء) میں انڈین پریس الہ آباد سے شائع ہوا۔

اردو میں اس کا ترجمہ دو جلدوں میں سید اصغر علی نے کیا اور انجمن ترقی اردو سے ۴۲-۱۹۴۱ میں شائع ہوا۔

کتاب کا ایک تلخیص شدہ ایڈیشن اینلیٹی ایمبری نے تیار کر کے ۱۹۷۱ میں نیویارک سے شائع کیا۔

موجودہ مختصر ایڈیشن [4] میں قاری کی توجہ البیرونی کے طریق رسائی پر مرکوز رکھنے کی کوشش کی گئی اور ہندوستانی علوم اور سماج کے اس کے راست مطالعے اور مشاہدے کے طریقے کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کے بعض وہ اہم حصے جن کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کی گئی تھی نمایاں کئے گئے ہیں۔

البیرونی نے اپنی ضخیم کتاب کو اسی (۸۰) ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب میں جن امور کو بیان کیا ہے ان کی ذیلی سرخیاں قائم کی ہیں۔ پہلا باب تعارفی نوعیت کا ہے اور اس میں ان دشواریوں (زبان ومذہب کا اختلاف اور نسلی تعصب وغیرہ) کا ذکر کیا ہے جو ہندوستانی معاشرے کو معروضی انداز میں سمجھنے اور بیان کرنے میں پیش آتی ہیں۔ اسی بات میں اس نے اپنے طریق کار پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد کے ابواب مذہب وفلسفہ (۱تا۸) معاشرتی نظام ' قانون وشریعت' صورت گری (۹ تا ۱۱) دینی اور علمی کتابیں (۱۲ تا ۱۴ اور ۱۶) پیائش کے طریقے، کیمیا (۱۵ تا ۱۷) جغرافیہ' ستاروں کا علم' نجوم' تاریخ وغیرہ (۱۸ تا ۶۲) معاشرت عادات ورسوم اور تہوار وغیرہ (۶۳ تا ۷۹) اور احکام نجوم (۸۰) پر مشتمل ہیں۔

---

[1] ببلیوتھک نیشنل پیرس میں محفوظ عربی مخطوطے کی بنیاد پر ایک نیا عربی ایڈیشن دائرۃ المعارف حیدر آباد سے ۱۹۵۸ میں شائع ہوا۔

[2] ترجمہ اور اشاعت دونوں کاموں میں انڈیا آفس لندن کا تعاون حاصل رہا۔

[3] ایڈورڈ سخاؤ کا انگریزی ترجمہ مطبوعہ نئی دہلی ۱۹۶۴ پیش لفظ۔

[4] یہ دو جلدوں والے ایڈیشن کی فوٹو کاپی ہے جو ۱۹۸۸ میں لندن سے شائع ہوا تھا۔ اس میں یہ خامی تھی کہ غیر ضروری مواد درج نہیں کیا گیا تھا۔ بعض وہ ابواب جن کی کوئی اہمیت نہیں سمجھی گئی وہ خارج کر دیئے گئے لیکن گزشتہ باب کے آخر میں ان کے مشمولات کا مختصر ذکر کر دیا گیا، البتہ پیش لفظ میں کتاب کے مشمولات کا معتد بہ جائزہ لیا گیا اور ان کے اہم مقامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض ابواب میں کہیں کہیں گزشتہ ابواب کے موضوعات کا اعادہ ہے لیکن اس کی وجہ مصنف کی لاپروائی نہیں ہے اور اس کے بارے میں اس نے خود یہ وضاحت کی ہے کہ اس کتاب میں مذہبی طریقے پر عمل کرنا ممکن نہیں کہ ان امور کا حوالہ دیا جائے جو بیان ہو چکے ہیں بلکہ بعض اوقات ایسے امور کا ذکر بھی آیا ہے جو اس سے پہلے بیان نہیں ہوئے اور جن کی وضاحت آئندہ کسی باب میں کی گئی ہے۔ بعض مرتبہ اس نے کسی بات کا اعادہ اس لئے بھی کیا ہے کہ اس سے کسی ایسی بات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے جو پہلی بار بتائی جا رہی ہے کیونکہ بعض صورتوں میں اعادہ افہام وتفہیم میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

تمام ابواب کا آغاز تمہیدی یا تعارفی جملوں سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد مطلوبہ امور کا بیان اور بعد میں اس کے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ اگر ان مآخذ میں امور زیر بحث کے متعلق کوئی اختلاف پایا جاتا ہے تو اس کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ کاتبوں کی غلطیاں اور اصطلاحات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اگر کسی امر کے متعلق مکمل معلومات مہیا نہیں ہو سکی ہیں تو اسے بھی بتایا گیا ہے۔ بعض جگہوں پر البیرونی نے کسی ہندوستانی شخص یا گروہ کا ذکر کیا ہے جس سے اسے کوئی بات معلوم ہوئی تھی۔

لیکن اس نے ان اطلاعات کو تحقیق کئے بغیر قبول نہیں کیا۔ اس نے اس اطلاع کی دوسرے ذرائع سے تصدیق کرنے کی کوشش کی۔ ایک جگہ اس نے کہا ہے کہ ایک ذریعے سے اسے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں دوسرے ذرائع سے اس سے بالکل مختلف اور متضاد باتیں معلوم ہوئیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "دیکھو مجھے مختلف ذرائع سے کیسے مختلف جواب ملے۔ واللہ اعلم"۔

بعض موضوعات کے متعلق اپنی ناکافی معلومات کا البیرونی نے ایمانداری سے اعتراف کیا ہے...... لیکن معلومات کی کمی یا عدم موجودگی کی وجہ سے اس نے موضوع زیر بحث کے بیان میں کمی نہیں کی ہے اور جو کچھ معلومات حاصل ہو سکی ہیں اُن کو اتنا ہی اور اسی حال میں درج کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کے بعض نظریات ورسوم کو بیان کرتے ہوئے ماضی میں ان کی دوسری قوموں میں موجودگی کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ البیرونی کا طریقہ تحقیق زمانہ حال کے محققوں جیسا ہے۔ وہ تقابلی مطالعے کا بھی قائل ہے جسے آج کے دور کی تحقیق کا خاص انداز سمجھا جاتا ہے۔

سماجی زندگی کے بیان میں اس نے بڑی بالغ نظری اور پختہ شعور کا ثبوت دیا ہے۔ خصوصاً ذات پات، ملکی اور شرعی قوانین اور بت پرستی کے بیان میں، مثال کے طور پر ذات پات کے نظام کے آغاز کے بیان میں اس نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مضبوط قوت ارادی کا مالک شخص کوئی نیا سیاسی یا سماجی نظام نافذ کرتا ہے اور اسے مذہب کی تائید حاصل ہو جاتی ہے تو وہ رفتہ رفتہ ایک ضابطہ قانون کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ پرانے زمانے کے وہ سلاطین جنہیں اپنے فرائض کا احساس تھا اپنی رعایا کو مختلف طبقات میں منقسم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیتے تھے اور ان کے فرائض متعین کر دیتے تھے اور انہیں منع کر دیتے تھے کہ وہ دوسروں کے کاموں میں دخل نہ دیں...... کوئی شخص جب اپنے راستے سے منحرف ہوتا تھا تو سزا پاتا تھا۔ خواہ اس کا یہ انحراف نیک نیتی اور مصلحت اندیشی پر ہی محمول ہو...... البیرونی نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس ضابطے کو قائم رکھنے میں حکومت کا کیا کردار ہوتا ہے نیز یہ کہ حکومت اور شریعت کے درمیان ہم آہنگی کا معاشرے پر بڑا اصالح اثر ہوتا ہے۔ ہندوؤں کے قانون شریعت اور اس کی تنسیخ کے سوال پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ قانون میں ترمیم کی ضرورت یا تو اس وجہ سے پیش آتی ہے کہ انسانوں کی طبیعت میں تبدیلی آ جائے یا قانون اتنا سخت ہو جائے کہ اس پر عمل کرنا دشوار ہو جائے۔

ہندوؤں کی بعض قدیم روایات کے بیان میں بھی البیرونی نے گہرے سماجی شعور کا ثبوت دیا ہے۔ مثال کے طور پر اس نے دشنو دھرم سے شونک کا یہ قول نقل کر کے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے جس میں آب وہوا اور طرز معاشرت کے اختلاف کو انسانی تمدن کے ارتقاء کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ باہمی امداد و اعانت تہذیب کے ارتقا کی بنیادی شرط ہے اور اس کے لئے حالات کا اختلاف ضروری ہے کیونکہ حالات کے اختلافات کے نتیجے میں ہی لوگوں کو باہمی امداد و تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ البیرونی مزید کہتا ہے کہ انسان کے حالات میں ایسا اختلاف بہ سبب رسوم مروجہ کے ہوتا ہے لیکن مذہبی احکام، رسوم و عادات سے زیادہ طاقت ور اور طبائع پر زیادہ غالب ہوتے ہیں۔ رسوم و عادات پر نکتہ چینی اور ان میں تبدیلی کی جا سکتی ہے لیکن مذہبی احکام کو بے چون و چرا تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

انسانوں کے دل میں حب وطن پیدا کرنے کا سبب بھی ملک کی آب وہوا اور مذہبی و سماجی نظام سے تعلق خاطر ہے۔

البیرونی نے مہابھارت کی لڑائیوں کے بیان کے ذیل میں جنگوں کے اسباب اور فائدوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ اس نے اس سلسلے میں بعض باتیں وہ کہی ہیں جو عہد حاضر کے نظریہ "جہد للبقا" کی بنیاد ہیں۔ اس نے طبعی حالات کو اصلی حالت پر باقی رکھنے کی ضرورت پر بھی زور دیا ہے۔ یہ مسئلہ بھی آج کے سائنس دانوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ البیرونی لکھتا ہے:

"دنیا کی آبادی، کھیتی اور اولاد کی پیدائش سے ہے اور جیسے جیسے زمانے گزرتا ہے ان دونوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اس اضافے کی کوئی حد نہیں جبکہ دنیا محدود ہے۔

جب نباتات یا حیوانات کی کوئی قسم ایک کیفیت پر قائم ہو جاتی ہے اور اس طرح اپنی نسل کی افزائش کرنے لگتی ہے کہ اس نوع کا ہر فرد صرف ایک بار پیدا ہو کر مر نہیں جاتا بلکہ اپنے جیسے کو بار بار پیدا کرتا رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ صرف ایک ہی قسم کے درخت یا ایک ہی قسم کے جانور زمین کے چپے چپے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیل جائیں گے

باغبان پیڑ کی اچھی اور تندرست شاخوں کو باقی رکھتا اور تمام دوسری شاخوں کو کاٹ دیتا ہے فطرت بھی یہی کرتی ہے لیکن وہ ایسا کرنے میں اچھے اور برے میں امتیاز نہیں کرتی اور اس کا عمل سب پر یکساں ہوتا ہے

یہی حال دنیا کا ہے، جب اپنے مکینوں کی زیادتی کی وجہ سے اس میں خرابی پیدا ہو جاتی یا پیدا ہونے کے قریب ہوتی ہے تو اس وقت حاکم کائنات ایک ایسے شخص کو بھیجتا ہے جو اس زیادتی کو کم کرتا اور برائی کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔"

البیرونی نے اپنی کتاب میں جن موضوعات پر بحث کی ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی علمی دلچسپیوں کا میدان کتنا وسیع تھا۔ اس کی کتاب کا بنیادی موضوع مذہبی اور فلسفیانہ افکار ہیں لیکن اس نے بہت سے دوسرے موضوعات کو بھی شامل کر لیا ہے۔ مثلاً سماجی اور مذہبی حالات' کھانا پینا اور لباس' کھیل اور تفریحیں' سکے اور اوزان' مقدمے اور توہمات وغیرہ۔ پھر یہ بات بھی معنی خیز ہے کہ بعض امور کے بارے میں اس نے سکوت اختیار کیا ہے۔ سیاسی حالات کے بارے میں اس کا خاموش رہنا تو سمجھ میں آتا ہے کیونکہ یہ اس کے موضوع سے خارج ہیں' نیز یہ کہ اس موضوع پر دوسری کتابیں بھی موجود ہیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے تجارت' صنعت و حرفت' زراعت' فنون لطیفہ اور فن تعمیر[1] جیسے اہم موضوعات کو کیوں چھوڑ دیا۔

سماجی حالات کے سلسلے میں کتاب کے وہ ابواب انتہائی قابل قدر ہیں جن میں ذات پات کا نظام' برہمنوں اور دوسری ذاتوں کے لئے واجب العمل رسوم بیان کی گئی ہیں۔ کسی دوسرے غیر ہندوستانی مصنف کی کسی کتاب میں اس زمانے میں رائج ذات پات کے نظام کے بارے میں اپنی تفصیل سے گفتگو نہیں کی گئی ہے۔ اس باب میں ذاتوں سے متعلق شرعی احکام بھی بیان کئے گئے ہیں اور ان سے ذاتوں کی تفریق کے مسئلے پر ایک نئی روشنی ضرور پڑتی ہے مثلاً برہمنوں کو چھتریوں کے ساتھ جوڑ دیا جانا یا ویشوں اور شودروں کا تقریباً ایک سطح پر رکھا جانا اور ان کے لئے اوامر و نواہی کے احکامات کا الگ الگ ہونا وغیرہ پھر مختلف ورنوں کے لوگوں کا شہروں اور قریوں میں ساتھ ساتھ رہنا اور ایک ہی مکان میں رہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مختلف ذاتوں اور خصوصاً ویشوں اور شودروں کے درمیان شادیاں بھی ہوتی ہوں گی۔

---

[1] کتاب میں البیرونی نے تالابوں کے سلسلے میں ضمنی طور پر چند جملے اس موضوع پر کہے ہیں ایک اور جگہ پر اس نے ہندوؤں کے فن تعمیر کے متعلق ایک کتاب کا ذکر کیا ہے لیکن بدقسمتی سے کتاب الہند کے اصل عربی لہجے کی اس جگہ کی عبارت غائب ہے۔ ممکن ہے البیرونی نے اس کتاب پر گفتگو کرتے وقت ہندوؤں کے فن تعمیر پر بھی کچھ کہا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتیاجوں میں اس قسم کی شادیاں عام تھیں۔ انتیاجوں کا شمار کسی ذات میں نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ اپنے پیشے سے پہچانے جاتے تھے۔ البیرونی نے اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

ذات پات کا اثر بیویوں کی تعداد اور نفاس کی مدت پر بھی ہوتا تھا۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ بعض ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ ہر ذات کے شخص کے لئے بیویوں کی تعداد مقرر ہے۔ چنانچہ برہمن کو چار، چھتری کو تین، ویش کو دو اور شودر کو ایک بیوی رکھنے کی اجازت ہے۔[1] اسی طرح نفاس کی مدت برہمن کے لئے ۸ دن چھتری کے لئے ۱۲ دن ویش کے لئے ۱۵ دن اور شودر کے لئے ۳۰ دن ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ غریبوں کے لئے جن کے واسطے ایک ایک دن بہت اہم ہے، نفاس کی اتنی طویل مدت مقرر کرنا مالی دشواریوں کا سبب ہوتا ہوگا۔

تعلیم، علاقائی زبانوں اور رسم الخط کے بارے میں بھی "کتاب الہند" مفید معلومات فراہم کرتی ہے۔ مثال کے طور پر بچوں کے تختی لکھنے کا ذکر پھر لکھنے کے ساز و سامان کو تیار کرنے کا طریقہ، ناریل کے پتوں پر لکھی ہوئی کتابوں کی پوتھیاں تیار کرنے کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ بعض اہم کتابیں ریشم کے کپڑے کے ٹکڑوں پر بھی لکھی جاتی تھیں۔

ہندی کے حروف کی تعداد پچاس ہے۔ یہ تعداد ہمیشہ سے اتنی نہیں تھی بلکہ وقتاً فوقتاً اس میں اضافہ ہوتا رہا اور اب یہ پچاس ہے۔ ہندی حروف کی تعداد زیادہ ہونے کا ایک سبب ایسی اصوات کی موجودگی ہے جو کسی دوسری زبان میں نہیں ہیں۔ اس کے بعد ہندوؤں کے رسم الخط کا بیان ہے۔

ہندو، یونانیوں کی طرح، بائیں جانب سے دائیں جانب لکھتے ہیں۔ ان کی لکھائی سطر کی تابع نہیں ہوتی کہ حروف کے سر اس کے اوپر اور دم نیچے رہے جیسا کہ عربی تحریر میں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ان کے یہاں خط حروف کے اوپر سطر کی سیدھ میں ہوتا ہے اور حروف اس کے نیچے ہوتے ہیں۔ اس خط کے اوپر صرف اعراب اور نحوی علامتیں ہوتی ہیں۔

اس کے بعد البیرونی نے بعض علاقائی زبانوں اور خطوں کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ زبانیں اور رسم الخط کن علاقوں میں رائج ہیں۔ البیرونی نے ایک رسم الخط کا ذکر کیا ہے جو "بیک شک" کہلاتا تھا اور پورو دیش اور اودے پور میں رائج تھا اور "بدھ" کا رسم الخط بھی یہی تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ "بیک شک" کسی خاص علاقے کا خط نہیں تھا بلکہ ایک فرقے کا خط تھا جو اس علاقے میں مقیم تھا۔

---

[1] البیرونی نے ہندوستان کے مشرقی علاقے کے لوگوں کے اس عجیب خیال کا بھی ذکر کیا ہے کہ اس علاقے میں چھوٹے بیٹے کو بڑے پر ترجیح دی جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ عجیب و غریب خیال تھا کہ پہلے بیٹے کی پیدائش شہوت کے نتیجے میں ہوتی ہے اور چھوٹے کا وجود ارادے فکر اور سکون سے حاصل ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص خاص تہواروں کے بارے میں اس کا بیان بھی نہایت دلچسپ ہے۔ اتنا زمانہ گزرنے کے بعد بھی آج کا قاری ان میں سے بعض کو پہچان سکتا ہے مثلاً ہولی، درگا پوجا اور دیپاولی، ساتھ ہی ان تہواروں سے متعلق ان بیانات سے ان کی بعض رسوم کا تسلسل اور بعض کی تبدیلی کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اس کے علاوہ ان تہواروں کے بیان کے سلسلے میں اس موضوع سے تعلق رکھنے والے بعض قدیم ماخذوں کی نشان دہی بھی ہوتی ہے۔

البیرونی کا عقیدہ تھا کہ علم ایک بین الاقوامی شے ہے اور نئے نظریات اور نئی دریافتوں سے، خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں کی گئی ہوں تمام قوموں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ البیرونی کا یہ بھی خیال تھا کہ ہر علم کو ملک سے باہر بھی پھیلانا چاہئے تاکہ اس سے دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھائیں۔ ''وہ کہتا ہے کہ ہندوؤں کے لئے اقلیدس اور المجسطی کا ترجمہ کرنے نیز اسطرلاب بنانے کے بارے میں ایک رسالہ لکھوانے میں مصروف ہوں......'' البیرونی کو یقین تھا کہ سائنسی مطالعات کے فروغ میں سلاطین اور شہزادے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ علماء کو فکر معاش سے آزاد کر کے انہیں یکسوئی سے علم کی خدمت کرنے کا موقع دے سکتے ہیں...... البیرونی کہتا ہے کہ موجودہ زمانہ اس کے لئے سازگار نہیں ہے۔ نہ تو شہزادوں اور سلاطین کی سرپرستی حاصل ہے اور نہ عوام کے ذہن سائنسی علوم کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی نیا علم اور تحقیق جنم نہیں لے سکتی، جو کچھ باقی ہے وہ پرانے زمانے کی ترقیوں کا ایک معمولی سا حصہ ہے۔ ہندوستانی مطالعات کی کمی کا ثبوت یہ ہے کہ البیرونی نے جن ماخذوں سے استفادہ کیا تھا وہ صدیوں پہلے کے تالیف شدہ تھے۔ البیرونی کے مطابق اکثر سلاطین و امراء علوم کی اہمیت کے بھی قائل نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علماء کے دروازوں پر دستک نہیں دیتے خود علماء کو ان کے درباروں میں جانا پڑتا تھا...... اس کے اس اقدام کا محرک علم کی اشاعت کی خواہش تھی۔ اس کا یہ خیال بھی تھا کہ علوم کی ترقی اور اشاعت میں ارباب حکومت کا بہت بڑا حصہ ہے کیونکہ اپنی توجہ اور امداد سے یہ لوگ اہل علم کو ان کی دنیاوی ضرورتوں کے فکر و تردّد سے آزاد کر دیتے ہیں اور انہیں یکسوئی کے ساتھ اپنے علمی مشاغل کو جاری رکھنے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے علوم میں، البیرونی نے سب سے زیادہ توجہ نجوم پر دی ہے کچھ اس وجہ سے کہ ان کے علم نجوم کی بہت دھوم تھی اور کچھ اس لئے کہ اس موضوع سے اسے خود بھی بہت لگاؤ تھا۔ علم نجوم میں ہندوؤں کی مہارت کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے پڑھے لکھے لوگوں اور عوام کے نظریات کا فرق بھی واضح کر دیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ دونوں نظریات باہم خلط ملط ہو گئے تھے جس کی وجہ سے نجوم کی کتابوں میں علمی مباحث کے ساتھ خرافات بھی موجود ہیں اور یہ علم سیپیوں اور سڑی ہوئی کھجوروں کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ''سائنسی طریق استنباط'' سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام نہیں لیتے...... ایک دوسری جگہ پر البیرونی نے اس صورت کا سبب بیان کیا ہے۔ اس کا بڑا سبب اپنے عقائد پر قائم رہنے کے لئے جس ہمت کی ضرورت ہے، اس کا فقدان ہے۔ سقراط میں یہ ہمت تھی...... اس کے علاوہ سماجی دباؤ اور سماجی مخالفت کا ڈر بھی سائنسی طریق کے استعمال میں مانع ہوتا ہے۔

البیرونی نے بعض دوسرے ہندو علوم مثلاً کیمیا سازی، نظام وزن اور پیمائش اور طب کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ اول الذکر کے تحت انہوں نے ارتفاع وغیرہ عملیات کا ذکر کیا ہے۔ اس نے رسائن کے نیم سائنس ہونے کا مضحکہ اڑایا ہے جو دوسری دھاتوں کو سونے میں بدلنے کے لئے آزمائی جاتی تھی۔ چنانچہ اس نے جاہل ہندو شہزادوں کی سونے کی طمع پر سخت نکتہ چینی کی ہے جو رسائن شاستریوں کے کہنے پر غیر انسانی حرکتوں مثلاً بچوں کو قتل کر کے ان کا خون چڑھانے تک سے گریز نہیں کرتے تھے۔

البیرونی نے یہ بھی کہا ہے کہ ہندوؤں کے اور بھی بہت سے علوم ہیں جن کو وہ اپنے محدود علم کی وجہ سے سمجھنے سے قاصر ہیں (یہ البیرونی کی عالمانہ کسر نفسی ہے)۔

مذہبی معتقدات کے معاملے میں اس نے خواص اور عوام کے عقائد کے درمیان امتیاز قائم کیا ہے۔ خواص توحید کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا ایک ہے، ازلی ہے، نہ اس کی ابتداء ہے اور نہ انتہا قادر مطلق ہے، زندہ ہے، زندگی دیتا ہے، دنیا کا مالک ومختار اور قائم رکھنے والا ہے۔ اس کے برخلاف عوام کی اکثریت بت پرست تھی لیکن البیرونی اس کی مذمت نہیں کرتا۔ اس کے اسباب بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ عوام کا رجحان محسوسات کی طرف ہے، وہ غیر محسوس حقائق کا عرفان نہیں کر سکتے۔ ان کا محسوسات کی طرف میلان اس کا محرک ہوا کہ انبیاء اور صلحا کی یادگاریں قائم کریں اور ان کے بت بنائیں اور اس طرح ان کے تئیں اپنی عقیدت کا اظہار کریں۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس کی ابتدا کے محرکات فراموش ہو گئے لیکن عمل باقی رہا...... اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بت پرستی سے ذاتی کراہت کے باوجود اس نے ہندوؤں میں بت پرستی کے آغاز اور رواج پانے کے اسباب کا نہایت معروضی انداز میں جائزہ لیا ہے۔

عام طور پر لوگ اقتصادی اسباب کو نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن البیرونی نے موضاعات کی اہمیت اور ذبیحہ گاؤ کے امتناع کے اقتصادی اسباب بھی بیان کئے ہیں۔ اسی طرح اس نے چکلوں کی موجودگی کے اقتصادی اسباب کا جائزہ بھی لیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سومنات سمندری مسافروں کی بندرگاہ ہے اور مشرقی افریقہ اور چین کے درمیان آمدورفت کرنے والوں کی منزل ہے۔ گائے کے ذبیحے پر پابندی اس وجہ سے لگائی گئی کہ وہ زراعت کے لئے بہت مفید ہے اور اس سے گھر میں استعمال ہونے والی بہت سی فائدہ مند اور ضروری چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ طوائفوں کے بارے میں لکھتا ہے کہ راجا ان کو نہ صرف اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہروں کی زینت اور عوام کی کشش کا سامان سمجھتے تھے بلکہ وہ حکومت کی آمدنی کا بھی ایک اچھا ذریعہ تھیں۔ ان سے جو روپیہ ٹیکسوں اور جرمانوں کی صورت میں حاصل ہوتا تھا اس سے فوج کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔

ایک اور اہم بات جس کی طرف البیرونی نے ضمناً اشارہ کیا ہے' یہ ہے کہ ابتدائی دور کے بعض مسلمان حکمران، سیاسی مصالح کو مذہبی مصالح پر مقدم رکھتے تھے۔ ملتان پر محمد بن قاسم کے قبضہ کا ذکر کرتے ہوئے البیرونی نے لکھا ہے کہ جب محمد بن قاسم کو یہ معلوم ہوا کہ اس شہر کے مندر اور اس کے بت کی وجہ سے شہر میں بہت مال و زر آتا ہے اور شہر کی خوشحالی کا راز بھی یہی ہے تو اس نے بت کو علیٰ حالہ رہنے دیا (اگرچہ اس کی توہین کردی)۔ اس سے بھی زیادہ اہم واقعہ وہ ہے جب سیدنا امیر معاویہؓ (۶۵۱ تا ۶۸۰) نے اپنی خلافت کے زمانے میں صقلیہ سے مال غنیمت میں آنے والے سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے بتوں کو سندھ بھجوا کر فروخت کرا دیا تھا۔ خلیفہ نے ان بتوں کو (جو مذہبی اعتبار سے انتہائی مردود و ملعون شے ہیں) حصول زر کی خاطر فروخت کرنے میں ذرا سا بھی تامل نہیں کیا کیونکہ انہوں نے ایسا انتظامی مصلحت سے کیا تھا' دینی مصلحت سے نہیں۔

"یہ روایت اس مقام میں بلفظہ ذکر (بصیغہ مجہول) کی گئی ہے۔ یہاں نہ تو اس روایت کی سند بیان کی گئی ہے اور نہ ہی اس کا ماخذ کر کیا گیا ہے۔ اس مقام سے معلوم نہیں ہوسکتا کہ واقعہ کو بیان کرنے والا کون صاحب ہے؟ اور کہاں سے نقل کیا ہے اور تاریخ ابن عساکر میں تحت مسروق بن الاجدع واقعہ ہذا اندارد ہے۔ اسی طرح تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی نے تحت مسروق اس کو ذکر نہیں کیا اور علیٰ اختلاف الاقوال صاحب کتاب شمس الائمہ السرخی المتوفی ۴۸۳ھ نے اس کو ذکر کیا ہے جبکہ روایت میں مذکورہ واقعہ جس دور میں پیش آیا وہ خلافت حضرت امیر معاویہؓ ۴۱ھ تا ۶۰ھ کا زمانہ ہے۔ ان دونوں ادوار میں مدت مدید کا فاصلہ پایا جاتا ہے۔

یہاں ایک فقہی اختلاف موجود ہے، مناسبت مقام کے لحاظ سے اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ سیدنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک صنم وصلیب وغیرہ کی بیع ان کے عابدین کے ہاتھوں کر دینا جائز ہے اور تمثال کی بیع کا یہ واقعہ امام صاحبؒ کا متدل ہے جبکہ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ بیع مکروہ ہے۔ جیسا کہ یہاں مسروق بن اجدعؒ تابعی کے قول سے ثابت ہوتا ہے...... فیکون دلیلا لابی حنیفة رحمه الله فی جواز بیع الصنم والصلیب ممن یعبد کما هو طریقة القیاس وقد استعظم ذالک مسروق رحمه الله کما هو طریق الاستحسان الذی ذهب الیه ابویوسفؒ ومحمدؒ رحمهما الله فی کراهته ذالک (منه)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ مسروقؒ تابعی کے مسلک کو بیان کرنے کے بعد صاحب کتاب الرحیؒ نے خود اس بات کا موازنہ کر کے یہ کہاں کہا ہے کہ بیع تمثال واصنام کے مسئلہ میں حضرت معاویہؓ کا قول مقدم ہے اور اسی کو قابل عمل سمجھا جاتا ہے اور مسروقؒ تابع کا قول اس میں متروک ہے۔"[1]

ٹیکس لگانے کے اصول اور آمدنی کی تقسیم کے بارے میں مصنف کے خیالات بھی قابل غور ہیں۔ ذخیرہ اندوزی کے اسباب میں سے ایک "مستقبل کے لئے بچا کر رکھنا بھی ہے" جسے مصنف نے "پریشانیوں سے دل کو مطمئن رکھنا" کہا ہے۔ پیشوں کی نقل و حرکت و مذہبی پابندی اور برہمنوں کو صرف کپڑے اور سپاری کی تجارت کی اجازت کا ذکر بھی قابل غور ہے۔ برہمنوں کے لئے تجارت کو اس لئے ناپسند کیا گیا کہ تجارت میں فریب اور جھوٹ شامل ہوتا ہے۔ سود لینا بھی حرام تھا۔ البتہ شودروں کو اجازت تھی کہ وہ دو فیصد تک سود لے سکتے تھے۔ البیرونی کو کام کی بات کا پتہ چلا لینے کا زبردست سلیقہ تھا۔ چنانچہ ترکے کے سلسلے میں اس نے لکھا ہے کہ ہجڑے کو ترکے میں مرد کے برابر حصہ ملتا تھا۔

ملک کے جغرافیائی حالات کے بیان میں البیرونی نے ملک میں پائی جانے والی چٹانوں کی شکل، حجم اور ساخت سے لے کر یہاں کے باشندوں کی نسلی خصوصیات اور لباس وغیرہ تک کا ذکر کیا ہے۔ جغرافیائی حالات کے بیان میں البیرونی نے کتابوں سے زیادہ مشاہدے اور پیمائش پر زیادہ انحصار کیا ہے۔ ملک کی بڑی بڑی شاہراہوں کا بیان اور مختلف شہروں کے درمیان کے فاصلے کا یقین البیرونی کا ایک اہم کارنامہ ہے لیکن اس کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ان شہروں کی شناخت کرنا اور البیرونی کے متعین کیے ہوئے فاصلوں کو ہندوستانی پیمانوں میں تبدیل کرنا ضروری ہے اور یہ دونوں کام دشوار اور محنت طلب ہیں۔

بعض دفعہ وہ اشاروں اشاروں میں بڑے پتے کی بات کہہ جاتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ مختلف مقامات پر استعمال ہونے والے ہندوؤں کے حروف تہجی پر بحث کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے کہ کرناٹ دیس میں کرناٹ زبان استعمال ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ اہم اشارہ بھی کیا ہے کہ سلطان محمد کی فوج کے "کنٹر" سپاہی کرناٹ دیس سے بھرتی ہو کر آتے ہیں...... ایک جگہ بنات النعش کے ستاروں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (کتاب الہند کی تصنیف کا وقت یعنی ۴۲۱ھ میں) ہمارا زمانہ سکا کل عہد کا ۹۵۲ سن ہے اس سے سکا کل سن اور عیسوی سن کی تطبیق کی صحت کی بالواسطہ تصدیق ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سن ۷۸ عیسوی سے شروع ہوتا ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں ۴۲۱ھ ۱۰۳۰ عیسوی کے مطابق ہے

[1] مولانا محمد نافع "سیرت حضرت امیر معاویہؓ" (جلد دوئم) سن ۱۹۹۵ء "تخلیقات لاہور" صفحہ ۳۲۸ تا ۳۳۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر ۹۵۲ میں ۸۷ جوڑ دیئے جائیں تو حاصل جمع ۱۰۳۰ ہوتا ہے۔ایک اور جگہ پر طول البلد نکالنے کا طریقہ بتاتے ہوئے انہوں نے ہندوستان کے بعض شہروں کا (جہاں وہ گئے تھے) طول البلد مقرر کر کے لکھ دیا ہے......اس اطلاع پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی ہے لیکن اس سے البیرونی کے سفر ہندوستان پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔اسی طرح وقت کے حصوں پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے ''گھٹی'' کے گزرنے کے ناپنے کے لئے مستعمل ایک آلے کا ذکر کیا ہے جو اس نے پشاور میں دیکھا تھا۔ساتھ ہی اس آلے کو چلانے کے لئے مختلف لوگوں کی طرف سے عطیات دینے کے رواج کے بارے میں بھی بتایا ہے...... اس نے متعلقہ وقف کو خود دیکھا تھا۔ہم مذہبی امور کی انجام دہی کے لئے قائم کئے گئے اوقاف سے تو واقف ہیں لیکن اس قسم کے اوقاف کے بارے میں البیرونی نے ہمیں جو کچھ بتایا ہے وہ نہایت اہم ہے۔علاقائی زبانوں کے بیان کے ضمن میں البیرونی نے بتایا ہے کہ سلطان محمود کی فوج میں کرناٹ دیس کے سپاہی بھرتی کئے جاتے تھے۔بنات النعش کے ستاروں کے بیان میں البیرونی نے اتفاقاً یہ بھی بتادیا ہے کہ ''کتاب الہند'' کی تکمیل کا زمانہ (یعنی ۱۰۳۰ عیسوی) شک کال کا ۹۵۲ ہے۔اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شک دور کی ابتداء ۷۸ عیسوی میں ہوئی تھی۔

البیرونی کی کتاب کی سب سے خاص بات اس کا ہمدردانہ طریق مطالعہ ہے۔اس بات کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوگا جب اس بات کو ذہن میں رکھا جائے کہ یہ کتاب اس زمانے میں لکھی گئی تھی جب ہندوستان پر پے بہ پے مسلم حملوں کی وجہ سے دونوں فرقوں میں نظریاتی اور جذباتی عناد روزافزوں تھا۔ البتہ بعض مقامات پر البیرونی نے ہندوؤں کی بعض رسوم کے بارے میں سخت کلمات استعمال کئے ہیں اور ہندوؤں کی خود پسندی اور علیحدگی پسندی کی مذمت کی ہے لیکن یہاں بھی اس نے انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے اور یہ کہنے میں تامل نہیں کیا ہے کہ یہ باتیں صرف ہندوؤں ہی میں نہیں' دنیا کی دوسری قوموں میں اور خود زمانہ جاہلیت کے عربوں میں بھی موجود تھیں۔باہر سے آنے والوں کو ہندوؤں کی یہ باتیں اس لئے بھی عجیب معلوم ہوتی ہیں کہ ان کے اپنے معاشرے میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی کتاب کا آخری جملہ بھی قابل غور ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہے جو ہندوؤں سے مذہب اور علم وادب کے معاملات پر ان کی اپنی تہذیبی بنیاد پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔آج کل مغربی ممالک کے علماء اس بات پر بہت زور دیتے نظر آتے ہیں کہ مشرقی تہذیب کو اس کے اپنے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کی تفہیم میں مشرقی علماء کی کتابوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔ البیرونی کی عظمت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس نے ایک ہزار سال پہلے اس نسخے پر کامیابی سے عمل کر دکھادیا۔البیرونی کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ اس نے ایک اجنبی تہذیب کو اس کے پرانے ماخذ کی روشنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی اور اس کا یہی وہ وصف خاص ہے جس کی وجہ سے ہندوستان کے بارے میں اس کی تصنیف کردہ اس کتاب کو اس قسم کی تمام دوسری کتابوں پر برتری حاصل ہے۔

کتاب کا موجودہ تلخیص شدہ ایڈیشن، ایڈورڈ سی سخاو کے انگریزی ترجمے پر مبنی ہے۔ اس ایڈیشن میں تمام ابواب اسی ترتیب سے باقی رکھے گئے ہیں اور البیرونی کے اقوال میں بھی کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی ہے۔ اس کتاب کا معتدبہ حصہ نجوم اور احکام نجوم سے متعلق ہے۔ البیرونی شاید خود بھی ان علوم کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ بہرحال نجوم سے متعلق حصے میں عام قاری کی دلچسپی کا کوئی سامان موجود نہیں ہے۔ پھر سائنس کے بعض حالیہ انکشافات نے اس وقت کے بہت سے نظریات کو باطل کر دیا ہے۔ اب اس کتاب کی اہمیت اس کے ان حصوں کی وجہ ہے جو سماجی نظام، عادات واطوار، تہواروں اور میلوں، عدالتی نظام اور جغرافیائی حالات کے بارے میں ہیں۔ اس ایڈیشن کی ترتیب وتدوین میں انہی امور کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس ایڈیشن سے کتاب کے ان حصوں کو خارج کر دیا گیا ہے جو نجوم اور احکام نجوم کی اصطلاحی تفصیلات یا غیر ضروری حکایات پر مشتمل تھے۔ البتہ جن تفصیلات یا حکایات کا تعلق براہ راست موضوع زیر بحث سے ہے وہاں ان کو باقی رکھا گیا ہے لیکن یہ حصے ماہرفن کے لئے ہی دلچسپ اور مفید ہو سکتے ہیں۔ جن اجزا کو حذف کیا گیا ہے ان کے مندرجات واوین کے اندر مختصراً بیان کر دیئے گئے ہیں جن صفحات کی تلخیص کی گئی ہے (نئی دہلی اشاعت ۱۹۶۴ء کے مطابق) ان کی نشاندہی چوکور بریکٹوں میں کر دی گئی ہے۔ بعض مقامات پر جہاں البیرونی نے کسی معاملے پر گزشتہ صفحے پر کچھ کہا ہے اس کا بھی حوالہ دے دیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں چھوٹے بریکٹوں میں مذکورہ صفحے کا نمبر لکھ دیا گیا ہے۔ بعض جگہ جہاں کسی صفحے کی کوئی عبارت حذف کی گئی ہے وہاں جملے کے اختتام پر...... (نقطے) لگا دیئے گئے ہیں۔ البیرونی نے جن کتابوں اور مصنفوں کا حوالہ دیا ہے ان کے بارے میں تشریحی حواشی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ متن میں آنے والی اصطلاحات کی توضیح بھی حاشیوں میں کر دی گئی ہے۔ ان میں سے بعض سخاؤ سے ماخوذ ہیں۔ سخاؤ کی توضیحات کو جوں کا توں باقی رکھنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس کے اکثر حواشی خصوصی لسانیاتی نوعیت کے ہیں اور ان میں سے اکثر کو جدید تحقیق کی روشنی میں بدلنے کی ضرورت تھی۔

سخاؤ کے ترجمے میں حواشی ہر ہر صفحے پر دیئے گئے ہیں۔ حواشی کا نمبر شمار بہرحال ترتیب وار دیا گیا ہے، جو لوگ البیرونی کی اس کتاب کے کسی خاص حصے کے مباحث کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی سہولت کے لئے موضوعات متعلقہ پر شائع ہونے والی کتابوں اور مقالات کی فہرست بھی دے دی گئی ہے۔ سماجی نظام، مذہب اور علوم پر خاص توجہ دی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان محمود کی حدود سلطنت کا ایک نقشہ بھی شامل کتاب ہے۔اس نقشے میں اس کے ہندوستانی مقبوضہ علاقوں کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے، کوشش یہ کی گئی ہے کہ موجودہ ایڈیشن کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ اس میں البیرونی کی کتاب کی اصل روح باقی رہے اور عام قاری کو اس کے پڑھنے سے لطف اور فائدہ حاصل ہو۔

سلطان محمود اور البیرونی ہندوستانیوں اور اسلامی تہذیب کے مابین رابطے کی دو مختلف جہات کے نمائندے ہیں، جب کہ اول الذکر فوری' خارجی اور تخریبی اثرات کا علم برادر تھا۔ثانی الذکر' دیرپا' داخلی اور تعمیری اثرات کی علامت تھا۔

یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ نہ صرف عام قاری بلکہ وہ لوگ بھی جو تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں سلطان محمود کے حملوں سے تو واقف ہیں لیکن البیرونی اور اس کی کتاب الہند کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔اگر یہ کتاب اس غلط رجحان کو درست کر سکے تو اس کی تدوین واشاعت کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ کتاب کا یہ دوسرا نظر ثانی شدہ ایڈیشن، پہلے ایڈیشن کے دو سال کے اندر ہی شائع ہو رہا ہے۔اس ایڈیشن میں اصل کے بعض اقتباسات میں اضافے کر دیئے گئے ہیں، ساتھ ہی ایڈیٹر کے پیش لفظ' حوالوں اور حواشی میں بھی اضافے کئے گئے ہیں۔

میں اپنے دوست ہال جیکر ایس جے کا ممنون ہوں جنہوں نے انگریزی ترجے میں موجود یونانی الفاظ کو رومن رسم الخط میں لکھنے کی زحمت فرمائی۔ میں پروفیسر یوگندر مسرا' سابق صدر شعبہ تاریخ پٹنہ یونیورسٹی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے مجھے ہندو تقویم کے بارے میں اہم معلومات فراہم کیں جس سے تہواروں کے بارے میں حواشی کی ترتیب میں بہت مدد ملی۔ میں اپنے رفیق کار ڈاکٹر آر این نند' ریڈر شعبہ تاریخ پٹنہ کالج کا بھی شکر گزار ہوں۔انہوں نے بعض حواشی کی تیاری میں مدد فرمائی۔اشاریے کی ترتیب میں مجھے اپنے بیٹے امتیاز احمد' لیکچرر شعبہ تاریخ پٹنہ کالج سے بہت مدد ملی ہے۔

قیام الدین احمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ روایت خبر اور نظر

۲۔ راویوں کی مختلف قسمیں

۳۔ سچائی کی تعریف

اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ خبر کے مقابلے میں نظر زیادہ معتبر ہے کیونکہ نظر کے معنی کسی چیز کو اسی وقت اور اسی جگہ ہوتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھنا ہے جبکہ خبر اور سنی سنائی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر خبر کے ساتھ یہ کمزوری نہ ہوتی تو اسے نظر پر ترجیح ہوتی کیونکہ مشاہدہ کی ہوئی چیز کا وجود چند لمحوں سے زیادہ نہیں رہتا لیکن خبر حال، ماضی اور مستقبل سب پر محیط ہوتی ہے اور موجود اور نا موجود (یعنی وہ جو ختم ہو چکی ہے یا ابھی وجود میں نہیں آئی ہے) دونوں اس میں شامل ہیں۔ خبر کی ایک قسم تحریری روایت ہے جو اس کی تمام دوسری قسموں سے زیادہ قابل ترجیح ہے۔ اگر قلم کی لکھی ہوئی یہ یادگاریں موجود نہ ہوتیں تو ہم قوموں کی تاریخ سے کس طرح واقف ہو سکتے تھے۔

کسی ایسے واقعے کی خبر کے، جو منطقی اور طبعی اعتبار سے ممکن الوقوع ہو، سچے یا جھوٹے ہونے کا دارومدار، راوی کے سچے یا جھوٹے ہونے پر ہے کیونکہ راوی قوموں کے درمیان پائی جانے والی رقابت و عداوت اور مفادات کے اختلاف سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس لئے مختلف قسم کے راویوں کے درمیان امتیاز قائم کرنا ضروری ہے۔

راویوں کی ایک قسم وہ ہے جو اپنے ذاتی فائدے کے لئے اپنے خاندان یا اپنی قوم کی جھوٹی تعریف یا دوسرے خاندان اور قوم کی جھوٹی برائی کرتے ہیں تاکہ اپنی قوم کی خوشنودی حاصل کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل کریں۔ دونوں صورتوں میں جھوٹ بولنے کا محرک لالچ یا عناد ہوتا ہے۔ بعض راوی کسی خاص طبقے کی جس کے وہ یا تو ممنون احسان ہیں یا جس سے کسی بات پر ناراض ہیں جھوٹی تعریف یا تنقیص کرتے ہیں۔ یہ راوی بھی ویسے ہی ہیں جیسے کہ پہلی قسم کے، کیوں کہ ان کی غلط بیانی کا محرک بھی ذاتی پسند یا ناپسند ہے۔ پھر، بعض راوی اپنی فطرت کی پستی سے مجبور ہو کر دروغ بیانی کرتے ہیں اور جھوٹ بول کر فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں یا پھر بزدلی اور ڈر کی وجہ سے سچ نہیں بول سکتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض راوی اس وجہ سے جھوٹی خبر دیتے ہیں کہ یہ بات ان کی فطرت میں داخل ہے اور اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے راویوں کی دروغ گوئی کا سبب ان کی طبیعت کی پستی اور خباثت ہے۔

بعض لوگ جہالت کی بنا پر جھوٹی خبر دیتے ہیں۔ یہ لوگ دوسروں سے سنی ہوئی باتوں کو آنکھ بند کر کے مان لیتے ہیں اور دوسروں سے بیان کر دیتے ہیں۔

اگر ان راویوں کی تعداد اتنی زیادہ اور مسلسل ہو کہ ان کے الگ الگ سلسلے یا طبقے قائم ہو جائیں تو پہلے راوی اور آخری سننے والے کے درمیان کے تمام راوی گویا درمیانی کڑیاں یا واسطہ ہوں گے اور اگر ان کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو صرف پہلا راوی باقی بچے گا جو مذکورہ بالا جھوٹے راویوں کی قسموں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتا ہوگا۔

۱۔ ہندوؤں کے معتقدات کے بارے میں مسلمان مصنفین کی کتابوں کے نقائص

۲۔ ایران شہری کی کتاب پر مصنف کا تبصرہ

۳۔ مصنف سے ہندوؤں کے بارے میں کتاب لکھنے کی فرمائش

۴۔ مصنف اپنی مجوزہ کتاب میں تحقیق کا کیا طریقہ اختیار کرے گا

عزت و تعریف کا مستحق صرف وہ شخص ہے جو جھوٹ سے بچتا اور سچائی پر مضبوطی سے قائم رہتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے بھی ایسے شخص کی عزت کرتے ہیں۔

میں استاد ابو سہل عبدالمنعم ابن علی ابن نوح تفلسی (اللہ انہیں قوت عطا فرمائے) سے ملا تو ان کو اس مصنف کی نیت کا شاکی پایا جس نے معتزلہ کے متعلق اپنی کتاب میں ان کے عقائد کے بیان میں دروغ گوئی سے کام لیا تھا۔ معتزلہ خدا کو عالم بالذات مانتے ہیں لیکن مذکورہ کتاب کے مصنف نے ان کے اس قول کو اس طرح بیان کیا جس سے لوگوں میں یہ بدگمانی پیدا ہو جائے کہ معتزلہ خدا کو نعوذ باللہ جاہل سمجھتے ہیں (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس کی ذات اس سے اور ایسی تمام خصوصیات سے پاک ہے جو اس کی شان الوہیت کے منافی ہیں)۔

میں نے استاد موصوف کو بتایا کہ جو مصنفین ایسے مذاہب کے بارے میں جن سے انہیں جزوی یا کلی اختلاف ہے لکھتے ہیں وہ اسی قسم کی غلط بیانیوں سے کام لیتے ہیں اور ان سب کی کتابوں میں یہ عیب موجود ہے۔ گفتگو کے دوران ایک صاحب نے ہندوؤں کے دین و مذہب کا ذکر چھیڑ دیا۔ اس پر میں نے کہا کہ ہندوؤں کے متعلق ہمارے یہاں جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ سب ایک دوسرے کی نقل ہیں اور ایک نے دوسرے کے ہر رطب و یابس کو تحقیق کئے بغیر اپنے ہاں نقل کر دیا ہے۔ ہاں! مذاہب کے متعلق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھنے والوں میں صرف ایک شخص ایسا ہے جس نے ہر بات کو بے کم وکاست اور من وعن نقل کر دینے کے مسلک پر عمل کیا ہے اور وہ شخص ہے، ابوالعباس ایران شہری۔ یہ شخص اپنے زمانے کے کسی مذہب کو نہیں مانتا تھا بلکہ اپنے ہی ایجاد کردہ دین کا تنہا پیرو اور مبلغ تھا۔ اس نے یہود ونصاریٰ کے عقائد اور توریت وانجیل کے مقامات کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے فرقہ مشائیہ اور ان کی کتابوں میں مذکور ان قدیم مذاہب کا ذکر کیا بھی بڑی تفصیل سے کیا ہے جو اب معدوم ہو چکے ہیں لیکن جہاں اُس نے ہندوؤں اور بدھوں کا ذکر کیا ہے وہاں اس کا قلم بھی چوک گیا ہے اور زرقان کی کتاب کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے اور جو کچھ اس میں ہے اسے اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے اور جو زرقان سے نقل نہیں کیا اور خود لکھا ہے وہ ان دونوں فرقوں کے عوام سے سن کر لکھ دیا ہے۔

استاد موصوف نے جب ان کتابوں کو دوبارہ پڑھا تو انہیں ہو بہو ویسا ہی پایا جیسا میں نے کہا تھا اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہمیں ہندوؤں کے بارے میں جو کچھ معلوم ہے اسے لکھ ڈالیں تا کہ ان لوگوں کو جو ہندوؤں سے بحث ومناظرہ کرنا چاہتے ہیں اس سے مدد ملے اور جو لوگ ہندوؤں سے رابطہ و ضبط قائم کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی مفید ثابت ہو۔

ان کی فرمائش پر ہم نے یہ کتاب اس طرح لکھی ہے کہ اس میں ہندوؤں کے بارے میں جو مذہب میں ہم سے مغائر ہیں کوئی بے بنیاد بات نہیں لکھی ہے اور اگر کسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے ضروری ہوا ہے تو ان کے ایسے اقوال کو بھی تمام وکمال نقل کرنے سے گریز نہیں کیا ہے جن کو مسلمان ہونے کے ناتے میں حق کے منافی سمجھتا ہوں۔ اگر چہ یہ اقوال مشرکانہ ہیں اور اہل حق یعنی مسلمانوں کو یقیناً ان پر اعتراض ہوگا لیکن میں اس سلسلے میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ ہندوؤں کے عقائد یہی ہیں اور وہی ان کے دفاع کے اہل ہیں۔

یہ کتاب مناظرہ کی کتاب نہیں ہے۔ اس کو لکھنے سے میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہم فریق مخالف (یعنی ہندوؤں) کے وہ اقوال، جنہیں ہم غلط اور حق کے منافی سمجھتے ہیں نقل کر کے ان کے رد میں دلائل پیش کریں میری یہ کتاب احوال واقوال کی ایک دستاویز ہے اور بس! اس میں ہم ہندوؤں کے اقوال کو من و عن نقل کر دیں گے اور ساتھ ہی یونانیوں کے ملتے جلتے نظریات وعقائد کو بھی بیان کر دیں گے تا کہ دونوں کی باہمی مشابہت کا اندازہ ہو جائے۔ یونانیوں کا مقصد اگر چہ تلاش حق تھا لیکن ان مسائل میں جن کا تعلق عوام سے ہے وہ بھی مذہب کے پیچ وخم اور شریعت کی بھول بھلیوں سے باہر نہیں نکل سکے تھے۔ یونانیوں کے علاوہ ہم کہیں کہیں صوفیوں، عیسائیوں کے بعض فرقوں اور بعض دوسرے ادیان کے اقوال بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کریں گے۔اس لئے کہ تناسخ اور حلول واتحاد کے معاملے میں ان سب کے نظریات ایک سے ہیں۔

میں دو کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر چکا ہوں۔ایک کتاب موجودات کی ابتداء اور ان کے احوال سے متعلق ہے اور اس کا نام سامکھیہ ہے۔دوسری کتاب بدن کی قید سے روح کے نجات پانے سے متعلق ہے اور اس کا نام پانجلی ہے۔ان کتابوں میں ہندوؤں کے اکثر بنیادی عقائد بیان کئے گئے ہیں۔ فروعات کا بیان ان میں نہیں کیا گیا ہے۔مجھے امید ہے کہ میری اس کتاب کو پڑھنے کے بعد قاری کو اس موضوع پر نہ تو مذکورہ بالا دونوں کتابوں اور نہ کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کی کوئی ضرورت باقی رہے گی اور اپنے موضوع پر یہ ایک جامع کتاب ہوگی انشاءاللہ!۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱

ہندوؤں کے عام حالات

ہندوؤں کے حالات کو ٹھیک طرح سے سمجھنے کی مشکلات اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان بے تعلقی کی وجوہات

ہم اس کتاب میں جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں اسے شروع کرنے سے پہلے ان باتوں کو بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں جن کی وجہ سے ہندوؤں کے احوال واقوال کو اچھی طرح سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ ان باتوں کو جان لینے سے ایک طرف تو ان کے احوال کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور اگر کہیں انہیں سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے تو اس کا سبب بھی یہی باتیں ہیں۔ قاری کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ ہندو ہر اعتبار سے ہم سے بالکل مختلف ہیں اور ان کی بہت سی باتیں ہم کو بہت پیچیدہ اور مبہم معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر ہمارے اور ان کے درمیان زیادہ قریبی روابط قائم ہو جائیں تو ان کو سمجھنا آسان ہو جائے گا اور وہ باتیں جو اس وقت فہم سے بالاتر معلوم ہوتی ہیں صاف اور واضح ہو جائیں گی۔

ہمارے اور ہندوؤں کے درمیان مغائرت یعنی دوری ہے اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ اس دوری کا پہلا سبب زبان کا اختلاف ہے۔

اگر چہ لسانی اختلاف دوسری قوموں کے درمیان بھی پایا جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس مغائرت کو دور کرنے کے لئے یہ زبان (سنسکرت) سیکھنا بھی چاہے تو آسانی سے نہیں سیکھ سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زبان کا دائرہ بہت وسیع ہے اور عربی کی طرح اس زبان میں ایک ہی مفہوم کے لئے بے شمار اصل اور مشتق الفاظ ہیں اور ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہیں اور ان کے معنی کو اچھی طرح سے سمجھنے کے لیے ان الفاظ کے ساتھ استعمال ہونے والی صفات کو سمجھنا ضروری ہے۔ ان صفات کو اچھی طرح جان لینے کے بعد ہی ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ الفاظ مختلف موقعوں پر کس مفہوم میں استعمال کئے گئے ہیں۔ پھر ان الفاظ کے سیاق وسباق کو سمجھنا بھی ضروری ہے ہندو' دوسری قوموں کی طرح' اپنی زبان کی اس وسعت پر بہت فخر کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ زبان کا ایک عیب ہے۔

پھر اس زبان کی ایک قسم وہ ہے جو صرف عوام میں مروج ہے اور خواص اس سے مطلق کام نہیں لیتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی دوسری قسم جو فصیح سمجھی جاتی ہے اور صرف ماہرین اور علماء ہی استعمال کرتے ہیں، نہایت مشکل ہے اور نحو و بلاغت کے پیچیدہ نظام میں جکڑی ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ یہ زبان ایسے حروف اصوات سے مرکب ہے جو عربی اور فارسی میں موجود نہیں۔ اس لئے کسی ہندوستانی لفظ کا ہمارے رسم الخط میں لکھا جانا بہت مشکل ہے کیونکہ اس کے صحیح تلفظ کو ظاہر کرنے کے لئے لفظوں اور علامات میں تبدیلی کرنا پڑتی ہے اور ان پر اعراب لگانا پڑتے ہیں خواہ یہ وہی معروف اعراب ہوں یا خاص طور پر وضع کئے گئے ہوں۔

اس میں یہ مشکل اور شامل کر لیجئے کہ ہندوستانی کاتب نہایت بے پروا اور غیر محتاط ہوتے ہیں اور کبھی اس بات کی کوشش نہیں کرتے کہ ان کی لکھی ہوئی عبارت صحیح اور خوش خط ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات کاتبوں کی لاپروائی سے مصنف کی ساری محنت اکارت ہو جاتی ہے اور ایک دو بار نقل ہونے کے بعد کتاب میں غلطیوں کی بھرمار ہو جاتی ہے اور وہ اصل سے بالکل مختلف ہو جاتی ہے اور کسی بھی پڑھنے والے کی سمجھ میں نہیں آتی خواہ پڑھنے والا ہندو ہو یا مسلمان۔ یہ بات اس مثال سے واضح ہو جائے گی کہ ہم نے بارہا ہندوؤں کے الفاظ کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس کے صحیح تلفظ کے مطابق قلمبند کیا لیکن جب یہی الفاظ ان کو دوسری بار سنائے تو وہ انہیں بہت مشکل سے سمجھ سکے۔

اس کے علاوہ ہندوؤں کی علمی کتابیں پسندیدہ اوزان شعر میں نظم کی گئی ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ کتاب اپنی اصل حالت پر قائم رہے اور اس میں کمی بیشی یا تحریف نہ کی جا سکے۔ دوسرے یہ کہ کتاب آسانی سے یاد ہو جائے اس لئے کہ ہندوؤں کو حافظے پر جو اعتماد ہے وہ تحریر پر نہیں۔

سب ہی جانتے ہیں کہ نظم میں بحر کے پیش نظر شعری اوزان کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری شعری ضرورتوں کے نقطہ نظر سے بھی الفاظ اور عبارت کو بڑھانا پڑ سکتا ہے، اس سے شعر میں الفاظ کی خواہ مخواہ کی بھرمار ہو جاتی ہے اور کثر یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی شعر میں ایک لفظ ایک جگہ ایک معنی میں اور دوسری جگہ دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنسکرت کتابوں کو سمجھنے میں سب سے بڑی دقت اس کے شعری اسلوب کی وجہ سے پیش آتی ہے۔

دوسرا سبب' ہندوؤں کا مذہبی تعصب

بے تعلقی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ ہندو دین میں ہم سے بالکل مختلف ہیں۔ نہ تو ہم کسی ایسی چیز کا اقرار کرتے ہیں جو ان کے یہاں مانی جاتی ہے اور نہ وہ ہمارے دین کی کسی بات کو مانتے ہیں۔ ہندو آپس میں مذہبی باتوں پر جھگڑا نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو وہ لفظی نزاع تک محدود رہتا ہے اور مذہبی تنازع میں کوئی بھی جان اور مال کی بازی نہیں لگاتا۔ ان کے مذہبی جنون کا رخ دوسرے مذہب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماننے والوں یا بدیسیوں کی طرف ہوتا ہے۔ وہ ان کو ملیچھ یعنی ناپاک سمجھتے ہیں اور ان سے ملنا جلنا، شادی بیاہ کرنا ان کے قریب جانا یا ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا حرام سمجھتے ہیں۔ ہر اس چیز کو جوان باہر سے آنے والوں کی آگ یا پانی سے چھوگئی ہو ناپاک سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے بغیر کوئی گھر قائم نہیں رہ سکتا۔ پھر وہ اس بات کے بھی قائل نہیں ہیں کہ اگر کوئی چیز ناپاک ہو جائے تو اسے پاک کر کے دوبارہ استعمال کے قابل بنا دیں حالانکہ عام قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز یا کوئی شخص ناپاک ہو جائے تو اسے پاک کر لیا جاتا ہے۔ انہیں غیر مذہب والوں سے ملنے جلنے یا انہیں گھر پر بلانے کی بھی اجازت نہیں ہے' چاہے وہ ان کے مذہب کی طرف میلان اور رغبت رکھتا ہو۔ اس بات نے ہمارے اور ان کے درمیان ایسی خلیج پیدا کر دی ہے جس نے ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا رابطہ قائم کرنا ناممکن بنا دیا ہے۔

تیسرا سبب' رسم و عادت اور طرز معاشرت کا بنیادی اختلاف

بے تعلقی کا تیسرا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے طور طریقوں میں ہم سے اس درجہ مختلف ہیں کہ اپنے بچوں کو ہم سے، ہمارے لباس اور طور طریقوں سے ڈراتے اور ہم کو شیاطین (راکشسوں) کی نسل میں شمار کرتے ہیں اور ہمارے اعمال کو نیکی کا الٹ تصور کرتے ہیں۔ بہر حال ہندوؤں کا یہ تعصب صرف ہمارے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دوسری قوموں کے ساتھ بھی ان کا یہی برتاؤ ہے اور میرے خیال میں تمام قوموں کا ایک دوسرے کے تئیں یہی رویہ ہے۔ چوتھا مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا تعصب اس وقت سے اور بھی بڑھ گیا ہے جب مسلمانوں نے ان کے ملک پر حملہ اور محمد بن قاسم ابن المنبہ سجستان کی طرف سے سندھ میں داخل ہوا اور بھمنوہ اور مول استھان کو فتح کر کے ان کا نام علی الترتیب منصورہ اور معمورہ رکھا۔ وہ ہندوستان کے شہروں میں گھستا ہوا قنوج تک پہنچ گیا اور واپسی میں قندھار اور حدود کشمیر تک جا پہنچا۔ کہیں جنگ کی اور کہیں صلح سے کام لیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے اس نے کسی سے تعرض نہیں کیا اور انہیں اپنے آبائی دین پر قائم رہنے دیا۔ ان تمام واقعات نے مسلمانوں کے خلاف ان کے بُغض و عناد کو اور بھی مستحکم کر دیا۔

اگرچہ اس کے بعد سے ترکوں کے زمانے تک کوئی مسلمان فاتح' حدود کابل اور دریائے سندھ سے آگے نہیں بڑھا لیکن جب سامانیوں کے زمانے میں ترک غزنی کی حکومت پر قابض ہو گئے اور ناصر الدولہ سبکتگین اس کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا تو اس نے جہاد کو اپنا مشغلہ بنایا اور غازی (خدا کی راہ میں جنگ کرنے والا) کا لقب اختیار کیا اور اپنے جانشینوں کے لئے ہندوستان کی سرحدوں کو قابل تسخیر بنانے کے لئے وہ سڑکیں تعمیر کرائیں جن پر سے گزر کر اس کا بیٹا یمین الدولہ محمودؒ تیس سال کے عرصے میں کئی بار ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ محمود نے اپنے ان حملوں سے ہندوؤں کی سرسبز زمین کو تہس نہس کر دیا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں ایسے عجیب کارنامے سرانجام دیئے جن سے ہندو غبار کی طرح منتشر ہو گئے اور داستانِ پارینہ بن کر رہ گئے۔ جو لوگ بھاگ کر بچ نکلے ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف سخت نفرت اور عناد پیدا ہو گیا بلکہ اسی سبب سے ان کے علوم کو مسلمانوں کے مقبوضہ علاقوں سے ہٹا کر کشمیر، بنارس اور ان دوسرے مقامات پر منتقل کر دیا گیا جہاں اب تک ہماری (مسلمانوں) رسائی نہیں ہوئی ہے اور جہاں دینی اور سیاسی مصالح کی بنا پر تمام غیر ملکیوں کے ساتھ بہت سخت بے تعلقی اور عناد برتا جاتا ہے۔

پانچواں سبب، ہندوؤں کی خود پسندی اور ہر غیر ملکی چیز کی تحقیر کرنے کی عادت

ان کے علاوہ کچھ اسباب ایسے ہیں جن کو بیان کرنا گویا ہندوؤں کی ہجو کرنا ہے لیکن یہ ان کے قومی کردار کی وہ خصوصیات ہیں جن میں وہ جڑے ہوئے ہیں اور یہ خصوصیات کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ دراصل یہ ان کی ایک ایسی جہالت ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے ملک کے علاوہ روئے زمین پر اور کوئی ملک نہیں ہے اور نہ ان کی قوم کے علاوہ کوئی دوسری قوم ہے، نہ کہیں ان کے بادشاہوں جیسے بادشاہ ہیں، نہ ان کا جیسا مذہب ہے اور نہ ان کا جیسا علم و فن ہے۔ اس خام خیالی نے انہیں تعلی، ہٹ دھرمی اور حماقت میں مبتلا کر دیا ہے۔ جو کچھ یہ جانتے ہیں اس کو بتانے میں بخل کرنا اور دوسری قوم کے افراد تو درکنار خود اپنی قوم کی ذاتوں کے لوگوں سے اسے بچانا اور چھپانا ان کی فطرت میں داخل ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اس زمین پر ان کے ملک کے علاوہ کوئی اور ملک نہیں ہے اور ان کے ملک کے علاوہ کسی دوسری جگہ انسان کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا اور مخلوق میں سے ان کے علاوہ کسی کے پاس کوئی علم و فن نہیں ہے۔ یہ خام خیالی ان میں اس حد تک گھر کر چکی ہے کہ اگر ان کے سامنے خراسان و ایران سے کسی علم اور اہل علم کا ذکر کیا جائے تو وہ کہنے والے کو احمق ہی نہیں دروغ گو بھی سمجھیں گے۔ اگر یہ لوگ دوسرے ملکوں کا سفر کریں اور وہاں کے لوگوں سے ملیں جلیں تو اس خیال سے باز آ جائیں کیونکہ ان کے اسلاف اتنے تنگ نظر نہیں تھے جتنی ان کی موجودہ نسل ہے۔

منصف کے ذاتی تعلقات

ہندوستان کا احوال یہ ہے۔ مجھے اس زبان کو سیکھنے میں بہت زحمت اٹھانا پڑی حالانکہ مجھے یہ زبان بہت پسند ہے اور شاید اس معاملے میں میں اپنے معاصرین میں تنہا ہوں۔ میں نے ہر اس جگہ سے جہاں میرے خیال میں سنسکرت کی کتابیں مل سکتی تھیں بہت کوشش اور کثیر سرمایہ خرچ کر کے یہ کتابیں منگوائیں۔ پھر بہت دور دراز سے ایسے ہندو علماء بلوائے جو ان کتابوں کو سمجھتے تھے اور مجھے ان کا درس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے سکتے تھے۔ اب آپ ہی بتایئے کہ مجھ سے زیادہ اس زبان کا معالعہ کرنے کی سہولتیں اور کس کو حاصل ہوں گی۔ وہ کوئی ایسا خوش قسمت شخص ہی ہوسکتا ہے جس کو اللہ نے مجھ سے زیادہ اپنے فضل سے نوازا ہو اور مجھ سے زیادہ کام کرنے اور سفر کرنے کی آزادی اور طاقت بخشی ہو۔ بدقسمتی سے مجھے یہ کام کرنے اور حسب خواہش سفر کرنے کی اتنی آزادی کبھی نہیں ملی اور نہ ہی قدرت اور استطاعت رہی کہ جس سے جو کام چاہوں لے سکوں پھر بھی مجھے اللہ نے اپنی جن نعمتوں سے نوازا ہے ان کے لئے اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کیونکہ میرے مقاصد کے حصول کے لئے اللہ کا اتنا کرم بھی کافی وشافی ہے۔

عیسائیت کے ظہور سے پہلے یونانی کفار کے بھی وہی عقائد وافکار تھے جو ہندوؤں کے ہیں۔ ان کے طبقہ علماء کا طریقہ فکر بھی ہندو علماء جیسا تھا اور یونانی عوام ہندو عوام کی طرح بت پرستانہ عقائد رکھتے تھے لیکن یونانیوں میں کچھ ایسے حکماء پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی کوششوں سے حقیقت کو عوامی خرافات سے پاک کیا۔ اس سلسلے میں سقراط کا نام قابل ذکر ہے جس نے اپنی قوم کے عوام کی مخالفت کی اور حق پر قائم رہنے کی پاداش میں جان دے دی۔

ہندوؤں میں اس درجے کے حکما اور مصلحین پیدا نہیں ہوئے جو علوم کی اصلاح وتکمیل کے خواہاں اور اہل ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کے تمام علوم ابہام وانتشار سے پُر ہیں۔ ان میں کوئی منطقی ربط وتسلسل نہیں اور ان میں کوئی علم ایسا نہیں جو عوامی خرافات کی آمیزش سے پاک ہو۔

میرے نزدیک ہندوؤں کا ہندسہ ونجوم ایسا ہی ہے جیسا کہ موتیوں سیپیوں اور سڑی ہوئی کھجوروں کا آمیزہ یا پھر گوبر میں لپٹا ہوا موتی یا سنگ ریزوں میں پڑا ہوا نگینہ! ان کی نظروں میں دو باتیں ایک جیسی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سائنسی طریق استنباط کو اختیار کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

ہم اس کتاب میں ہندوؤں کے بارے میں جو کچھ بیان کریں گے بغیر تبصرہ تنقید کے بیان کر دیں گے اور تنقید وتبصرہ اسی وقت کریں گے جب اس کی صریح ضرورت ہوگی۔ سنسکرت اسماء واصطلاحات صرف انہیں مقامات پر استعمال کئے گئے ہیں جہاں ان کا لانا متعلقہ احوال واقوال کی شرح وتفسیر کے لئے ضروری تھا لیکن ایسا صرف ایک بار کیا گیا ہے۔ عام طور پر میں نے سنسکرت الفاظ کے عربی مرادفات دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اگر کہیں پر کسی سنسکرت لفظ یا اصطلاح کا لکھنا ضروری سمجھا گیا ہے تو اس اصطلاح کے ساتھ اس کا قریب ترین عربی مترادف بھی لکھ دیا گیا ہے۔ ایسے الفاظ کے معاملے میں جن کی اصل سنسکرت نہیں بلکہ وہ کسی دوسری زبان سے ماخوذ ہیں لیکن اب سنسکرت زبان میں جذب ہو کر عام استعمال میں ہیں۔ عربی مرادف لکھنے کے ساتھ ان کی معنویت پر بھی مختصر طور پر روشنی ڈال دی گئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اصطلاحات کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ اس تصنیف میں تسلسل سے چلنا ممکن نہیں۔ یعنی ایسا کرنا ممکن نہیں کہ حوالہ صرف اس مضمون کا دیا جائے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور اس کا نہ دیا جائے جس کا ذکر ابھی نہیں ہوا ہے۔ اس لئے بعض ابواب میں اکثر بعض نئی اور نامعلوم باتوں کا ذکر آ سکتا ہے جن کی تشریح کتاب کے کسی آئندہ باب میں کی گئی ہے۔ اللہ توفیق دینے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲

خدا کی نسبت ہندوؤں کا عقیدہ

خدا کی ماہیت

ہر قوم میں خواص اور عوام کے معتقدات مختلف ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ خواص کا رجحان معقول کی طرف ہوتا ہے اور وہ اصول کی تحقیق کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف عوام محسوسات سے آگے نہیں بڑھتے اور نہ کسی مسئلے کی تحقیق کے طالب ہوتے ہیں۔ مذہب کے معاملے اور خاص طور پر ان مذہبی امور میں، جن کے بارے میں اختلاف ہے وہ تحقیق و جستجو کو مطلق روا نہیں رکھتے۔

خدا کے بارے میں ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ واحد ہے، ابدی ہے یعنی اس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا، وہ مختار ہے، قدیر ہے، حکیم ہے، زندہ ہے، زندگی دینے والا ہے، کائنات کا بادشاہ ہے اور اپنی بادشاہت میں یگانہ ہے، ہر مشابہت اور عدم مشابہت سے بالاتر ہے، نہ وہ کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ اپنے اس بیان کی تائید میں ہم اُن کی کتابوں سے اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ اس کو محض ہنی سنائی بات نہ سمجھ لیا جائے۔

(اس کے بعد پانجلی، گیتا یعنی کتاب بھارت کے چند اجزاء (جو ارجن اور واسودیو کے درمیان مکالمے کی صورت میں ہیں) نقل کئے ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب سامکھیہ کے اقتباسات بھی پیش کئے ہیں...... البیرونی نے آئندہ ابواب میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ پہلے کسی موضوع یا مسئلہ پر ہندوستانی علماء کے خیالات کا خلاصہ بیان کرتا ہے اور اس کے بعد متعلقہ علمی اور مذہبی کتابوں کے اقتباسات نقل کرتا ہے، کبھی کبھی وہ ہندوؤں کے معتقدات کا موازنہ یونانی مفکرین اور صوفیوں کے عقیدوں سے کرتا ہے اور ان کی کتابوں کے اقتباسات بھی پیش کرتا ہے۔

فعل اور فاعل کے متعلق ہندوؤں کے نظریات

ہندوؤں میں فعل کے مفہوم کے متعلق بہت اختلاف رائے ہے۔ وہ لوگ جو فعل کا سرچشمہ خدا کو قرار دیتے ہیں اسی کو علت کلی تصور کرتے ہیں۔ چونکہ موجودات (فاعل) کا وجود خدا سے ہے، اس لئے وہی ان کے افعال کا سبب ہے اور اس لئے ہر فاعل سے جو فعل سرزد ہوتا ہے وہ درحقیقت خدا کا فعل ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو فاعل کے وسیلے سے ظاہر ہوتا ہے۔ بعض لوگ فعل کا سبب خدا کو نہیں بلکہ دوسری چیزوں کو قرار دیتے ہیں اور ان چیزوں کو اس عمل کے، جو خارجی مشاہدہ میں آتا ہے خصوصی اسباب تصور کرتے ہیں۔

خدا کے متعلق ہندو عوام اور خواص کے عقائد

یہ ہیں خدا کے متعلق ہندو خواص کے عقائد۔ یہ لوگ خدا کو ''ایشور'' کہتے ہیں یعنی بے نیاز اور بخشنے والا' جو دیتا ہے اور لیتا نہیں۔ وہ خدا کو واحد مطلق سمجھتے ہیں اور اس کی وحدت کے علاوہ ظاہر میں نظر آنے والی ہر وحدت حقیقت میں کثرت ہے۔ خدا کے وجود کو ہی وہ حقیقی وجود مانتے ہیں، اس لئے یہ دوسرے موجودات معدوم ہیں لیکن یہ تصور کرنا قطعی ناممکن ہے کہ وہ ناموجود اور باقی سب موجود ہیں۔ جب ہم ہندوؤں کے خواص سے گزر کر عوام کی جانب آتے ہیں تو ان کے عقائد میں بہت اختلاف نظر آتا ہے۔ ان میں سے بعض عقائد تو نہایت مکروہ ہیں لیکن اس قسم کی خرافات دوسرے مذاہب میں بھی ہیں۔ بلکہ اسلام میں بہت سی غلط چیزیں داخل ہوگئی ہیں۔ مثلاً تشبیہہ کے متعلق عقائد یا حربیہ فرقے کی تعلیمات یا مذہبی امور میں غور وفکر کی حرمت وغیرہ۔ وہ تمام مذہبی احکام جو عوام اور خواص دونوں سے متعلق ہیں نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کئے جانے چاہئیں ورنہ ان کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے جیسا کہ اس مثال سے واضح ہو جائے گا۔ کوئی ہندو عالم خدا کو جسمانی خصوصیات سے ماورا ظاہر کرنے کے لئے اس کو نقطہ کہے لیکن جاہل نقطے کا اصل مفہوم نہ سمجھ سکے اور اس کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے یہ کہے کہ خدا تو بارہ انگل لمبا اور دس انگل چوڑا ہے' جو ایک انتہائی ناشائستہ بات ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس کی ذات حد اور شمار سے برتر ہے اور ہمارے اس کہنے کا کہ خدا ہر شے پر اس طرح محیط ہے کہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، کوئی جاہل اس سے یہ سمجھ لے کہ دیکھنے کے لئے آنکھ ضروری ہے اور ہر چیز کو دیکھنے کے لئے بہت سی آنکھوں کی ضرورت ہے اور یہ قیاس کر کے یہ کہے کہ خدا کی ایک ہزار آنکھیں ہوتی ہیں۔ اس قسم کی خلاف عقل اور مکروہ باتیں ہندوؤں کے یہاں موجود ہیں خصوصاً ان طبقوں میں جنہیں علم حاصل کرنے کی اجازت نہیں۔ ان کا بیان مناسب موقع پر آئے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳

عقلی اور حسی، دونوں قسم کے موجودات کے متعلق ہندوؤں کے عقائد

جب تک یونان میں فلسفے کے ارکان سبعہ، یعنی ہولون آف اتھینز ' بیاس پارینی' پے ریانڈر قرنطی تالیس ملیوسی' کیلون لقاذ دمونی 'فیطیقوس لسیوسی اور فلیپوس لندوسی اور ان کے جانشینوں کے ہاتھوں علم فلسفہ کو فروغ نہیں ہوا تھا' اس معاملے میں قدیم یونانیوں کے عقائد ہندوؤں جیسے ہی تھے۔ ان میں سے کچھ کا خیال یہ تھا کہ تمام اشیاء دراصل ایک ہی ہیں یعنی تمام اشیاء کی ماہیت ایک ہے۔ بعض کا خیال یہ تھا کہ تمام چیزیں اپنے اجزاء کے اعتبار سے ایک ہیں اور بعض یہ بھی کہتے تھے کہ تمام چیزیں اپنے جوہر اور ذات کے اعتبار سے بھی ایک ہیں' مثال کے طور پر انسان کو پتھروں کے مقابلے میں جو فضلیت حاصل ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ جمادات کے مقابلے میں علت اولیٰ سے ایک درجہ زیادہ قریب ہے لیکن اس قرب سے اسے جمادات پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوتی۔

بعض کا خیال ہے کہ حقیقی وجود صرف علت اولیٰ کا ہے' اس لئے کہ وہ اپنے وجود کے لئے کسی اور کا محتاج نہیں جبکہ دوسری تمام اشیاء اس کی محتاج ہیں اور جو چیز اپنے وجود کے لئے دوسرے کی محتاج ہے اس کا وجد خواب کی طرح غیر حقیقی ہے اور موجود حقیقی صرف واحد اول ہے۔

لفظ صوفی کی ابتدا

یہی رائے صوفیوں یعنی حکیموں کی بھی تھی کیونکہ یونانی زبان میں صوف' حکمت و دانائی کو کہتے ہیں اور اسی لفظ سے فلسفی (فیلا سوفوئی) بنا ہے جس کے معنی ہیں 'عقل دوست' یا محبّ حکمت۔ جب بعض مسلمانوں نے ان فلسفیوں کے نظریات سے ملتے جلتے نظریات کو اپنایا تو ساتھ میں ان کے نام کو اختیار کر لیا۔ بعض لوگ جو اس لفظ کے صحیح معنی سے واقف نہیں تھے، غلطی سے اِسے عربی لفظ صفہ کا مترادف سمجھ بیٹھے اور ان صوفیوں کو حضرت محمدؐ کے اصحاب صفہ تصور کر لیا۔ پھر بعد کے زمانے میں اس میں تحریف ہوئی، اس کی وجہ سے اسے صوف (بھیڑوں کی اون) کا مشتق سمجھا جانے لگا۔ ابوالفتح البوسطی نے اس غلطی کا ازالہ کرنے کی قابل تعریف کوشش کی۔ وہ کہتا ہے: ''سلف سے لوگوں میں لفظ صوفی کے معنوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں اختلاف چلا آتا ہے اور اسے صوف (اون) کا مشتق سمجھا جاتا رہا ہے لیکن میرے نزدیک اس کا مطلب' پاکباز نوجوان ہے۔ (صافی نوجوان) یہی لفظ صافی بگڑ کر صوفی ہوگیا اور اپنے موجودہ معنی میں اس کا اطلاق مفکرین کے ایک مخصوص طبقے یعنی صوفیوں پر ہونے لگا۔ مزید برآں یونانیوں کا یہ بھی خیال تھا کہ تمام موجودات' ایک ہی چیز یا شے ہے اور یہ درحقیقت وہ مختلف شکلیں ہیں جن میں علت اولیٰ ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہ علت اولیٰ کی قوت موجودات کے مختلف اجزاء میں مختلف احوال کے ساتھ موجود ہے۔ اسی لئے دنیا کے مظاہر اپنی حقیقت میں ایک ہونے کے باوجود اتنے متنوع اور گوناگوں ہیں۔

بعض یونانیوں کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص پوری طرح علت اولیٰ کی طرف متوجہ ہوجائے اور یہ کوشش کرے کہ وہ اس کے مماثل ہوجائے تو درمیانی مراحل سے گزر کر جن کے دوران تمام رکاوٹیں اور کثافتیں دور ہوجاتی ہیں' وہ پوری طرح علت اولیٰ سے ہم آہنگ وہم کنار ہوجاتا ہے۔

اس امر میں صوفیا کے خیالات بھی یہی ہیں۔

نفوس وارواح کے بارے میں یونانیوں کا خیال یہ ہے کہ وہ بدن میں داخل ہونے سے پہلے بھی موجود ہوتے ہیں۔ ان کا شمار کیا جاسکتا ہے۔ وہ جماعتوں کی صورت میں ہوتے ہیں اور ان کو باہم ایک دوسرے سے نسبت ہوتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو جانتے ہوئے بھی انجان بنے رہتے ہیں اور اجسام کے اندر قیام کے دوران وہ اپنے اعمال سے وہ مقام حاصل کر لیتے ہیں جس پر بدن سے جدا ہونے کے بعد انہیں فائز ہونا اور دنیا پر مختلف انداز سے حکمرانی کرنا ہے۔ اسی لیے یونانی' ارواح کا دیوتا کہتے تھے اور ان کے نام پر عبادت گاہیں بنواتے اور قربانیاں دیتے تھے۔

یونانی ہر مقتدر اور قابل احترام چیز کو دیوتا کہتے تھے اور یونانیوں ہی پر موقوف نہیں بہت سی دوسری قوموں کا بھی یہی حال ہے اور بعض قومیں تو اس معاملے میں یہاں تک بڑھ گئی ہیں کہ پہاڑوں اور سمندروں وغیرہ کو بھی دیوتا یا خدا کے نام سے پکارتی ہیں۔ لیکن اپنے مخصوص مفہوم میں یونانی اس لفظ کو علت اولیٰ' فرشتوں اور روحوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اس لفظ کو ایک اور شے کے حق میں' جس کو افلاطون نے ''سیکینات'' سے تعبیر کیا ہے' بھی استعمال کرتے ہیں لیکن مترجمین کی عبارت سے اس لفظ کا مطلب واضح نہیں ہوسکا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں یہ نام تو معلوم ہے اس کے معنی معلوم نہیں ہیں۔

عربی' عبرانی اور سریانی زبانوں میں ''خدا'' کے نام مختلف ہیں

ان الفاظ میں سے بعض ایسے ہیں جو ایک مذہب کے ماننے والوں کے مکروہ اور ناپسندیدہ ہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مذہب والوں کے لیے محترم اور پسندیدہ ہیں، چنانچہ یہ الفاظ ایک زبان میں جائز ہیں لیکن دوسری زبان میں متروک ہیں۔ مثلاً ''تالہ'' کا لفظ ان الفاظ میں سے ہے جو مسلمانوں کے کانوں پر گراں گزرتے ہیں۔ اگر عربی زبان میں لفظ خدا کے استعمال پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ تمام نام جن سے ''حق محض'' کو موسوم کیا جاتا ہے غیر حق کے لئے بھی استعمال کئے جاتے ہیں سوائے لفظ 'اللہ' کے جو صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کا اسم اعظم کہلاتا ہے۔

عبرانی اور سریانی زبانوں میں جن میں قرآن سے قبل کے صحیفے نازل ہوئے تھے نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تورات اور اس میں شامل دوسری کتابوں میں اللہ کے معنوں میں ''رب'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو اضافت کے ساتھ کسی اور چیز کے ساتھ دوسرے معنوں میں استعمال نہیں کیا جاتا اور ہم رب البیت یا رب المال (یعنی مکان کا رب اور مال کا رب) نہیں کہہ سکتے جو عربی زبان میں جائز ہے۔ اسی طرح باپ اور 'بیٹا' کے الفاظ ہیں۔ اسلام ان کا الفاظ کا استعمال خدا کے معنوں میں جائز نہیں رکھتا کیونکہ عربی میں ولد (بیٹا) ہمیشہ ابن کے معنی دیتا ہے اور ولد کے متعلقات یعنی والدین اور ولادت' جو اس کے وجود میں آنے کے لئے ضروری ہیں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ولد خود ایک مخلوق ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا لفظ خلاق عالم کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا۔ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس کے لئے بڑی گنجائش ہے۔ اسی طرح ان زبانوں میں لفظ (باپ) کہہ کر کسی کو مخاطب کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو ''جناب'' کہہ کر مخاطب کیا جارہا ہے۔ عیسائیوں کے یہاں ''باپ'' اور بیٹے کے الفاظ جزو ایمان بن گئے ہیں اور جو شخص ''باپ'' اور ''بیٹے'' کا قائل نہیں وہ عیسائیت سے خارج ہے۔ بیٹا ان کے ہاں خصوصیت کے ساتھ عیسیٰؑ کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن اسے عام معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

(اس کے بعد البیرونی نے فرقہ منانیہ کے خیالات اور فلسفے سے بحث کی ہے اور اس کے بعد ہندوؤں کے خیالات کو بیان کیا ہے)۔

پڑھے لکھے ہندو تمام موجودات کو ایک شے مانتے ہیں

پڑھے لکھے ہندو خدا سے انسانی صفات منسوب نہیں کرتے لیکن ہندو عوام اور وہ لوگ جو فروعات میں زیادہ الجھے ہوئے ہیں اس معاملے میں بہت زیادہ غلو سے کام لیتے ہیں اور ہم نے اب تک جو کچھ بیان کیا ہے اس سے آگے بڑھ کر بیوی' بیٹا' بیٹی' حمل رہنا' بچہ جننا اور اسی قسم کے دوسرے فطری اعمال کو بھی خدا سے منسوب کرتے ہیں اور ان کے ذکر میں نامعقول اور بے ہودہ الفاظ کے استعمال سے گریز نہیں کرتے۔ بہر حال ان عوام اور ان کے نظریات کا کوئی اعتبار نہیں حالانکہ یہ تعداد میں بہت زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ہندو مذہب کا اصل طریقہ وہ ہے جس پر برہمن ایمان رکھتے اور عمل کرتے ہیں۔ دین کی حفاظت اور اس کو قائم رکھنے کی خدمت ان ہی کے سپرد ہے۔ اس لئے ہم برہمنوں کے معتقدات ہی کو بیان کرتے ہیں۔

پُرش

وہ ہندو جو رموز کی جگہ واضح تعریفات کے قائل ہیں نفس کو "پُرش" کہتے ہیں جس کے معنی "مرد" ہیں اس لئے کہ موجودات میں زندہ عنصر صرف نفس ہے اور یہ لوگ نفس کو صرف ایک ہی وصف یعنی زندگی سے متصف کرتے ہیں۔ وہ اسے بیک وقت عالم اور بے خبری کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالفعل بے خبر اور بالقوہ عالم ہے اور علم کا اکتساب کرتا ہے۔ اس کی لاعلمی فعل کے واقع ہونے کا سبب ہے اور علم فعل کے ختم ہونے کا سبب ہے۔

اویکت

نفس کے بعد مطلق مادہ یعنی مجرد ہیولیٰ ہے جسے ہندو اویکت یعنی بے صورت کہتے ہیں۔ یہ بے جان ہے اور اس میں بالقوہ تو تیں موجود ہیں جن کو ستو رَج اور تم کہتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ بدھوؤں نے اپنے تمینہ پیرووں کے لئے ان کو بُدھ دھرم اور سنگھ سے تعبیر کیا ہے جن کے معنی عقل، دین اور جہل کے ہیں۔ پہلی طاقت راحت اور خیر ہے اور اس کا اثر پیدا ہونا اور بڑھنا ہے۔ دوسری قوت محنت اور تھکن ہے۔ اس سے ثبات و بقا کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لئے پہلی قوت فرشتوں سے، دوسری انسانوں سے اور تیسری بہائم سے منسوب ہے۔ قبل، بعد اور پھر کے الفاظ ان کے سیاق کو ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے زمانے کو ظاہر کرنے کے لئے مناسب الفاظ موجود نہیں ہیں۔

ویکتی اور پرکرتی

مادہ جو مختلف صورتوں اور تین ابتدائی قوتوں کے ساتھ موجود ہے "ویکتی" یعنی "صورت دار" کہلاتا ہے اور مجرد ہیولیٰ اور صورت دار مادے کے مجموعے کو "پرکوتی" کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح یعنی پرکرت ہمارے لئے بیکار ہے کیونکہ ہم مادہ محض کا ذکر کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہ اصطلاح یعنی پرکرت ہمارے لئے بیکار ہے کیونکہ ہم مادہ محض کا ذکر کرنا نہیں چاہتے، لفظ مادہ ادائے مطلب کے لئے کافی ہے کیونکہ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر نہیں پایا جاتا۔

اہنکار

اس کے بعد زاج یا طبیعت ہے جسے ہندو "اہنکار" کہتے ہیں۔ یہ لفظ غالب آنا، ارتقاء پذیر ہونا اور خودنمائی کے مفہوم کو ادا کرتا ہے کیونکہ مادہ جب صورت پذیر ہوتا ہے تو اشیاء کی نئی شکلیں پیدا ہونے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب ہوتا ہے اور بڑھنا یا اگنا سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ دوسری چیز بدل کر اگنے والی چیز میں جذب ہو جائے۔ گویا یہ تبدیلی ایک طرح سے مزاج یا طبیعت کا بدلنے والی چیز پر غلبہ پالینا ہے۔

مہا بھوت

ہر مرکب ایسے مفردات سے ترکیب پا کر بنتا ہے جو تحلیل ہو کر پھر اپنی مفرد حالت میں عود کر آتے ہیں۔ کائنات میں موجودات کلیہ پانچ ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ عناصر آسمان، ہوا، آگ، پانی اور مٹی ہیں۔ انہیں وہ مہا بھوت یا بڑی طبیعتیں کہتے ہیں۔ ہندو آگ کو دوسرے لوگوں کی طرح ایتھر (Ether) کی تہہ کے پاس، ایک گرم خشک جسم تصور نہیں کرتے بلکہ وہ آگ سے وہ عام آگ مراد لیتے ہیں جو دھوئیں کے جل اٹھنے سے پیدا ہوتی ہے۔

پنچ ماتر

یہ عناصر جن مفردات سے مرکب ہیں انہیں پنچ ماتر یعنی اُمہات خمسہ کہتے ہیں۔ وہ ان کو افعال حواس کہتے ہیں۔ آسمان کا مفرد جزو شبد ہے یعنی وہ جسے سنا جا سکے۔ ہوا کا مفرد جزو ''سپرش'' ہے، یعنی وہ جسے چھوا جا سکے۔ آگ کا مفرد جزو ''روپ'' ہے یعنی وہ جو دکھائی دے۔ پانی کا مفرد جزو ''رس'' ہے یعنی جو چکھا جا سکے اور زمین کا مفرد جزو ''گندھ'' ہے یعنی جو سونگھا جا سکے۔ مہا بھوت عناصر (یعنی زمین، پانی وغیرہ) میں سے ہر ایک میں اس سے منسوب پنچ ماتر کے خواص کے علاوہ مہا بھوت عناصر کے اپنے خواص بھی، جن کا ذکر اس سے قبل کیا جا چکا ہے، موجود ہوتے ہیں یعنی مٹی میں پانچوں خواص ہوتے ہیں۔ پانی میں بو کے علاوہ سب خواص موجود ہیں۔ آگ میں بو اور مزہ دو کی کمی ہے۔ ہوا میں بو، مزہ اور رنگ موجود نہیں اور آسمان میں بو، مزہ، گندھ اور لمس کی کمی ہے یعنی وہ پانچ میں سے صرف ایک کیفیت یا خاصیت کا حامل ہے۔ ان تمام چیزوں کا جن کا ہم یہاں تک ذکر کر چکے ہیں، کا مرکب یا مجموعہ حیوان ہے۔ ہندو نباتات کو بھی حیوانات ہی کی ایک قسم سمجھتے ہیں جیسا کہ افلاطون کا خیال ہے کہ پودوں میں حس ہے جس سے وہ مفید اور مضر کے درمیان تمیز کرتے ہیں اور حیوان اس حس کی وجہ ہی سے حیوان ہے اور حس ہی حیوان و جماد کے درمیان مابہ الامتیاز ہے۔

اندریاں

حواس پانچ ہیں اور ان کا نام اندریاں ہے۔ حواس یہ ہیں: کان سے سننا، آنکھ سے دیکھنا، ناک سے سونگھنا، زبان سے چکھنا اور جلد سے چھونا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَن

ان کے بعد ارادہ ہے جو حواس سے مختلف کام لیتا ہے۔ ارادے کا مسکن دل ہے اسی لئے اس کو "من" کہا جاتا ہے۔

کرمیندریاں

حیوانی طبیعت کی تکمیل پانچ افعال ضروریہ سے ہوتی ہے جنہیں کرمیندریاں (کرم اندریاں) یعنی حواس فعلی کہتے ہیں۔ ابتدائی حواس سے علم و عرفان حاصل ہوتا ہے اور ثانوی سے افعال و اعمال۔ ہم نے ان کا نام "ضروریات" رکھ دیا ہے۔ یہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ انسان کو جو مختلف حاجتیں پیش آتی ہیں ان کے لئے آواز نکالنا۔

۲۔ کھینچنے یا ڈھلنے کے لئے طاقت سے ہاتھ بڑھانا۔

۳۔ کسی چیز سے ملنے یا دور بھاگنے کے لئے پیروں سے چلنا۔

۴، ۵۔ غذا کے فضلے کا دو مقررہ راستوں سے باہر نکالنا۔

ان کی مجموعی تعداد پچیس ہے اور ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱۔ نفس کلیہ

۲۔ مجرد ہیولیٰ

۳۔ متشکل مادہ

۴۔ غلبہ پانے والی طبیعت

۵۔۹ امہات مفردہ

۱۰۔۱۴۔ ابتدائی عناصر

۱۵۔۱۹۔ حواس مدرکہ

۲۰۔ رہنما ارادہ

۲۱۔۲۵۔ ضروریات لازمیہ

ان سب کے مجموعے کو "تتو" کہتے ہیں اور تمام علوم ان ہی میں محدود ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴

فعل کا سبب نیز روح اور جسم کا اتصال

جسم سے مل جانے کی متمنی روح، دوسری روحوں کے واسطے سے، بدن سے مل جاتی ہے

ارادی افعال کسی حیوان کے بدن سے اس وقت تک ظہور میں نہیں آتے جب تک بدن زندہ نہ ہو اور ذی حیات روح کے ساتھ متصل نہ ہو۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ نفس نہ صرف اپنی ذات سے بلکہ اس ذات کے نیچے جو مادی سطح ہے اس سے بھی ناواقف ہے اور وہ جو کچھ نہیں جانتا اس کو جاننے کا متمنی ہے اور سمجھتا ہے کہ مادے کے بغیر اس کا وجود ممکن نہیں۔ اس لئے وہ خیر یعنی بقا کا متمنی ہو کر اپنے سے پوشیدہ باتوں کو جاننے کی خواہش میں مادے کے ساتھ مل جانے کے لئے تیار ہوتا ہے لیکن کثافت اور لطافت کا خصوصاً اس حالت میں جب دونوں اپنی اپنی انتہا پر ہوں، ایسے واسطوں کے بغیر جو دونوں سے مناسبت رکھتے ہوں ایک دوسرے سے مل جانا محال ہے۔ مثال کے طور پر آگ اور پانی کے درمیان، جو اپنی کیفیات کے اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہیں ہوا ایک واسطہ ہے کیونکہ ہوا آگ سے لطافت میں اور پانی سے کثافت میں مناسبت رکھتی ہے اور اس واسطے سے دونوں کے اختلاط کو ممکن بنا دیتی ہے۔ لیکن جسم اور ناجسم کے درمیان جو مغائرت ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی مغائرت نہیں ہے۔ اس لئے نفس کی خواہش اس قسم کے واسطوں کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔ یہ واسطے وہ روحیں ہیں جو بھورلوک، بھوورلوک اور سورلوک کی دنیاؤں میں امہات بسیط سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہندوؤں نے ان ارواح کا نام اجسام لطیفہ رکھا ہے تا کہ انہیں کثیف بدنوں سے جو پانچ عناصر سے حیات حاصل کرتے ہیں، ممیز رکھا جا سکے جبکہ روح ان اجسام پر بلندی سے اس طرح طلوع ہوتی ہے جیسے آفتاب زمین پر۔ روح ان اجسام کو ایک واسطے یا ہیولے کے طور پر استعمال کرتی ہے جس طرح سورج ایک ہی صورت اپنے مقابل رکھے ہوئے آئینوں یا پانیوں میں ایک ہی طرح منعکس اور جلوہ گر ہوتا ہے اور اس کی گرمی اور روشنی کا اثر سب پر یکساں ہوتا ہے۔ اسی طرح روح بھی ان واسطوں کو جن سے وہ متحد ہو جاتی ہے، متاثر کرتی ہے اور ان کو اپنی سواری کے طور پر استعمال کرتی ہے یعنی ان میں وہی اوصاف وشمائل پیدا کر دیتی ہے جس کی وہ خود حامل ہے۔ اس طرح نفس کے افعال کا سبب یہی ہے جو سطور بالا میں مذکور ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادہ روح سے مل جانے کا مشتاق ہوتا ہے

اس کے برعکس، سبب اسفل، جو مادے سے ظہور پذیر ہوتا ہے یہ ہے کہ مادہ کمال کا طلبگار رہتا ہے اور ہر نسبتاً کم اچھی چیز پر بہتر سے بہتر کو اپناتا ہوا کمال کی منزل کی طرف گامزن رہتا ہے۔ مادے کی طبیعت میں جو خودنمائی اور کمال کی امنگ ہے، یہ اس شخص پر جسے یہ تعلیم دیتا ہے، امکانات کی تمام انواع کو ظاہر کر دیتی اور نفس کو نباتات اور حیوانات کی تمام انواع میں گردش کراتی رہتی ہے۔

سانکھیا مکتب فکر کے مفکرین مادے کو فعل کا سبب متصور کرتے ہیں

سانکھیا کی کتاب میں فعل کا سبب مادے کو بتایا گیا ہے کیونکہ جن اشکال میں مادہ ظہور پذیر ہوتا ہے، ان کا فرق تین ابتدائی قوتوں پر منحصر ہے اور ان میں سب سے ایک یا دو کے غلبے کی وجہ سے رونما ہوتا ہے۔ یہ تین قوتیں ملکوتی، بشری اور حیوانی ہیں اور ان قوتوں کا تعلق مادے سے ہے روح سے نہیں۔ روح کا کام ایک تماشائی کی طرح مادے کے افعال کو معلوم کرنا ہے، ایک ایسے مسافر کی طرح جو تھوڑی دیر کو دم لینے کے لئے کسی گاؤں میں ٹھہر گیا ہو۔ گاؤں کے لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہیں۔ مسافر ان کو دیکھتا ہے اور گاؤں والوں کے کام میں شریک نہ ہونے کے باوجود ان کاموں میں سے بعض کو پسند اور بعض کو ناپسند کرتا ہے اور ان سے سبق حاصل کرتا ہے۔ اس طرح وہ کام نہ کرتے ہوئے بھی مصروف رہتا ہے اور دریافت حال کا سبب نہ ہونے کے باوجود دریافت حال میں مصروف رہتا ہے۔

ہندوؤں کا کہنا ہے کہ روح کی کیفیت بارش کے پانی جیسی ہے جو آسمان سے ہمیشہ ایک ہی انداز میں زمین پر برستا ہے۔ لیکن اگر اسے سونے، چاندی، شیشے، مٹی اور پتھروں کی مختلف اقسام سے بنے ہوئے برتنوں میں جمع کر لیا جائے تو اس کی شکل، مزہ اور خوشبو میں فرق آ جاتا ہے۔ اسی طرح روح بھی مادہ سے مل کر اس میں زندگی پیدا کرنے کے علاوہ اس پر اور کچھ اثر نہیں کرتی۔ پھر جب مادہ سے افعال صادر ہونے لگتے ہیں تو ان افعال میں تینوں قوتوں میں غالب قوت اور دوسری دو کمزور قوتوں کے تعاون کی نسبت اور مقدار کے مطابق فرق ہوتا ہے۔ یہ تعاون مختلف شکلوں میں ہوتا ہے، ان کی ایک شکل روشنی کے ظہور میں تازہ تیل، خشک بتی اور دھواں دینے والی آگ کا تعاون ہے۔ مادے میں روح کی مثال گاڑی میں بیٹھے سوار کی سی ہے اور حواس اس کے خادم ہیں جو سوار کے اشارے کے مطابق گاڑی کو چلاتے ہیں۔ اس روح کی رہنمائی عقل کرتی ہے جو خدا کی طرف سے اس رہنمائی پر مامور کی گئی ہے۔ اس عقل کی تعریف ان لوگوں نے یہ کی ہے کہ عقل وہ چیز ہے جس سے اشیاء کی حقیقت کا ادراک ہوتا ہے جس کے ذریعے معرفت الٰہی تک اور ایسے افعال تک رسائی ہوتی ہے جنہیں سب پسند کرتے اور مستحسن گردانتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحوں کی حالت اور دنیا میں ان کا آواگون

جس طرح کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسلام کی علامت' تثلیث' عیسائیت کی علامت اور سبت کی تقریب یہودیت کی علامت ہے اسی طرح تناسخ کا عقیدہ ہندو مذہب کی پہچان ہے اور جو شخص تناسخ پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہندو نہیں اور اسے ہندوؤں میں شمار نہیں کیا جاتا۔

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ روح جب تک شعور مطلق کو نہیں پالیتی اس وقت تک اشیاء کی کلیت کو بلاتوقف یا فی الفور نہیں جان سکتی اور اس کے لئے اسے جزئیات کا پتہ لگانے اور ممکنات کا کھوج کرنے کی ضرورت رہتی ہے۔ محدود ہونے کے باوجود یہ ممکنات بہت زیادہ ہیں اور ان کی اتنی بڑی تعداد سے واقفیت بہم پہنچانے کے لئے ایک طویل مدت درکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روح کے پاس علم حاصل کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں کہ وہ افراد و انواع اور ان کے افعال و کوائف کا مشاہدہ کرتی رہے۔ اس مشاہدے ہی سے اسے ہر ایک کے بارے میں تجربہ اور نیا علم حاصل ہوتا رہتا ہے لیکن افعال' تین بنیادی قوتوں کے تناسب کے فرق کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ دنیا تدبیر سے بالکل خالی نہیں ہے اور کوئی ہستی اس کی باگ تھامے اسے ایک واضح سمت میں لیے جا رہی ہے۔ چنانچہ ہمیشہ باقی رہنے والی ارواح' اپنے افعال کی اچھائی یا برائی کے مطابق فنا ہو جانے والے جسموں میں آتی جاتی رہتی ہیں۔ اس آواگون کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان کا آنا جانا ثواب میں ہے تو وہ نیکی کی طرف متوجہ رہیں گی اور وہ اسے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی تمنائی ہوں گی اور اگر یہ آواگون عذاب کی بنا پر ہے تو وہ برائی اور مکروہات کی طرف متوجہ رہیں گی اور ان سے دور رہنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گی۔

روحوں کا یہ آواگون ادنیٰ درجے سے اعلیٰ درجے کی طرف ہوتا ہے' اس کے برعکس نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ میں ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں شامل رہتے ہیں۔ اعلیٰ اور ادنیٰ مدارج کا اختلاف' افعال کا اختلاف اور فرق کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس کا انحصار ان کے مزاج اور اجزائے ترکیبی کی کیت اور کیفیت کے مقدار کے فرق پر ہے۔

آواگون کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک روح اور مادہ دونوں پوری طرح اپنا مقصود حاصل نہیں کر لیتے۔ ادنیٰ یعنی مادے کے معاملے میں مقصد کا حصول یہ ہے کہ مادے میں جو صورت ہے وہ فنا ہو جائے اور صرف وہی تمثال یا تشکل باقی رہے جو پسندیدہ ہے۔ اعلیٰ کے معاملے میں یہ مقصود اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ رُوح کو وہ باتیں جاننے کا جن کو وہ نہیں جانتی' شوق باقی نہیں رہتا کیونکہ اب اسے اپنی ذاتی شرافت اور اپنے الگ وجود کا یقین ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مادے کی کم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوادی اور اس کی صورتوں کی ناپائیداری کا احساس ہو جانے کی وجہ سے یہ مادے سے بھی بے نیاز ہوتا ہے اور اس کی کھوکھلی اور بے حقیقت لذتوں سے بھی، اس کے بعد روح مادے سے منہ موڑ لیتی ہے' اس کے درمیان رابطے ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ ان کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے اور روح اپنے ساتھ علم کی مسرت لئے اپنے منبع کی طرف واپس آ جاتی ہے اور جس طرح تل کے دانے کے خواص اس سے نکلنے والے تیل میں سرایت کر جاتے ہیں اور اس سے جدا نہیں ہوتے اسی طرح عاقل؛ عقل اور معقول باہم متحد ہو کر ایک جان ہو جاتے ہیں۔

ہمارا اب یہ فرض ہے کہ ہم اس موضوع کے متعلق ان کی کتابوں سے ضروری اقتباسات اور دوسری قوموں کی کتابوں سے اس سے ملتے جلتے اقوال یا افکار یہاں پیش کریں یہ کہہ کر البیرونی نے گیتا اور ہندوؤں کے دوسرے صحیفوں سے چند اقتباسات پیش کیے ہیں۔ ساتھ ہی یونانیوں کے بعض مماثل افکار کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور سقراط کی تصنیف ''نائیڈو'' کے بعض اقتباسات بھی نقل کئے ہیں)۔

صوفیوں کا قول

ان صوفیا کا بھی یہی مسلک ہے جو یہ کہتے ہیں کہ دنیا خوابیدہ روح اور آخرت بیدار روح ہے۔ وہ بعض مقامات سماوی مثلاً عرش اور کرسی (جن کا ذکر قرآن میں ہے) میں حق کا حلول کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ بعض دوسرے صوفیا ساری دنیا میں حق کو جاری وساری سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک نہ صرف حیوانات ونباتات بلکہ جمادات تک میں حق حلول کئے ہوئے ہے اور جسے وہ نفس وآفاق میں ذات الٰہی کی جلوہ گری سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب وہ حلول الٰہی کے قائل ہیں تو ان کے نزدیک اواگون کے ذریعے روحوں کا بار بار مختلف جسموں میں آتے جاتے رہنا کوئی بڑی بات نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ٦

مختلف دنیائیں اور مقاماتِ جزا و سزا یعنی جنت اور دوزخ

ہندو دنیا کو ''لوک'' کہتے ہیں اس کو ابتدائی طور پر اعلیٰ، ادنیٰ اور درمیانی دنیاؤں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ عالمِ اعلیٰ کو ''سوور لوک'' کہا جاتا ہے جس کا مطلب جنت ہے۔ عالم ادنیٰ کو ''ناگ لوک'' یا سانپوں کی دنیا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دوزخ ہے اور اس کا ایک نام ''نرلوک'' بھی ہے۔ اس کو بعض اوقات پاتال یا سب سے نیچی دنیا بھی کہا جاتا ہے۔ درمیانی دنیا' جس میں ہم رہتے ہیں' مدھیہ لوک اور منش لوک یا انسانوں کی دنیا کہلاتی ہے یہ دنیا کمانے کے لئے ہے، عالم اعلیٰ ثواب کے لئے اور عالم ادنیٰ عذاب کے لئے ہے۔ اعمال کی جزا یا سزا پانے کے لئے جو لوگ ''سوور لوک'' یا ''ناگ لوک'' میں آتے ہیں ایک مقررہ مدت تک جو ان کے اعمال کی مدت کے برابر ہوتی ہے' اپنے عمل کی جزا یا سزا پاتے ہیں لیکن ان دونوں دنیاؤں میں صرف روح رہتی ہے' (جسم درمیانی دنیا یا مدھیہ لوک ہی میں رہ جاتے ہیں)۔

ایسے لوگوں کے لئے جو نہ جنت میں جانے کے لائق ہیں اور نہ دوزخ میں' ایک دوسرا لوک ہے جسے ''ترِیگ لوک'' کہتے ہیں اور یہ لوک یا دنیا دراصل بے عقل حیوانات یا نباتات کی دنیا ہے جس کے جسموں میں آواگون کے عمل کے مطابق روح آتی جاتی رہتی ہے اور نباتی دنیا کی ادنیٰ ترین انواع کے مرتبے سے ترقی کرتی ہوئی حسی دنیا کے اعلیٰ ترین مرتبے تک پہنچ جاتی ہے۔ اس دنیا میں روح کا قیام ان دو وجہوں میں سے کسی ایک کی بنا پر ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ روح جزا یا سزا کی مستحق ہے۔ وہ اسے جنت میں لے جانے یا دوزخ میں دھکیلنے کے لئے ناکافی ہے یا اس وجہ سے کہ روح دوزخ سے واپس آتی ہے کیونکہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ جنت سے دنیا کی طرف آنے والی روح انسانی قالب اختیار کر لیتی ہے اور دوزخ سے آنے والی روح پہلے نباتات میں حلول کرتی ہے اور اس کے بعد جا کر کہیں انسانی شکل میں آتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وشنوپُران سے اقتباس

ہندوؤں نے اپنی روایات میں دوزخوں کی تعداد، صفات اور نام بہت بڑی تعداد میں بیان کئے ہیں۔ ہر ہر گناہ کے لئے الگ الگ دوزخ ہے۔ ''وشنوپُران'' کے مطابق ان کی تعداد اٹھاسی ہزار ہے۔ (البیرونی نے اس کتاب سے مختلف قسم کے گناہوں اور ان کے لئے مقرر دوزخوں کے بارے میں اقتباسات پیش کئے ہیں)۔ ایسے گناہوں میں جھوٹی گواہی، معصوم کا قتل، گائے کُشی، برہمنوں کا اپنی بہن یا بہو سے زنا، ویدوں اور پرانوں کی بے حرمتی، والدین کے حقوق کی عدم ادائیگی، چاقو سازی، مرغ، بلی اور سور پالنا، درختوں کو کاٹنا اور مقررہ رسوم سے انحراف وغیرہ شامل ہیں۔ البیرونی نے آگے چل کر وضاحت کی ہے کہ اس نے ان گناہوں کی فہرست اس لئے پیش کی ہے کہ اس سے یہ اندازہ ہو جائے کہ ہندو کن افعال کو گناہ سمجھتے ہیں۔ بعض ہندوؤں کا خیال ہے کہ درمیانی دنیا جو کمانے کے لئے ہے انسانی دنیا ہے اور ان کے خیال میں انسان کی اس دنیا میں آمد و رفت کا سبب یہ ہے کہ اس کو اعمال کی جو جزا دی گئی ہے اور وہ اسے جنت تک رسائی نہیں دلا سکتی لیکن اس طرح وہ دوزخ سے بچ جاتے ہیں۔ وہ جنت کو ایک ایسا اعلیٰ مقام سمجھتے ہیں جہاں وہ اپنے نیک کاموں کے صلے میں ایک مدت کے لئے مسرت و سعادت کی حالت میں رہیں گے۔ اس کے برعکس نباتات و حیوانات کی شکلوں میں آواگون کو انسانیت سے کم مرتبہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک سزا ہے جس کے مستحق وہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہ عقیدہ رکھنے والے لوگ انسانیت کے مرتبہ سے اس طرح گر جانے کے علاوہ کسی اور چیز کو دوزخ نہیں سمجھتے۔

تناسخ یا آواگون کے اخلاقی اصول

عذاب و ثواب اور آواگون کے یہ تمام مدارج طے کرنا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ مادے کی بندشوں سے چھٹکارا پانے کے لئے اکثر اس کا سیدھا طریق جو یقینی علم تک پہنچاتا ہے، اختیار نہیں کیا جاتا بلکہ قیاسی طریقے دوسروں کی تقلید کے طور پر اپنا لئے جاتے ہیں۔ انسان کا کوئی عمل، خواہ وہ سب سے آخر کا ہو، ضائع نہیں ہوگا۔ اس کے اچھے اور بُرے کاموں کا حساب کتاب ہوتے وقت ہر ہر عمل کا حساب لیا جائے گا۔ لیکن جزا یا سزا، ان کاموں کی نسبت سے نہیں بلکہ جس نیت سے وہ کام کیا گیا ہے اس کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کو اپنے ان کاموں کا بدلہ یا تو اسی شکل میں ملے گا جس میں وہ اس وقت ہے یا پھر ان شکلوں میں آمد و رفت کی صورت میں جن میں اس کی روح اس کے انسانی جسم سے نکل کر داخل ہو گی یا پھر وہ ایک درمیانی شکل میں رہے گی یعنی موجودہ جسم سے نکلنے کے بعد دوسرے جسم میں داخل ہونے سے پہلے کی درمیانی حالت میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سانکھیا نے عقیدہ تناسخ پر نکتہ چینی کی ہے

یہاں ثواب وعذاب کے مسئلہ میں ہندو عقلی استدلال کے راستے سے ہٹ گئے ہیں اور انہوں نے ثواب اور عذاب کے دونوں مقامات کے بیان میں روایتی حکایتوں کا سہارا لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ان دونوں مقامات میں بدن روح کے بغیر رہتا ہے اور اپنے اعمال کا پورا بدلہ پالینے کے بعد دوبارہ انسانی شکل میں واپس آ جاتا ہے تاکہ وہ آئندہ جنم کی تکمیل کے لئے تیار ہو جائے۔ ''سانکھیا'' کے مصنف نے اسی وجہ سے جنت کے ثواب کو اجر خیر نہیں سمجھا ہے کیونکہ یہ ثواب ابدی نہیں بلکہ ختم ہو جانے والا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں کی زندگی ہماری دنیاوی زندگی سے مشابہ ہے اور رشک وحسد سے خالی نہیں ہے اور مختلف مرتبوں اور درجوں میں بٹی ہوئی ہے جو ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اور کینہ اور حسرت مکمل مساوات کی صورت میں ہی ختم ہو سکتے ہیں۔

صوفی بھی ثواب جنت کو اجر خیر نہیں سمجھتے

صوفی بھی ثواب جنت کو اجر خیر نہیں سمجھتے لیکن ان کا ایسا کرنا ایک دوسری وجہ سے ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جنت میں روح حق کو چھوڑ کر غیر حق کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور خیر کل کے مقابلے میں ماسوا میں اس کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔

روح کے بدن کو چھوڑنے کے بارے میں عام خیال

ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق ان دو مقامات جزا میں روح غیر مجسم حالت میں قیام کرتی ہے لیکن یہ عقیدہ صرف پڑھے لکھے ہندوؤں کا ہے جو روح کو بدن سے الگ اور بے نیاز شے سمجھتے ہیں لیکن عام لوگ جو بدن کے بغیر روح کے وجود کا تصور تک نہیں کر سکتے، اس معاملے میں بالکل مختلف عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں جان کنی (نزع) کی تکلیف اس لئے ہوتی ہے کہ روح کو ایک دوسرے قالب کے تیار ہو جانے کا انتظار رہتا ہے۔ روح بدن سے اس وقت تک نہیں نکلتی جب تک اس کے لئے ایک ایسا بدن تیار نہیں ہو جاتا جس کے افعال پیٹ کے بچے یا زمین کے اندر اگتے ہوئے بیج سے مشابہت رکھتے ہوں۔ جب یہ بدن تیار ہو جاتا ہے تو روح اس بدن کو جس کے اندر وہ اب تک تھی، چھوڑ دیتی ہے۔

کچھ لوگ اس روایتی نظریے کو مانتے ہیں کہ روح کسی دوسرے قالب کا انتظار نہیں کرتی بلکہ اپنے موجودہ بدن کو اس کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے چھوڑتی ہے۔ اس اثنا میں اس کے لئے عناصر کا ایک بدن تیار کر دیا جاتا ہے۔ اس بدن کو ''آتی واہک'' کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں جلدی میں تیار کیا جانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا۔اس بدن کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ بدن پیدائش کے معمول کے عمل سے وجود میں نہیں آتا۔ اس بدن میں روح ایک سال تک نہایت تکلیف کی حالت میں رہتی ہے قطع نظر اس سے کہ یہ روح ثواب کی مستحق ہے یا عذاب کی۔ یہ ایرانیوں کے عالم برزخ سے ملتی جلتی حالت کہی جاسکتی ہے۔ ایرانی عالم برزخ اس درمیانی زمانے کو کہتے ہیں جو عمل واکتساب اور اجر ملنے کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ اسی لئے ہندوؤں کے یہاں' میت کا وارث سال بھر میت کے لئے رسمیں ادا کرتا ہے اور جو سال ختم ہونے تک جاری رہتی ہیں کیونکہ سال کے ختم ہونے پر میت اس مقام پر پہنچ جاتی ہے جو اس کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ (ان نظریات کے ثبوت میں وشنو پران سے اگلے ابواب میں اقتباسات پیش کیے گئے ہیں)۔

تناسخ کے بارے میں مسلمان مصنفین کے خیالات

ایک متکلم جس کا تناسخ کی طرف میلان ہے کہتا ہے:

''تناسخ کے چار مرتبے ہیں (۱) انتقال یعنی پیدائش کا وہ طریقہ جو نوع انسانی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں ایک شخص سے وجود دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

(۲) اس کی ضد مسخ ہو جانا ہے (یعنی اچھی صورت سے خراب صورت میں تبدیل ہونا) اور یہ بھی انسانوں کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ وہی بندروں' سوروں اور ہاتھیوں کی شکل میں مسخ کر دیئے جاتے ہیں۔

(۳) وجود کی باقی رہنے والی حالت جیسے نباتات کی لیکن یہ انتقال سے بدتر ہے کیونکہ اس میں انسان ہمیشہ ایک ہی حالت پر قائم رہتا ہے اور اس کی عمر پہاڑوں کی عمر کی طرح طویل ہے۔

(۴) منتشر ہو جانا۔ یہ نمبر ۳ کی ضد ہے اور ان نباتات سے تعلق رکھتی ہے جو تیار ہونے کے بعد توڑ یا کاٹ لی جاتی ہیں یا ان جانوروں سے جو ذبح کر دیئے جاتے ہیں اور ان کا نسلی سلسلہ باقی نہیں رہتا۔

ابو یعقوب سجزی نے اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں دعویٰ کیا ہے کہ انواع محفوظ رہتی ہیں۔ ان کا تناسخ ایک ہی نوع میں ہوتا ہے۔ ایک نوع کا تناسخ دوسری نوع میں کبھی نہیں ہوتا۔

قدیم یونانیوں کا بھی یہی خیال تھا۔

اس کے ثبوت میں سقراط کی ''نائیڈ ڈ'' کے اقتباسات اور افلاطون کے بعض نظریات البیرونی نے پیش کئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷

دنیا سے نجات پانے اور نجات کے راستے کا بیان

نفس جب دنیا کے ساتھ وابستہ ہو اور اس وابستگی کا کوئی سبب بھی ہو تو اس بندش سے نجات صرف ایک ہی صورت میں حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ ہے بندش کے سبب کے متضاد۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ جہالت اس بندش کا سبب ہے اور اس سے نجات کا واحد ذریعہ علم ہے اور علم کی بھی وہ منزل جب اشیاء کا مکمل علم، یعنی ان کی تمام جہات کا علم جن سے اشیاء کو ایک دوسرے سے الگ الگ پہچانا جاتا ہے حاصل ہو جائے اور استقراء کی حاجت نہ رہے اور تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نفس یا روح علم کی اس منزل کو پالیتا ہے کہ موجودات میں امتیاز کر سکے تو اسے اپنی ذات کا عرفان بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ یہ بھی سمجھ لیتا ہے کہ اس کی ذات کی شرافت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور مادے کی رذالت مٹ جانے والی اور تغیر پذیر ہوتی ہے۔ اس طرح وہ مادے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ وہ جس چیز کو نیکی اور مسرت سے معمور سمجھ کر اپنائے ہوئے تھا وہ دراصل بدی اور اذیت تھی۔ اس طرح اسے حقیقی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ مادے کے سراب سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اس طرح عمل یا افعال ختم ہو جاتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر آزاد ہو جاتے ہیں۔

معرفت کے بارے میں صوفیوں کے ملتے جلتے خیالات

ایسے عارف کے بارے میں جسے معرفت حاصل ہو جاتی ہے صوفیوں کے خیالات بھی اس سے ملتے جلتے ہیں۔ ان صوفیا کا خیال ہے کہ عارف کے دو روحیں ہوتی ہیں۔ ایک ابدی روح ہے جس میں کوئی تبدیلی یا تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ اس روح سے اسے غیب کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس سے کرامات صادر ہوتے ہیں۔ دوسری روح وہ بشری روح ہے جس میں تبدیلی اور ولادت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق اعضائے حسی کو کسب علم کے لئے بنایا گیا ہے اور ان سے جو حظ حاصل ہوتا ہے وہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کو تحقیق و جستجو کی تحریک ملے۔ انسانوں کو کھانے پینے سے جو لطف حاصل ہوتا ہے اس کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے قوت حاصل ہو اور وہ باقی رہے۔ اسی طرح جماع میں نوع انسانی کو باقی رکھنے کے لئے لذت پیدا کی گئی ہے۔ اگر ان دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاموں میں یہ لذت نہ رکھی گئی ہوتی تو انسان ان دو اغراض کے لئے کبھی یہ دونوں کام نہ کرتے۔

مزید برآں' ہندوؤں کے نزدیک کسی شخص کو مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی ایک کے ذریعے علم حاصل ہوتا ہے۔

(۱) الہام کے ذریعے' پیدائش کے بعد کسی وقت نہیں' بلکہ ایسے الہام سے جو پیدائش کے ساتھ ہو جاتا ہے جیسا کہ کپل رشی کو جو ماں کے پیٹ سے علم و حکمت لئے پیدا ہوئے تھے۔

(۲) ایسے الہام کے ذریعے جو ایک زمانہ گزرنے کے بعد ہوتا ہے جیسا کہ برہما کی اولاد کو ہوا تھا کہ وہ اس وقت جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔

(۳) سیکھنے سے اور کچھ وقت گزرنے کے بعد جیسے وہ سب لوگ جو سن شعور کو پہنچنے کے بعد علم سیکھتے ہیں۔

لالچ' غصہ اور جہالت موکش کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں

علم کے ذریعے نجات برائی سے بچ کر ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ برائی کی بہت سی شاخیں ہیں لیکن ہم انہیں لالچ' غصہ اور جہالت میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اگر جڑ کو کاٹ دیا جائے تو شاخیں خود بخود سوکھ جائیں گی۔ ہم پہلے لالچ اور غصے کو لیتے ہیں جو انسان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ وہ انسان کو اس دھوکے میں مبتلا رکھتے ہیں کہ کھانے پینے میں لذت اور انتقام لینے میں راحت ہے جبکہ حقیقت میں یہ دونوں چیزیں انسان کو تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہیں اور انسان کو درندوں اور چوپایوں بلکہ شیاطین و ابلیس کے مانند بنا دیتی ہیں۔

دوسری ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان عقل کی قوت کو اختیار کرے جس سے وہ اعلیٰ ترین فرشتوں جیسا ہو جاتا ہے اور تیسری ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ دنیا کے کاروبار سے منہ موڑ لے۔ دنیا کے کاروبار کو وہ اسی وقت ترک کر سکتا ہے جب وہ ان کے اسباب یعنی حرص اور غلبہ کی خواہش سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو اس سے تین ابتدائی قوتوں میں سے دوسری قوت خود بخود مغلوب ہو جاتی ہے۔ ترک عمل کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) کاہلی' تاخیر اور جہالت کے ذریعے' جو تیسری قوت ہے لیکن یہ طریقہ مستحسن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا نتیجہ خراب نکلتا ہے۔

(۲) عاقلانہ انتخاب کے ذریعے اور بہتر اور افضل کو اس کی اچھائی کے سبب ترجیح دے کر اختیار کرنے سے کیونکہ اسی طرح کا ترک عمل قابل تعریف ہے۔ ترک عمل اپنی تکمیل کو اس وقت پہنچتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب انسان ان تمام چیزوں سے علیحدہ ہو جائے جو اس کے اطمینان وسکون قلب میں فتور ڈالتی ہیں اور گوشہ نشین ہو جائے۔ اس طرح اسے اپنے حواس پر اس درجہ قدرت حاصل ہو جائے گی کہ وہ خارجی محسوسات کی طرف قطعی مائل نہ ہوں گے اور پھر ایک ایسی منزل آئے گی جب اسے اپنے علاوہ کسی دوسری چیز کے وجود کا احساس تک نہ ہوگا اور وہ اپنی تمام حرکات یہاں تک کہ تنفس کو روکنے پر بھی قادر ہو جائے گا۔ یہ بات واضح ہے کہ حریص اپنے مقصود کو حاصل کرنے کے لئے محنت کرتا ہے اور جو محنت کرتا ہے وہ تھکتا ہے اور جو تھکتا ہے وہ ہانپتا ہے۔ اس لئے ہانپنا حرص وطمع کا نتیجہ ہے۔ حرص ختم ہو جائے تو اس کے تنفس کی حالت اس آدمی کے تنفس کی سی ہو جائے گی جو سمندر کی تہہ میں رہتا ہو اور جو سانس لینے کے لئے ہوا کا محتاج نہ ہو۔ اس وقت دل ایک ہی چیز پر ٹھہر جاتا ہے اور وہ ہے نجات کی طلب اور وحدت مطلق تک رسائی۔

ہم نے اوپر جو کچھ کہا ہے اس کے لئے دھیان میں ایسا تسلسل ہونا چاہئے جس پر عدد کا اطلاق نہ ہو سکے۔ عدد کا اطلاق تکرار وقت کو ظاہر کرتا ہے اور تکرار کے لئے دھیان کے سلسلہ میں خلل پیدا ہونا لازمی آتا ہے۔ اس سے دھیان کے تسلسل میں خلل پڑتا ہے، جس چیز پر دھیان دیا جا رہا ہے اس کے ساتھ پورا لگاؤ اور اتحاد پیدا نہیں ہو پاتا اور مطلوبہ شے بذات خود فکر یا دھیان نہیں بلکہ دھیان کا تسلسل اور اتصال ہے۔

اس مقصد تک ایک قالب میں بھی رسائی ہو سکتی ہے۔ (یعنی تناسخ کے ایک ہی مرحلے میں یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے) اور متعدد قالبوں میں بھی لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان عمدہ خصلت پر قائم رہے اور اپنے نفس یا روح کو بھی اس کا اتنا خوگر بنا دے کہ وہ اس کی فطرت اور وصف بن جائے۔

ہندو مذہب کے نو احکام

عمدہ خصلت وہ ہے جس کو مذہبی احکام میں بیان کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے مذہب کے اصل اصول، فروعات کی کثرت کے باوجود، مندرجہ ذیل نو کلیات میں جمع ہیں۔

(۱) قتل مت کرو

(۲) جھوٹ مت بولو

(۳) چوری مت کرو

(۴) زنا مت کرو

(۵) ذخیرہ اندوزی نہ کرو اور مال مت جمع کرو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) پاک اور صاف رہنے کا التزام کرو

(۷) مسلسل روزہ رکھو اور موٹے جھوٹے کپڑے پہنو

(۸) تسبیح وتشکر کے ساتھ خدا کی عبادت پر قائم رہو

(۹) زبان پر لائے بغیر دل میں ہمیشہ ''اوم'' کا کلمہ دہراتے رہو جو تخلیق کا کلمہ ہے۔

جانوروں کو نہ مارنے کا حکم (نمبرا) اس عمومی حکم کا ہی ایک حصہ ہے جس میں ہر اس عمل سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے جو ایذا رساں اور نقصان دہ ہو۔ دوسروں کا سامان چرانا (نمبر۳) اور جھوٹ بولنا (نمبر۲) علاوہ اس برائی اور بے حیائی کے جوان میں ہیں، اسی حکم میں داخل ہیں۔

مال جمع کرنے سے باز رہنا (نمبر۵) محنت ومشقت کو چھڑا دیتا ہے کیونکہ جو شخص اللہ کی نعمت کے بھروسے پر رہتا ہے وہ احتیاج سے چھوٹ جاتا ہے۔ مادی غلامی سے نجات اور ابدی مسرت کا حصول دھیان کے تسلسل کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

طہارت وپاکیزگی کا اختیار کرنا (نمبر۶) بدن کی نجاست اور کثافت سے واقف ہونے اور اس بدنی نجاست سے نفرت کرنے اور پاکیزگی کی روح سے محبت کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ موٹے جھوٹے کپڑے پہن کر بدن کو تکلیف میں مبتلا کرنا (نمبر۷) بدن میں لطافت پیدا کرتا' ہوس کو کم کرتا اور حواس کو تیز کرتا ہے۔

خدا اور فرشتوں کا مسلسل اور پابندی سے دھیان کرنا دراصل ان سے ایک طرح کا ربط وتعلق پیدا کردیتا ہے۔

دوسرا حصہ: موکش کا عملی طریقہ

پاتنجلی کی کتاب میں لکھا ہے ''ہم نے نجات کے راستے کو تین حصوں میں تقسیم کردیا ہے:

۱۔ ایک قسم عملی ہے جسے ''کریالوگ'' کہتے ہیں۔ اس میں حواس کو آہستہ آہستہ اور نرمی کے ساتھ خارجی دنیا سے علیحدہ کرکے اندرون پر اس طرح مرکوز کرتا ہے کہ خدا کے علاوہ اور کسی طرف توجہ نہ ہو۔ یہ طریقہ اس شخص کے لئے ہے جو صرف ضرورت بھر چیزوں پر (جو اسے زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں) قناعت کرسکے اور اس سے زیادہ کسی چیز کی خواہش نہ کرے۔

(اس کی تائید میں وشنو دھرم اور گیتا کے متعلقہ اقتباسات نقل کئے ہیں)

۲۔ نجات کے راستے کا دوسرا حصہ ترک ہے۔ اس میں تغیر پذیر چیزوں سے نفرت کرنے لگے اور ان کی خواہش باقی نہ رہے اور ان تینوں ابتدائی قوتوں پر غلبہ حاصل ہوجائے جو اعمال اور ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کا سبب ہیں۔ اس لئے کہ جو شخص دنیا کے احوال کا صحیح علم رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ دنیا کی اچھی چیزیں حقیقت میں بُری ہیں اور ان سے حاصل ہونے والا آرام مکافات میں تکلیف سے بدل جاتا ہے اس لئے وہ ایسی چیزوں سے گریز کرتا ہے جو اُسے جنجال میں ڈالنے والی ہوں اور جن میں پھنس کر اسے اس دنیا میں اور زیادہ لمبے عرصے تک قیام کرنا پڑے۔

عبادت بحیثیت نجات کے تیسرے طریقے کے

۳۔ نجات کے راستے کا تیسرا حصہ پہلے دو حصوں کا آلہ سمجھا جانا چاہئے اور وہ ہے عبادت اور اس کا مقصد خدا سے حصول نجات کی توفیق طلب کرنا اور ایسے قالب کے لائق ہونے کی دعا کرنا ہے جو اسے مسرت و سعادت کی منزل تک پہنچا دے۔

کتاب گیتا کے مصنف نے عبادت کے فرائض کو بدن' آواز اور دل کے درمیان تقسیم کیا ہے۔

بدن کی عبادت روزہ' پوجا' مذہبی فرائض کی ادائیگی' دیوتاؤں اور برہمن علماء کی خدمت' بدن کی صفائی کسی کی بھی جان لینے سے ہر حالت میں اور مکمل پرہیز اور دوسروں کی عورتوں اور مال و اسباب پر نظر نہ ڈالنے پر مشتمل ہے۔

آواز کی عبادت مقدس کتابوں کو پڑھنا' خدا کے نام کی تسبیح پڑھنا' ہمیشہ سچ بولنا' لوگوں سے نرم کلامی، ان کی رہنمائی اور اچھے کاموں کی ہدایت کرتے رہنا ہے۔

دل کی عبادت نیت کو درست اور صاف رکھنا' بڑائی نہ جتانا' ہمیشہ تحمل اور صبر سے کام لینا' حواس کو قابو میں رکھنا اور خوش دلی ہے۔

موکش کی حقیقت

ہندوؤں کے خیال میں نجات کے معنی خدا کے ساتھ مل کر ایک ہو جانا ہے یعنی خدا کی ذات میں گم ہو جانا ہے کیونکہ ان کے خیال میں میں خدا وہ ہستی ہے جو جزا کی امید اور مخالفت کے خوف دونوں سے بے نیاز ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے جو مخلوق کے خیال اور وہم و گمان میں نہیں آسکتی۔ وہ تمام مکروہ اضداد اور پسندیدہ مماثل سے ماورا ہے اور عالم بالذات ہے۔ وہ اس طرح عالم نہیں ہوا ہے کہ اسے ان چیزوں کا جنہیں وہ پہلے سے نہ جانتا ہو بعد میں علم ہوا ہو، ہندوؤں کے نزدیک نجات یافتہ شخص کی صفات بھی یہی ہیں کیونکہ وہ تمام صفات میں اللہ کے مُشابہ اور برابر سوائے اپنی ابتدا کے معاملے میں، کیونکہ وہ ازل سے موجود نہیں ہے اور نجات سے پہلے وہ جھمیلوں کی دنیا میں تھا اور اس کو اشیائے موجود کا علم کوشش اور کسب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے حاصل ہوا تھا لیکن اس علم کی حیثیت وہم وگمان سے زیادہ نہیں تھی کیونکہ علم کا مطلوب اب بھی حجاب میں تھا لیکن اس کے برعکس عالم نجات میں تمام حجاب اٹھ جاتے' پردے ہٹ جاتے اور رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور ذات خود عالم مطلق ہو جاتی ہے اور کسی نامعلوم چیز کو جاننے کی متمنی نہیں رہتی وہ حواس کے کثیف محسوسات سے جدا ہو کر ابدی معقولات سے جاملتی ہے۔

پاتنجلی کے اقتباسات

کتاب پاتنجلی کے آخر میں جب شاگرد نے نجات کی کیفیت پوچھی تو استاد نے کہا: "اگر چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ نجات نام ہے تینوں قویٰ کے معطل ہو جانے اور اس مقام پر لوٹ جانے کا جہاں سے وہ آئے تھے اور اگر چاہو تو یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ نجات نام ہے روح کا عالم ہو جانے کے بعد خود اپنی فطرت کی طرف لوٹنے کا۔"

صوفیوں کا مسلک بھی یہی ہے

صوفیوں کا مسلک بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ کسی صوفی بزرگ سے یہ روایت منقول ہے کہ "صوفیوں کی ایک جماعت ہمارے پاس آئی' وہ لوگ ہم سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔ پھر ان میں سے ایک اٹھا اور نماز پڑھی۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوا اور بولا "حضرت کیا یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جو اس لائق ہو کہ ہم وہاں مریں۔" میں نے سوچا کہ اس کی مراد شاید سونے سے ہے، چنانچہ میں نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔ وہ وہاں گیا' پیٹھ کے بل گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ میں اٹھ کر اس کے پاس گیا اور اسے ہلایا ڈلایا لیکن وہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

صوفیوں نے قرآن کی اس آیت کا کہ "ہم نے اسے زمین پر جگہ دی۔" (پارہ ۱۸' آیت ۸۳) کی تشریح یوں کی ہے "ایسا شخص اگر چاہے تو اس کے لئے زمین خود کو لپیٹ لے' اور اگر چاہے تو پانی پر اور ہوا میں چلے' جو اس کو چلنے میں مدد دیں گے' اور اگر پہاڑ کے درمیان سے گزرنا چاہے تو پہاڑ اس کے ارادے میں مزاحم نہیں ہوں گے۔"

وہ لوگ جو سانکھیا کے مطابق موکش حاصل نہیں کر پاتے

آگے چل کر ہم ان لوگوں کا بیان کریں گے جو باوجود زبردست سعی و کوشش کے نجات کی منزل تک نہیں پہنچ پاتے۔ ایسے لوگوں کے مختلف طبقے ہیں۔

(یہاں سانکھیا کے وہ اقتباسات پیش کئے گئے ہیں جن کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو نجات کی منزل تک نہیں پہنچتے۔ بعض یونانی حکماء مثلاً امونیوس' افلاطون اور انباذقلس کا مسلک بھی نقل کیا ہے۔ پاتنجلی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریہ صوفیا کے تلاش حق (خدا) میں انجذاب کے مسلک سے مشابہ ہے۔ صوفیا کا قول ہے کہ ’’جب تک دُوئی کا اشارہ کے طور پر بھی حوالہ دیا جائے گا تو وحدت کی منزل نہ ملے گی۔ جب حق اس شے کو اپنی گرفت میں لے کر اسے مٹا دیتا ہے تو یہ حجاب یا دُوئی ختم ہو جاتی ہے۔‘‘

صوفیا کے سلسلوں میں ایسے حوالے پائے جاتے ہیں جن سے وصل بالحق کی تصدیق ہوتی ہے مثلاً جب ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ حق کیا ہے تو اس نے کہا ’’میں اُس ہستی سے کیسے ناواقف رہ سکتا ہوں جو خود میں ہوں قطع نظر اس سے کہ یہ ’’میں‘‘ صرف ذاتی ہے جہاتی نہیں۔ اگر میں اپنی ہستی کی طرف مراجعت کروں تو میں اس سے جدا ہو جاؤں گا اور اگر مجھ سے صرف نظر کیا جائے (یعنی مجھ کو پیدا کر کے دنیا میں نہ بھیجا جائے) تو میں نُور بن جاؤں گا اور وصل کا خوگر ہو جاؤں گا......‘‘ ابو یزید بُسطامی سے جب استفسار کیا گیا کہ وہ سلوک کی اس منزل پر کیسے پہنچے تو انہوں نے کہا ’’میں نے اپنی ذات کو اپنے وجود سے الگ کر دیا جیسے سانپ کینچلی کو۔ اس کے بعد جب میں نے خود کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں تو وہ (حق) ہوں۔‘‘

البیرونی نے اس بات کو صوفیا کے اس قول پر ختم کیا ہے: ’’انسان اور خدا کے درمیان اندھیرے اور اُجالے کی ہزاروں منزلیں ہیں۔ جب کوئی اندھیروں کو پار کر جاتا ہے اور نُور کے مقامات کو پا لیتا ہے تو اس کے لئے اپنے اصل حال کی طرف واپس آنا ناممکن ہو جاتا ہے۔‘‘

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۸

مخلوقات کی قسمیں اور ان کے نام

اس بات کا مضمون ایسا ہے کہ اس کو صحیح طور پر سمجھنا مشکل ہے کیونکہ ہم مسلمان اس کا مطالعہ باہر سے کرتے ہیں اور ہندو اس کو وضاحت کے ساتھ ٹھیک بیان نہیں کرتے چونکہ اس رسالے کے بعد کے ابواب کے لئے ہمیں اس کی ضرورت ہے، اس لئے اس بارے میں تادم تحریر ہم نے جو کچھ سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں لیکن پہلے کتاب سانکھیا کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔

کتاب سانکھیا کے حوالے سے مخلوقات کی مختلف قسمیں

سادھو نے کہا ''زندہ بدنوں کی کتنی انواع واقسام ہیں؟''

رشی نے جواب دیا ''ان کی تین اقسام ہیں (۱) سب سے اوپر روحانی مخلوقات (۲) درمیان میں انسان اور (۳) نیچے حیوانات۔ ان کی چودہ انواع ہیں جن میں سے آٹھ روحانی مخلوقات سے تعلق رکھتی ہیں: برہما' اندر' پرجاپتی' سومیہ' گاندھرو' یلش' راکشس اور پشاچ...... پھر پانچ انواع جانوروں کی ہیں۔ چوپائے، جنگلی جانور' پرندے' رینگنے والے اور اُگنے والے یعنی پیڑ پودے' انسان کی صرف ایک نوع ہے''

اسی کتاب کے مصنف نے ان کو دوسرے ناموں سے اس طرح شمار کیا ہے ''برہما' اندر' پرجاپتی' گاندھرو' یلش' راکشس' پتارس' پشاچ' ہندو لوگ ترتیب کا بہت کم خیال رکھتے ہیں اور تعداد بیان کرنے میں ظن وتخمین سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ ان کے یہاں ناموں کی بہتات ہے اور کیوں نہ ہو کوئی اُن کی گرفت کرنے والا ہے نہیں، اس لئے وہ جتنے نام چاہیں اختراع کر لیں۔

مصنف روحانی مخلوقات کی آٹھ قسمیں گناتا ہے

ہندوؤں کی اکثریت کا اس باب میں اجماع ہے کہ روحانی مخلوقات کی مندرجہ ذیل آٹھ قسمیں ہیں۔

(۱) دیوتا یا فرشتے: شمالی علاقہ ان کا ہے اور ان کو ہندوؤں کے ساتھ خصوصیت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زرتشت نے شیطانوں کو دیو کہہ کر شمینہ یا بدھوں کو اپنا دشمن بنا لیا تھا کیونکہ بدھوں کے نزدیک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوا علیٰ ترین اور محترم ترین ہستیاں تھیں۔ فارسی میں مجوسیوں کے زمانے سے اب تک یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دیتیہ' دانو۔ یعنی وہ جنات جو جنوب میں رہتے ہیں۔ وہ تمام لوگ جو ہندو دھرم کی مخالفت کرتے اور گائے کو ستاتے ہیں اسی دھرم میں آتے ہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ آپس میں قریبی رشتہ ہونے کے باوجود ان کا باہمی جھگڑا طے نہیں ہوتا اور لڑائیاں ختم نہیں ہوتیں۔

(۳) گاندھرو: فرشتوں کے سامنے راگ اور گانا پیش کرنے والے موسیقار اور گویے۔ ان کی رنڈیوں کو اپسرائیں کہتے ہیں۔

(۴) یلش: فرشتوں کے خزانچی۔

(۵) راکشس: بدہیئت اور کریہہ المنظر شیاطین۔

(۶) کنّر: انسانی شکل اور گھوڑے کا سر رکھنے والی مخلوق، یونانیوں کے **Centaurs** سے مختلف جس کا نچلا دھڑ گھوڑے کا اور اوپری دھڑ انسان کا ہوتا ہے۔ برج قوس کا نشان اسی کی صورت سے لیا گیا ہے۔

(۷) ناگ: سانپ کی سی شکل وصورت والی مخلوق۔

(۸) وِدیادھر: جادوگر جنات جو جادو کرتے ہیں لیکن ان کے جادو کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ ان تمام مخلوقات کے سلسلہ پر نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اوپر ملکوتی قوت ہے اور سب سے نیچے کے سرے پر شیاطین ہیں اور دونوں کناروں کے درمیان خاصی آمیزش ہے۔ ان جنوں کی صفات میں جو اختلاف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب اپنے موجودہ مرتبے پر اپنے عمل کے ذریعے پہنچے ہیں اور اعمال میں تینوں بنیادی قوتوں کی کمی بیشی کے مطابق فرق ہوتا ہے۔ اس کی عمر بہت طویل ہوتی ہے جس کا راز یہ ہے کہ وہ بدن سے چھٹکارا پا چکے ہیں، تھکن اور تکلیف سے مبرا ہو گئے ہیں اور ان چیزوں کو کرنے پر قادر ہیں جن سے انسان عاجز ہے۔ وہ انسانوں کی حاجت پوری کرنے اور ضرورت کے وقت ان کی مدد کے لئے ان کے پاس موجود رہتے ہیں۔

لیکن ہم نے سانکھیا کا جو اقتباس نقل کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نظریہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ برہما' اندر اور پرجاپتی انواع کے نام نہیں افراد کے نام ہیں۔ برہما اور پرجاپتی کے معنی تقریباً ایک ہی ہیں اور ان کے ناموں کا یہ اختلاف ان کی کسی صفت کے اختلاف کی وجہ سے ہے اور اندر تمام جہانوں کا حکمران ہے۔ اس کے علاوہ واسودیو نے یلش اور راکشسوں کو شیاطین کے ایک ہی طبقے میں شمار کیا ہے جب کہ پرانوں کے مطابق یلش خزانچی فرشتے اور خزانچی فرشتوں کے خادم ہیں۔

ان تمام اقوال کے مطالعے کے بعد ہمارا خیال یہ ہے کہ جن روحانی مخلوقات کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب ایک ہی طبقے کی ہیں اور اپنے موجودہ مرتبے پر ان اعمال سے پہنچی ہیں جو انہوں نے انسان ہونے کی حالت میں کیے تھے۔ انہوں نے جسموں کو اس لیے پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ ایک ایسا بوجھ ہیں جو قوت کو کم اور عرصہ حیات کو مختصر کر دیتے ہیں۔ ان کے حالات اور صفات کا موجودہ اختلاف اس تناسب کے مطابق ہے جس تناسب میں تین ابتدائی قوتوں میں سے کسی قوت کا ان پر غلبہ اور اثر ہوا ہے۔

دیووں کا بیان

پہلی قوت (ابتدائی تین قوتوں میں سے پہلی قوت) دیووں یا فرشتوں کے لئے مخصوص ہے اور ان کو سکون اور مسرت حاصل ہے۔ کسی چیز کو اس کے مادی ہیولیٰ سے الگ تصور کر لینے کی صلاحیت ان میں بہت بڑھی ہوئی ہے بالکل اسی طرح جس طرح انسان میں مادی محسوسات کے تصور کی صلاحیت وافر طور پر موجود ہے۔

دوسری قوت پشاچ اور بھوتوں کے لئے مخصوص ہے جبکہ تیسری قوت درمیانی طبقے کے لئے مخصوص ہے۔

ہندوؤں کے مطابق دیووں کی تعداد ۳۳ کوٹی (کروڑ) ہے۔ ان میں گیارہ کروڑ مہا دیو کے لئے ہیں۔ اس لئے یہ عدد مہادیو کے القاب میں سے ایک بن گیا ہے۔ خود لفظ مہادیو ان کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ فرشتوں کی مجموعی تعداد اس حساب سے ۳۳,۰۰,۰۰,۰۰۰ ہے۔

ہندو فرشتوں کے لئے کھانا' پینا' مباشرت کرنا' زندہ رہنا اور مرنا' جائز سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں وہ مادے کی حدوں کے اندر ہیں، اگر چہ یہ مادہ نہایت لطیف ہے۔ نیز یہ کہ انہوں نے اپنا موجودہ مرتبہ عمل سے پایا ہے علم سے نہیں۔ پاتنجلی میں لکھا ہے کہ نندی کیسور نے مہادیو کے حضور بہت قربانیاں پیش کیں اس لئے ان کی برکت سے اپنے جسمانی قالب کے ساتھ جنت میں بھیج دیا گیا لیکن اندر نے نہوشا کی بیوی سے زنا کیا اس لئے اسے سزا کے طور پر سانپ بنا دیا گیا۔

دیووں کے بعد پتارسوں یعنی مرے ہوئے آباؤ اجداد کا مرتبہ ہے اور ان کے بعد بھوتوں کا یعنی وہ انسان جو روحانی ہستیوں (دیووں) کے ساتھ لگ گئے اور اس لئے مرتبوں میں دیووں اور انسانوں کے درمیان میں ہیں۔ جو لوگ بدن سے چھٹکارا پائے بغیر اس مرتبے پر پہنچ جاتے ہیں انہیں رشی' سدھ یا منی کہتے ہیں۔ صفات کے اعتبار سے ان میں اختلاف ہے۔ سدھ وہ ہے جس نے اپنے عمل سے دنیا کی ہر چیز پر قدرت حاصل کر لی ہے اور اسی پر قانع ہو گیا ہے اور نجات کے راستے پر آگے نہیں بڑھتا۔ اس کی ترقی رشی کے مرتبے تک ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی برہمن ترقی کر کے اس مرتبے کو پہنچتا ہے تو اسے برہم رشی کہتے ہیں اور اگر کھتری اس درجے تک پہنچتا ہے تو راج رشی کہلاتا ہے۔ ان سے نیچے طبقے کے لوگ اس مرتبے پر نہیں پہنچ سکتے۔ رشی وہ عاقل ہیں جو انسان ہونے کے باوجود اپنے علم کے سبب' فرشتوں پر فوقیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے فرشتے ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔ برہما کے علاوہ کسی اور کورشیوں پر کوئی فضلیت نہیں ہے۔

برہم رشی اور راج رشی کے بعد دوسری ذاتوں کے لوگ ہیں جو ہمارے درمیان رہتے ہیں اور جن کی تفصیل ہم ایک علیحدہ باب میں بیان کریں گے۔

برہما' نارائن اور ردر کا مجموعہ وشنو

یہ موخرالذکر تمام انواع مادہ کے نیچے ہیں۔ مادے سے اوپر کے تصور کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ مادے اور مادے سے اوپر کے روحانی اور الوہی حقائق کے درمیان ہیولٰی ایک واسطہ ہے اور تینوں ابتدائی قوتیں اسی میں ہیں۔ اس طرح ہیولٰی ان تمام قوتوں سمیت جو اس میں موجود ہیں' اوپر سے نیچے کی طرف گویا ایک پل ہے۔

ہیولٰی کے اندر پہلی قوت کے زیر اثر جو حیات گردش کر رہی ہے اس کو برہما' پرجاپتی کے علاوہ بعض دوسرے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے جن کا روایتوں اور ہندو دھرم میں ذکر موجود ہے۔ نتیجے کے اعتبار سے برہما اور فطرت ایک ہی ہیں کیونکہ تمام تخلیق یہاں تک کہ تخلیق کائنات بھی برہما کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

دوسری قوت کے زیر اثر جو حیات ہیولٰی میں گردش کر رہی ہے اس کو ہندو روایات کے مطابق نارائن کہتے ہیں۔ نتیجے کے اعتبار سے نارائن کا مفہوم فطرت کی وہ حالت ہے جو فعل کی انتہا کے وقت ہوتی ہے اور جس وقت وہ اس چیز کو جو پیدا ہوئی ہے باقی رکھنے کے لئے کوشش کرتی ہے بالکل اسی طرح نارائن دنیا کو باقی رکھنے کی کدوکاوش کرتا ہے۔

تیسری قوت کے زیر اثر جو حیات ہیولٰی میں سمائی ہوئی ہے اس کا نام مہادیو اور شنکر ہے لیکن زیادہ مشہور نام؟؟ ''ردر'' ہے۔ اس کا کام بگاڑنا اور فنا کرنا ہے۔ یہی کام فطرت اس وقت کرتی ہے جب فعل کے آخر میں اس کی قوت کم ہو جاتی ہے۔

ان کے ناموں میں اختلاف اس کے بعد ہوتا ہے جب وہ مختلف درجوں میں ہوتے ہوئے اوپر اور نیچے پہنچتے ہیں اور ان کے افعال میں اختلاف ہو جاتا ہے لیکن ان سب سے قبل صرف ایک سرچشمہ ہے' جہاں سے ہر چیز نکلتی ہے اور اسی سرچشمہ میں وہ ان تینوں کو جمع رکھتے ہیں اور پھر ان میں جدائی اور تفرقہ نہیں ہوتا۔ اس وحدت کا نام ''وشنو'' ہے۔ یہ نام درمیانی قوت کے لئے زیادہ مناسب تھا لیکن یہ لوگ درمیانی قوت اور علت اولٰی میں فرق نہیں کرتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں ہندوؤں اور عیسائیوں میں ایک بات مشترک معلوم ہوتی ہے وہ بھی تین ہستیوں کو باپ' بیٹا اور روح القدس کا نام دے کر ایک دوسرے سے فرق کرنے کے باوجود سب کو ایک مجموعی ذات قرار دیتے ہیں اور ہندو دھرم کا مطالعہ کرنے کے بعد یہی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ان کی روایات کے بارے میں' جو بہت کچھ خلاف عقل باتوں سے پر ہیں' ہم آگے بتائیں گے۔ ہمیں اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ ہندو دیوں کے بارے میں اپنی کہانیوں میں جنہیں ہم نے فرشتوں سے تعبیر کیا ہے' ایسی باتوں کو جائز رکھا ہے' جنہیں عقل تسلیم نہیں کرتی اور جن سے مسلم علماء نے ان کو پاک قرار دیا ہے۔ جب ہندوؤں کے ان اقوال کو یونانیوں کے اقوال سے ملاؤ گے تو تعجب ختم ہو جائے گا۔

(اس کے بعد زیوس کے قصوں کا ذکر ہے۔ البیرونی کا کہنا ہے کہ یونانی اقوال کے مقابلے میں ہندوؤں کے اقوال نسبتاً کم حیرت انگیز ہیں)۔

---

www.KitaboSunnat.com

باب ۹

ذاتیں جنہیں رنگ (ورن) کہا جاتا ہے اور ان سے نیچے کے طبقات

تختِ سلطنت اور قربان گاہ

اگر کوئی شخص جو طبعاً جہاں بانی کا میلان اور ملکہ رکھتا ہے اور اپنی لیاقت اور کردار کی وجہ سے ریاست کا مستحق ہے اور جس کی رائے اور عزم میں استقلال ہے اور جس کو خوش قسمتی سے مشکلات کے وقت عوام کی تائید حاصل رہتی ہے' سیاسی اور سماجی زندگی کا نیا نظام قائم کرتا ہے تو یہ نظام ان لوگوں میں جن کے واسطے یہ قائم کیا گیا تھا مضبوط سے مضبوط تر ہوگا اور اس کی مضبوطی آئندہ بھی قائم رہے گی جس طرح کہ پہاڑ مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل ابدالآباد تک اس نظام کو مضبوطی سے تھامے رہے گی پھر اگر اس ریاستی اور سماجی نظام کو مذہب کی بھی کسی قدر تائید حاصل ہو جائے تو مذہب اور ریاست میں مکمل ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی یہ ہم آہنگی اور وحدت سماج کی وہ مثالی ارتقائی صورت ہے جس سے بڑھ کر انسان کسی اور چیز کی تمنا نہیں کر سکتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرانے زمانے کے بادشاہ اپنے منصب کے فرائض یعنی کاروبارِ سلطنت کی طرف پوری توجہ دیتے اور اسے بڑے اہتمام سے انجام دیتے تھے۔ وہ اپنی رعایا کو مختلف طبقات و مراتب میں تقسیم ہونے اور ان طبقات کو ایک دوسرے میں مدغم ہونے دیتے تھے اور نہ اس نظام طبقات میں کوئی خلل پڑنے دیتے تھے۔ اس لئے وہ مختلف طبقات کو آپس میں میل جول قائم نہ کرنے دیتے تھے اور ہر طبقے کے لئے خاص کام اور پیشے مقرر کر دیتے تھے۔ وہ کسی کو اپنے مرتبے یا اوقات سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور اگر کوئی شخص اپنے مرتبے پر قناعت نہ کرتا تو اس کو سزا دی جاتی تھی۔

قدیم ایرانیوں میں طبقات کا نظام

قدیم ایران کے بادشاہوں (خسرواں) کی تاریخ کے مطالعے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے بھی طبقاتی نظام قائم کیا تھا اور انہوں نے اس سلسلے میں ایسے مضبوط انتظامات کئے تھے جو نہ کسی فرد کی خصوصی کارگزاری کے صلے میں ٹوٹ سکتے تھے اور نہ رشوت سے۔ یہاں تک کہ جب اردشیر ابن بابک سلطنت فارس کو دوبارہ قائم کیا تو ان طبقات کو بھی از سر نو بحال کیا۔ یہ طبقات اس طرح تھے:

(۱) پہلا طبقہ رئیسوں اور شاہی خاندان پر مشتمل تھا

(۲) دوسرا طبقہ عابدوں' آگ کے خادموں اور وکلاء کا تھا

(۳) تیسرا طبقہ اطبا' نجومیوں اور عالموں کا

(۴) چوتھے طبقے میں کسان اور دوسرے اہل حرفہ تھے۔

ان میں سے ہر طبقے کے اندر متعدد ذیلی طبقات اور مراتب تھے جو ایک دوسرے سے اس طرح علیحدہ اور ممتاز تھے جیسے انواع اپنی جنسوں کے اندر۔ اس قسم کے نظام کی حیثیت شجرہ نسب کی سی ہوتی ہے لیکن صرف اس وقت تک جب تک اس کی ابتداء کے اسباب یاد رہتے ہیں۔ لیکن جب ایک بار یہ فراموش ہو جاتے ہیں تو یہ ایک قومی ورثہ بن جاتے ہیں اور کوئی شخص ان کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا اور یہ ایک لازمی امر ہے کہ طویل مدت اور نسلیں گزر جانے کے بعد ہر چیز فراموش ہو ہی جاتی ہے۔ اس معاملے میں ہم میں اور ہندوؤں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہم آپس میں سب کو برابر سمجھتے ہیں اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ یہ اختلاف ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مفاہمت اور قرب میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

چار ذاتیں

ہندو اپنے طبقوں اور ذاتوں کو ''ورن'' یا رنگ کہتے ہیں اور نسب کی حیثیت جاتکا یا پیدائش۔ ابتداء ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ان طبقوں کی تعداد صرف چار ہے:

(۱) سب سے اونچی ذات برہمنوں کی ہے' جن کے بارے میں ہندوؤں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ برہما کے سر سے پیدا ہوئے تھے اور برہما سے مراد وہ قوت ہے جسے فطرت کہتے ہیں۔ سر حیوانی جسم کا سب سے بلند حصہ ہے اس لئے برہمن اس نوع کا جوہر اور منتخب حصہ ہیں اور اسی لئے ہندوان کو افضل ترین انسان سمجھتے ہیں۔

(۲) ان کے بعد کشتری (چھتری یا کھتری) طبقہ ہے۔ ہندوؤں کے خیال کے مطابق ان کی پیدائش برہما کے کندھوں اور ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ ان کا مرتبہ برہمنوں کے مرتبے سے بہت زیادہ کم نہیں ہے۔

(۳) ان کے نیچے ویش ہیں جو برہما کی ران سے پیدا ہوئے تھے۔

(۴) شودر برہما کے پیروں سے پیدا ہوئے تھے۔

آخر الذکر دونوں ذاتوں میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔ یہ چاروں طبقے فرق رکھنے کے باوجود شہروں اور دیہاتوں میں مخلوط محلوں اور مکانوں میں رہتے ہیں۔

شودروں کے بعد اور ان سے نیچے وہ لوگ ہیں جو انتیاج کہلاتے ہیں اور جو مختلف قسم کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ ان کا شمار کسی ذات میں نہیں ہوتا بلکہ ایک خاص پیشہ سے وابستہ افراد کے طور پر ہوتا ہے۔ پیشے کے اعتبار سے ان کے آٹھ فرقے ہیں۔ یہ لوگ اپنے درجے کے دوسرے پیشے والوں سے آزادانہ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ سوائے دھوبی' موچی اور جلاہے کے جن سے کوئی بھی تعلق رکھنا پسند نہیں کرتا۔ پیشے کی بنیاد پر بنے ہوئے آٹھ طبقے یا فرقے یہ ہیں: دھوبی' موچی' مداری' ٹوکریاں اور ڈھال بنانے والے۔ ملاح' مچھیرے' چڑی مار اور شکاری اور جلاہے۔ چاروں ذات والے ان آٹھ فرقوں کے لوگوں کو اپنے ساتھ یا اپنی آبادیوں میں رہنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ ان کو بستی کے قریب لیکن بستی سے باہر آباد کرتے ہیں۔

ہاڈی' ڈوم' چنڈال اور بدھاتو کسی فرقے یا ذات میں شامل نہیں ہیں۔ یہ لوگ گندے کاموں مثلاً گاؤں کو صاف کرنے اور اسی قسم کے دوسرے کاموں کو انجام دیتے ہیں۔ یہ سب مل کر ایک واحد فرقہ شمار ہوتے ہیں اور ان میں باہمی امتیاز ان کے کاموں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی حیثیت ناجائز اولاد کی سی ہے کیونکہ عام خیال کے مطابق ان کے باپ شودر اور ماں برہمن تھی اور ان کے ناجائز تعلق سے ان کی پیدائش ہوئی اسی لئے یہ برادری باہر کئے ہوئے ذلیل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف طبقات کے لوگوں کے پیشے

ہندوؤں نے چاروں ذاتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو ان کے پیشے اور طرز زندگی کے اعتبار سے الگ الگ نام دیئے ہیں۔ مثال کے طور پر جب تک کوئی برہمن اپنے گھر میں رہ کر کام کرتا ہے برہمن کہلاتا ہے۔ جب وہ ایک آگ کی خدمت کرنے لگتا ہے تو سے اِستھی کہا جاتا ہے اور اگر تین آگوں کی خدمت کرتا ہے تو اگنی ہوتری کہلاتا ہے اور اگر آگ کے لئے قربانی بھی کرتا ہو تو دیکشت کہلاتا ہے۔ نیچی ذات والوں میں ہاڈی سب سے بہتر سمجھے جاتے ہیں کیونکہ وہ ہر گندی چیز سے خود کو پاک رکھتے ہیں۔ ان کے بعد ڈوم ہیں جو بانسری یا بین بجاتے اور گاتے ہیں۔ ان کے بعد جو دوسری نیچی ذاتیں ہیں ان کا کام جان لینا یا سزائیں دینا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ نیچی ذات بدھاتو ہے۔ اس طبقے کے لوگ مردار جانوروں کے علاوہ کتے وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔

برہمنوں کے رسم ورواج

جب چاروں ذات والے لوگ ساتھ ساتھ کھانے بیٹھتے ہیں تو ہر ذات کی صف علیحدہ ہوتی ہے اور مختلف ذات کے لوگ ایک صف میں شامل نہیں ہو سکتے۔ مثال کے طور پر اگر ایسے دو برہمنوں کو جن کی آپس میں دشمنی ہو ساتھ ساتھ بیٹھنا پڑ جائے تو وہ درمیان میں تختہ یا کوئی دوسری چیز آڑ کے لئے رکھ دیتے ہیں اور اگر کچھ نہ ہو تو پھر دونوں کے درمیان ایک لکیر کھینچ کر کام چلا لیا جاتا ہے۔ چونکہ کسی کو بچا ہوا کھانا کھانے کی اجازت نہیں اس لئے ہر شخص کے لئے کھانے کی چیز کا علیحدہ ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی ایک کے کھانے میں سے کوئی دوسرا شخص کوئی نوالہ کھا لے تو پھر اس شخص کے لئے جس کا یہ کھانا تھا اس جھوٹے کھانے کو کھانا منع ہے گویا ان چار ذاتوں کا یہ حال ہے۔

موکش اور مختلف ذاتیں

ہندوؤں میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ چاروں ذاتوں میں سے کون سی ذات نجات حاصل کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ صرف برہمن اور کشتری ہی نجات حاصل کر سکتے ہیں اور ان کے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ برہمن اور کشتری کے علاوہ کوئی اور ویدوں کو نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن ہندو مفکرین کا کہنا ہے کہ نہ صرف چاروں ذات والے بلکہ تمام نسل انسانی نجات حاصل کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ صدق دل سے نجات حاصل کرنا چاہے۔ یہ نظریہ ویاسا کے اس قول کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے کہ ''پچیس چیزوں کو اچھی طرح ازبر کر لو۔ اس کے بعد جس مذہب کی چاہو پیروی کرو، تم بلاشبہ نجات حاصل کر لو گے۔'' اس نظریہ کی بنیاد یہ حقیقت بھی ہے کہ واسو دیو شودر خاندان میں پیدا ہوا تھا اور انہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ارجن سے کہا تھا" خدا اجر دینے میں ناانصافی اور جانبداری سے کام نہیں لیتا لیکن اگر کوئی شخص نیکی کرتے وقت خدا کو فراموش کر دے تو وہ اس کی نیکیوں کو بدی میں شمار کرتا ہے لیکن اگر کوئی برائی کرتے وقت خدا کو نہ بھولے اور اسے یاد رکھے تو وہ ان بدیوں کو نیکیاں شمار کرتا ہے' چاہے کرنے والا ویش ہو یا شودر یا عورت ہو۔ اگر وہ برہمن یا چھتری ہو تو کہنا ہی کیا ہے۔

باب ۱۰

ہندوؤں کے مذہبی اور شہری قانون کے سرچشمے' رسول نیز یہ کہ دینی احکام منسوخ ہو سکتے ہیں یا نہیں

یونانیوں کا مذہب اور قوانین جن کی بنیاد ان کے حکماء نے ڈالی تھی

قدیم یونانی مذہبی اور عائلی ضوابط کے لئے ان حکما سے رجوع کرتے تھے جن کا کام ہی ان قوانین وضوابط کو بنانا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ ان حکما کو اس کام میں خدا کی نصرت حاصل ہے۔ یہ حکما سولن' ڈریکو' فیثا غورث' مائی ناس وغیرہ تھے۔ یونان کے بادشاہ بھی یہی کام انجام دیتے تھے۔ شاہ میانوس نے موسیٰ سے تقریباً دو سو سال قبل' مندر کے جزیروں اور اہل کریٹ پر اپنی حکمرانی کے زمانے میں قوانین بنائے تھے اور یہ کہا تھا کہ یہ قوانین اسے زیوس سے ملے تھے۔ اسی زمانے میں مائی ناس نے بھی قوانین وضع کئے تھے۔ قانون کے معاملے میں ہندوؤں کا حال بھی یونانیوں جیسا ہی ہے۔

ہندوؤں کے قوانین وضوابط رشیوں نے وضع کئے تھے

ہندو اپنے قوانین اور ضابطوں کا سرچشمہ رشیوں کو مانتے ہیں اور انہیں کو اپنے دین کے ارکان و ستون سمجھتے ہیں۔ وہ رسول یعنی نارائن کو جو دنیا میں آتے وقت انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے' ہندو دھرم کا حوالہ تسلیم نہیں کرتے پھر نارائن دنیا میں اس لئے آتا ہے کہ اس برائی کو' جو دنیا پر چھا جانا چاہتی ہے ختم کر دے' یا گمراہ دنیا کو پھر سے صحیح راستے پر ڈال دے۔ ہندوؤں کے یہاں قوانین میں ردوبدل یا ترمیم وتنسیخ کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ جس حالت میں بھی انہیں وہ قوانین ملے تھے اسی پر عمل کرتے ہیں' اس لئے دھرم کے معاملے میں انہیں کسی رہبر کی ضرورت نہیں اگر رہبر کی ضرورت ہے تو دنیا کے خراب ہوتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے حالات کو ٹھیک کرنے کیلئے اور بس!

جہاں تک قوانین ہندو دھرم کی منسوخی کا تعلق ہے تو ہندو اس کو ناممکن نہیں سمجھتے۔ ان کا خیال ہے کہ بعض وہ چیزیں جو اب حرام ہیں واسودیو کی آمد سے قبل حلال اور جائز تھیں۔ مثلاً گائے کا گوشت' قوانین میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ انسان کا مزاج بدلتا رہتا ہے اور ان میں فرائض دینی کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ جن قوانین میں تبدیلی ہوئی ہے ان میں شادی بیاہ نسب کے ضوابط شامل ہیں۔ قدیم زمانے میں نسب کا یقین تین طرح سے ہوتا تھا۔

(۱) منکوحہ بیوی سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے باپ کے نسب پر جاتا ہے جیسا کہ ہم لوگوں اور ہندوؤں میں ہوتا ہے۔

(۲) جب کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرے اور اس سے بچی پیدا ہو اور یہ شرط کرلی جائے کہ اولاد لڑکی کے باپ کی ہوگی تو اولاد اپنے نانا کی ہوگی جس نے یہ شرط لگائی تھی۔ اس شخص کی نہیں جس کے نطفے سے پیدا ہوئی تھی۔

(۳) اگر کسی اجنبی کے نطفے سے کسی شادی شدہ عورت کے اولاد پیدا ہو تو اولاد عورت کے اصل شوہر کی متصور ہوگی کیونکہ جس زمین (عورت) کے بطن سے یہ اولاد پیدا ہوئی ہے اس کا مالک اس کا اصل شوہر ہے اور یہ فرض کرلیا جائے گا کہ عورت نے اپنے شوہر کی اجازت پر اجنبی سے تخم ریزی کرائی تھی۔

اب یہ تمام رسوم منسوخ ہو کر ختم ہوگئی ہیں اور اس نظیر کی بنا پر ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ہندوؤں کے یہاں قوانین کی تنسیخ جائز ہے۔

اس قسم کی غیر فطری شادیاں اب بھی ہوتی ہیں جیسی کہ زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھیں اور بنجر اور شہر کے درمیان پھیلے ہوئے کوہستانی علاقے میں ایک بھائی کی بیوی تمام بھائیوں کی مشترکہ بیوی ہوتی ہے۔

جاہلیت کے زمانے کے عربوں اور تبت کے باشندوں میں شادی کی مختلف صورتیں

مشرکین عرب میں بھی شادی کی مختلف صورتیں رائج تھیں۔

(۱) ایک صورت یہ تھی کہ کوئی عرب اپنی بیوی کو عالی خاندان میں اولاد پیدا کرنے کی غرض سے کسی شخص کے پاس جانے اور اس سے مباشرت کرنے کا حکم دیتا تھا اور اس شوق میں کہ بچہ نجیب پیدا ہو' حمل کے زمانے میں اس سے الگ رہتا تھا۔ یہ شادی ہندوؤں میں رائج تیسری قسم کی شادی سے ملتی جلتی ہے۔

(۲) ایک قسم یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا تھا کہ تو اپنی بیوی کو میرے لئے چھوڑ دے اور میں اپنی بیوی کو تیرے لئے چھوڑتا ہوں اور اس طرح وہ آپس میں بیوی بدل لیتے تھے۔

(۳) شادی کی تیسری قسم یہ تھی کہ چند مرد ایک بیوی سے مباشرت کرتے تھے اور جب اس کے بچہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوتا تھا تو وہ بتا دیتی تھی کہ بچہ کا باپ ان میں سے کون ہے۔ اگر وہ خود نہ بتا سکتی تو نجومیوں سے پوچھا جاتا کہ بچہ کس کے نطفے سے ہے۔

(۴) نکاح المقت بھی شادی کی ایک قسم تھا۔ یہ نکاح اپنے باپ یا بیٹے کی بیوہ سے کیا جاتا تھا۔ اس نکاح سے پیدا ہونے والا بچہ ضیزن (Daizan) کہلاتا تھا۔ نکاح کا یہ طریقہ یہودیوں کے طریقے سے ملتا جلتا ہے۔ یہودیوں پر فرض ہے کہ اگر کسی شخص کا بھائی مر جائے اور کوئی اولاد نہ چھوڑے تو یہ شخص اپنی بھاوج سے شادی کرے اور مرحوم بھائی کی نسل کو قائم رکھے۔ اس کی اولاد اس کے مرحوم بھائی کی طرف منسوب ہوگی تا کہ اس کی یاد قائم رہے جو شخص اس طرح کا نکاح کرتا ہے تو اسے عبرانی میں یہم کہتے ہیں۔ (مجوسیوں میں اس قسم کی شادی کا رواج ہے)۔

ہم نے ان حالات کو اس لئے بیان کیا ہے تا کہ ان کے ساتھ موازنہ و مقابلہ سے اسلام کے اصول وضوابط کی برتری معلوم ہو جائے۔ اس موازنے سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کے مقابلے میں یہ ضوابط اور رسوم کس درجہ ناقص اور مکروہ ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۱

بت پرستی کی ابتدا اور بتوں کا بیان

بت پرستی کی ابتداء

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ عوام کا میلان معقول کے بجائے محسوس کی طرف ہوتا ہے اور معقولات کو صرف علماء ہی جانتے ہیں جو ہر جگہ اور ہر زمانے میں بہت کم ہوتے ہیں چونکہ عوام کو تصویروں اور عکسوں سے سکون قلب حاصل ہوتا ہے اس لئے اکثر مذاہب کے رہنما راہ حق سے ہٹ کر کتابوں اور عبادت گاہوں میں تصویریں بنانے کی طرف مائل ہو گئے مثلاً یہودی اور عیسائی اور سب سے بڑھ کر منانیہ۔ میری اس بات کی صداقت اس وقت ثابت ہو جائے گی جب کسی بے پڑھے لکھے آدمی یا عورت کو نبیؐ یا مکہ اور کعبہ کی تصویر دکھائی جائے۔ اس تصویر کو دیکھتے ہی خوشی اور فرط عقیدت سے وہ اسے اس طرح بوسہ دیں گے اپنی آنکھوں سے لگائیں گے اور اس کے سامنے خاک پر اس طرح لوٹنے لگیں گے گویا وہ تصویر کے بجائے اصل کے سامنے کھڑے ہوں اور حج وعمرے کے مناسک ادا کر رہے ہوں۔

یہی چیز اس بات کا باعث ہوئی کہ جن لوگوں کی تعظیم کی جاتی تھی مثلاً انبیاء، اولیا اور فرشتے' ان کے نام کا بت بنا لیا گیا تا کہ ان کی موت کے بعد بھی ان کی یاد کو باقی رکھا جا سکے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی تعظیم کا اثر باقی رہے لیکن جب اس بت یا یادگار کو بنے بہت زمانہ اور نسلیں بیت جاتی ہیں تو وہ اسباب ومحرکات فراموش ہو جاتے ہیں مگر ان کی تعظیم کی رسم باقی رہ جاتی ہے۔ انسان کی اس فطری کمزوری سے قدیم زمانے کے اہل قانون یعنی حکمرانوں نے فائدہ اٹھایا اور بتوں کے نام پر اپنی حکومت قائم کی۔ انہوں نے عوام پر تصویروں اور بتوں کی پوجا کو فرض کر دیا جیسا کہ طوفان نوحؑ سے قبل اور بعد کی قوموں کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ انبیاء کی آمد سے پہلے تمام انسانوں کو ایک قوم کہنے سے یہی مراد تھی کہ بت پرستی میں یہ سب ایک قوم یا جماعت تھے۔

پہلے بت پرستی انسانوں کے نچلے طبقے تک محدود تھی

چونکہ ہمارا مقصد ہندوؤں میں رائج' بت پرستی کے نظام اور اس کے متعلق ان کے نظریات کو بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہے، اس لئے ہم ان کے یہاں رائج خرافات کو بیان کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات پہلے ہی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ ان کے بے پڑھے لکھے عوام کی باتیں ہیں اور جو لوگ نجات کے حصول کی کوشش کرتے ہیں جنھوں نے فلسفہ و دینیات کا مطالعہ کیا اور حقیقت یعنی 'سارا' کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ خدا کے سوا کسی اور چیز کی بالکل عبادت نہیں کرتے اور کسی بت کی پرستش کا تصور نہیں کر سکتے۔ (اس کے بعد راجا امبریش کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو ایک عرصہ تک کامیابی سے راج کرنے کے بعد گوشہ نشین ہو کر پوجا پاٹ میں لگ گیا تھا پھر اس کے سامنے اندر نے جلوہ گر ہو کر اس کے ایک سوال کے جواب میں اس سے کہا کہ "اگر کسی وقت تم پر انسانی بھول غالب آجائے تو جس صورت میں تم نے مجھے دیکھا ہے اس کا ایک بت بنالو اس کے سامنے خوشبو اور پھولوں کی نذر پیش کرو۔ اس طرح تم مجھے کبھی نہ بھولو گے۔"

ہندوؤں کے مطابق بت سازی، اسی وقت سے شروع ہوئی ان میں سے بعض چار ہاتھ کے ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا ہے اور بعض دو ہاتھ کے۔ بت کی شکل و شباہت کا انحصار اس ہستی کی شکل و شباہت پر ہے جس کی پرستش مقصود ہے اور جس کی تمثال کے طور پر بت بنایا گیا ہے۔

ملتان اور آدتیہ نامی بت

ہندوؤں کا ایک مشہور بت ملتان کا بت تھا جو سورج کے نام پر بنایا گیا تھا اور اسی نسبت سے اس کا نام آدتیہ تھا۔ یہ بت لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس پر سرخ رنگ کا قرطبی چمڑا منڈھا ہوا تھا اور آنکھوں کی جگہ دو سرخ یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ ہندوؤں کے کہنے کے مطابق یہ پچھلے کرتا یگ میں بنایا گیا تھا۔ اگر یہ کرتا یگ کے آخر میں بھی بنا ہو تب بھی اسے بنے ہوئے دو لاکھ سولہ ہزار چار سو بتیس سال گزر چکے ہیں۔ جب محمد بن قاسم ابن منبہ نے ملتان فتح کیا اور وہاں کی رونق اور دولت کے اسباب پر غور کیا تو اسی بت کو اس کا سبب پایا جس کی زیارت کے لئے لوگ ہر طرف سے کثیر تعداد میں وہاں آتے تھے۔ اس لئے اس نے اس بت کو اسی طرح رہنے دینا مناسب سمجھا لیکن اس کی توہین کے لئے اس کی گردن میں گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا لٹکا دیا اور وہاں پر ایک مسجد تعمیر کرادی بعد میں ملتان پر قرامطہ کا قبضہ ہو گیا تو جلم ابن شیبان نے جو ملتان پر بزور قابض ہو گیا تھا اس بت کو توڑ ڈالا اور اس کے پجاریوں کو مار ڈالا اور اپنے محل کو جو ایک بلند جگہ پر اینٹوں سے بنایا گیا تھا پرانی مسجد کی جگہ مسجد بنا دیا۔ اس نے پرانی مسجد کو بند کر دیا جس کی وجہ بنوامیہ سے اس کا حسد اور اس کی بنائی ہوئی ہر چیز سے اس کی بے پناہ نفرت تھی۔ لیکن جب امیر محمود رحمۃ اللہ علیہ نے ان ملکوں کو قرامطہ سے بے دخل کر دیا تو پرانی مسجد میں از سرِ نو جمعہ کی نماز کا آغاز کیا اور دوسری مسجد کو بند کرا دیا۔ اب اس جگہ مہندی کا کھلیان قائم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھانیسر کا بت چکر سوامی

تھانیسر شہر کو ہندو نہایت مقدس اور قابل احترام جانتے ہیں۔ یہاں کے بت کا نام چکر سوامی ہے یعنی بت کا مالک۔ چکر ایک ہتھیار ہوتا ہے۔ یہ قدآدم بت پیتل کا بنا ہوا ہے۔ اب وہ غزنی کے میدان میں سومنات کے سر کے ساتھ پڑا ہوا ہے جو مہادیو کے عضو تناسل کی شبیہہ ہے جسے لنگ کہتے ہیں۔ سومنات کا حال ہم مناسب جگہ بیان کریں گے۔ ہندوؤں کے مطابق چکر سوامی کا بت بھارت کے زمانے میں اس کے نام سے منسوب لڑائیوں کی یادگار کے طور پر بنایا گیا تھا۔

کشمیر کا شردنامی بت

کشمیر کے اندرونی علاقے میں پایۂ تخت سے دو یا تین دن کی مسافت پر بولور پہاڑیوں میں لکڑی کا بنا ہوا بت شردلوگوں کی عقیدت اور زیارت کا مرکز ہے۔

ورہ میر کی کتاب سَم ہِت سے اقتباسات

اب ہم کتاب سم ہت کا وہ باب نقل کرتے ہیں جو بت سازی کے متعلق ہے جس سے قاری کو اس مضمون کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ ورہ میر نے کہا ہے کہ "اگر دشرتھ کے بیٹے رام یا دردس کے بیٹے بالی کا بت بنانا ہے تو اس بت کا قد ایک سو بیس انگل کا بنایا جائے اور دوسرے کے بت اس سے دسواں حصہ کم کر کے ایک سو آٹھ انگل کے بنائے جائیں۔

وشنو کے بت کے آٹھ یا چار یا دو ہاتھ بنائے جائیں اور اس کے سینے سے بائیں حصے پر پری نام کی عورت کی صورت بنائی جائے۔ اگر اس کے آٹھ ہاتھ بنائے گئے تو دائیں طرف ہاتھوں میں سے ایک میں تلوار' دوسرے میں سونے یا لوہے کا عصا' تیسرے میں تیر پکڑے ہوئے اور چوتھے ہاتھ کو چلو کی حالت میں دکھایا جائے۔ بائیں طرف کے ہاتھوں میں ڈھال' کمال' چکر اور سنکھ دکھائے جائیں۔

اگر دو ہاتھ کے ساتھ بنایا ہے تو دایاں ہاتھ چلو کی حالت میں دکھایا جائے اور بایاں ہاتھ سنکھ پکڑے ہوئے دکھایا جائے۔

اگر نارائن کے بھائی بلدیو کا بت بنانا ہے تو اس کے کانوں میں بالیاں دکھائی جائیں اور آنکھیں شرابیوں جیسی مخمور بنائی جائیں۔

اگر نارائن اور بلدیو دونوں کی مورتی بنانا ہو تو ان کے ساتھ ان کی بہن بھگوتی کو بھی شامل کر لیا جائے اور اسے اس حالت میں بتایا جائے کہ اس کا داہنا ہاتھ پہلو سے کچھ ہٹا ہوا کولہے پر رکھا ہوا اور بائیں ہاتھ میں کنول کا پھول ہو۔ اگر بھگوتی کو چار ہاتھوں کے ساتھ بنایا جائے تو اس کے دائیں ہاتھ میں تسبیح ہو اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ہاتھ چلو کی شکل میں پانی لے رہا ہو اور بائیں طرف کے ہاتھوں میں سے ایک میں کتاب اور ایک میں کنول کا پھول ہو اور اگر اس کے آٹھ ہاتھ بنائے گئے ہیں تو بائیں طرف کے ہاتھوں میں کمنڈل' کنول کا پھول' کمان اور کتاب دکھائی جائیں اور دائیں طرف کے ہاتھوں میں تسبیح' آئینہ' تیر ہو اور ایک ہاتھ چلو کی حالت میں ہو۔

برہما کے بت میں چاروں طرف ایک منہ ہوتا ہے اور کنول پر بیٹھی ہوئی حالت میں دکھایا جاتا ہے۔

مہادیو کے بیٹے سکند کا بت نوعمر لڑکے کی شکل کا بنایا جاتا ہے اور اس کو مور پر سوار ہاتھوں میں سکتی (دودھاری تلوار کی شکل کا ہتھیار) تھامے دکھایا جاتا ہے۔

اندر کے بت کے ہاتھ میں ہیرے کا وجر ہوتا ہے جس کا دستہ سکتی کا ہوتا ہے لیکن اس میں اور سکتی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ اس کا قبضہ درمیان میں ہوتا ہے اور اس کے دونوں طرف تلوار ہوتی ہے۔ اندر کی پیشانی پر تیسری آنکھ دکھائی جانی چاہئے اور ان کو ایک ایسے سفید ہاتھی پر سوار کرتے ہوئے دکھایا جائے جس کے چار دانت ہوں۔ اسی طرح مہادیو کے بت کی پیشانی میں تیسری آنکھ بناؤ جو سیدھی کھڑی ہو، سر پر پہلی رات کا چاند دکھاؤ، ہاتھ میں شول (ترشول) جو لاٹھی کی طرح ہوتا ہے لیکن اس میں تین شاخیں ہوتی ہیں اور تلوار ہو بایاں ہاتھ اپنی بیوی گوری (جو ہماونت کی بیٹی ہے) کو تھامے ہو اور اس کو پہلو کی طرح سے سینے سے لگائے ہو۔

جینا یا بدھ کا بت بناتے ہوئے اس کا چہرہ اور اعضا کو امکانی حد تک خوبصورت بنایا جائے، اس کی ہتھیلیوں اور تلوؤں کی لکیروں کو کنول کی شکل کا دکھایا جائے۔ اس کے بال سفید بنائے جائیں اور چہرے پر خوشی دکھائی جائے۔ اس طرح گویا وہ خلق کا باپ ہو۔

کبیر خزانچی کا بت' سر پر تاج پہنے' پیٹ بڑا' پہلو پھیلے ہوئے اور انسان پر سواری کرتے ہوئے دکھایا جائے۔

سورج کے بت کا چہرہ کنول کے گودے کی طرح سرخ رنگ کا ہو اور ہیرے کی طرح چمکتا ہوا' اعضا نمایاں' کانوں میں بالے پہنے' گردن میں موتیوں کے ہار جو سینے تک لٹکے ہوئے ہوں' سر پر کئی درجے کا تاج پہنے اور بدن پر شمال میں رہنے والے لوگوں کا ٹخنوں تک لٹکا ہوا لباس پہنے ہوئے بنانا چاہئے۔

سات ماؤں کا بت ایک ہی بنایا جائے۔ برہمانی کے چار منہ چاروں طرف ہوں' کوماری کے چھ منہ' ویشنوی کے چار ہاتھ' واراہی کا سور کا سر اور انسان کا دھڑ' اندرانی کی کئی آنکھیں اور لاٹھی تھامے ہوئے ہاتھ۔ بھگوتی (دُرگا) بیٹھی ہوئی حالت میں' کامنداکر یہہ صورت' دانت آگے کو نکلے ہوئے اور پتلی کمر' ان کے ساتھ مہادیو کے دونوں بیٹے چھیتر پال کھڑے بال' چہرے پر شکنیں' بدھ صورت لیکن دوسرے بیٹے ونا تک ہاتھی کے سر اور انسان کے بدن اور چار ہاتھوں والا بنایا جائے جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ان بتوں کے آگے ان کی پوجا کرنے والی بکریوں اور بھینسوں کو کٹاروں سے ذبح کر دیتے ہیں تا کہ یہ بت ان جانوروں کے خون سے غذا حاصل کریں۔ ہر بت کے مختلف اعضا کی ناپ مقرر ہے جو بت کی انگلی کے پیمانے سے مقرر کی جاتی ہے لیکن بعض اوقات ان میں تھوڑا بہت فرق ہو جاتا ہے۔ بت بنانے والا اگر اس ناپ کو قائم رکھتا ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں کرتا تو گناہ سے بچا رہتا ہے اور جس کا بت ہے اس کے عتاب سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

بت کی تکریم کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ کس کی طرف منسوب ہے' یہ نہیں کہ اس میں کتنے ہیرے جواہرات لگے ہیں یا وہ کس چیز کا بنا ہوا ہے۔ ملتان کا بت جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں لکڑی کا تھا۔ اسی طرح وہ لنگ جس کو رام نے راکشسوں سے اپنی لڑائی کے بعد خود اپنے ہاتھ سے نصب کیا تھا' مٹی کا تھا۔ لیکن وہ اس وجہ سے پتھر میں تبدیل ہو گیا کہ اسے نصب کرنے کی مناسب گھڑی گزری جا رہی تھی اور پتھر کا جو لنگ رام نے بنانے کا حکم دیا تھا وہ ابھی تک تیار نہیں ہوا تھا۔

بت خانہ یا مندر اور اس کے گرد سائبان بنانے' ان کے لئے چار قسم کے درخت کاٹنے' بت کو نصب کرنے کی صحیح ساعت نکلوانے اور اس کی تنصیب کے وقت جو رسمیں ادا کرنی ہیں ان کے بارے میں رام نے طویل ہدایات دی ہیں جن کا ذکر بے مزہ اور بے لطف ہے۔ انہوں نے یہ بھی ہدایات دی ہیں کہ بت کے خدام اور مجاور مختلف فرقوں سے منتخب کئے جائیں مثلاً وشنو کے بت کے لئے بھاگوت فرقے سے، سورج کے بت کے لئے آگ یعنی مجوس فرقہ سے' مہادیو کے بت کے لئے بھبھوت ملے ہوئے لمبی جٹاؤں والے' مردوں کی ہڈیوں کی مالا پہننے والے اور تالابوں میں تیرنے والے سادھوؤں میں سے مجاور مقرر کئے جائیں اسی طرح آٹھ ماؤں کے بت کے برہمن' بدھ کے بت کے لئے شمانیہ' اور اریہانت کے بت کے لئے نگن فرقے سے خدام مقرر کئے جائیں۔ الغرض ہر بت کے واسطے اسی قوم کے خدام مقرر ہیں جو اس بت کو بناتی ہے، ایسا اس لئے ہے کہ یہ لوگ ہی اس بت کی اچھی طرح خدمت کر سکیں گے۔

گیتا کا اقتباس جس کے مطابق خدا کا بت نہیں بنایا جا سکتا

ان خرافات کے نقل کرنے کا مقصد قاری کو مختلف بتوں کی پہچان بتانا تھا تا کہ وہ جب کسی بت کو دیکھے تو پہچان جائے۔ اس سے یہ واضح کرنا بھی مقصود تھا کہ یہ بت بے پڑھے لکھے عوام کے لئے نصب کئے جاتے ہیں۔ کبھی کوئی بت کسی ایسی ہستی کا نہیں بنایا جاتا جو مادے سے برتر ہو چہ جائے کہ خدا کا۔ اس گفتگو کا مقصد یہ بتانا بھی تھا کہ بے پڑھے لکھے معتقدین کے ہجوم کو خدام اور مجاور کس کس طرح فریب دے کر ان کے اعتقاد کو قائم رکھتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اس کے بعد گیتا کا وہ اقتباس پیش کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ خدا کا بت نہیں بنایا جا سکتا)
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بت پرستی کی ابتدائی وجہ مرے ہوئے لوگوں کی یادگار قائم کرنا اور زندہ لوگوں کو تسلی دینا تھا لیکن رفتہ رفتہ وہ بڑھ کر اس فاسد اور مفسد درجے تک پہنچ گئی۔

صقلیہ (سسلی) کے بتوں کے بارے میں امیر معاویہؓ نے پہلے ہی سبب کا لحاظ رکھا یعنی یہ کہ محض یادگاریں ہیں۔ جب ۵۳ ہجری کے موسم گرما میں صقلیہ فتح ہوا اور وہاں سے جواہرات کا جڑاؤ تاج پہنے سونے کے بت جب ان کے پاس لائے گئے تو حضرت معاویہؓ نے انہیں سندھ بھجوا دیا تا کہ انہیں وہاں کے راجاؤں کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے کیونکہ انہوں نے یہ سوچا کہ اس طرح ایک دینار وزنی سونے کی قیمت ایک دینار سکے سے زیادہ ملے گی اور انہوں نے دینی مصلحت کے برخلاف انتظامی اور سیاسی مصلحت کی بنیاد پر ان بتوں کی فروخت کا حکم دیا اور ان سے پیدا ہونے والے شرک سے اغماض کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۲

ویدپُران اور ہندوؤں کی دوسری مذہبی کتابیں

لفظ "وید" کے معنی اس چیز کو جان لینا ہے جو پہلے معلوم نہ تھی۔ ہندوؤں کے نزدیک وید خدا کا کلام ہے جو برہما کے منہ سے نکلا ہے۔ برہمن اس کا مطلب سمجھے بغیر اس کو پڑھتے ہیں اور اسے زبانی یاد کر لیتے ہیں اور اسی طرح یہ ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتا رہتا ہے۔ ان میں سے بہت کم لوگ اس کی تفسیر جانتے ہیں اور ایسے لوگ تو بہت ہی کم ہیں جن کو ویدوں کے مطالب ومفاہیم اس طرح ازبر ہوں کہ وہ مناظرہ میں حصہ لے سکیں۔

برہمن چھتریوں کو وید کی تعلیم دیتے ہیں لیکن چھتریوں کو یہ اجازت نہیں کہ وہ کسی کو بھی خواہ وہ برہمن ہی ہو، وید پڑھائیں۔ ویش اور شودروں کو وید سننے تک کی ممانعت ہے، اس کا پڑھنا اور قرات کرنا تو درکنار۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی ویش یا شودر نے وید پڑھا ہے تو اسے حاکم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور سزا کے طور پر اس کی زبان کاٹ دی جاتی ہے۔

ویدوں میں اوامر ونواہی کے علاوہ جزا اور سزا کا بھی بیان ہے تاکہ لوگوں کو اچھے کاموں کی رغبت اور برے کاموں سے پرہیز ہو۔ لیکن ان کا بڑا حصہ بھجوں اور مختلف قسم کی آگ کی قربانیوں پر مشتمل ہے جن کی تعداد اتنی زیادہ اور وہ اتنی پیچیدہ ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔

وید حافظے کے ذریعے ایک نسل سے دوسری کو پہنچتے ہیں

ہندو ویدوں کو تحریر میں لانا جائز نہیں سمجھتے اس لئے کہ ان کی قرات ایک خاص لحن کے ساتھ کی جاتی ہے اور تحریر میں لحن کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ اس کے علاوہ ویدوں کو تحریر میں نہ لانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مباداتحریر میں عبارت میں کوئی کمی بیشی ہو جائے یا کوئی غلطی راہ پا جائے۔ اسی طرح بارہا ایسا ہوا ہے کہ وید لوگوں کے حافظے سے محو ہو کر ضائع ہو گئے تھے۔

ہندوؤں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ گزشتہ دواپر یگ (زمانے) میں جب تمام دینی اور دنیاوی رسوم مٹیں تو ان کے ساتھ وید بھی مٹ گئے تھے۔ دواپر یگ کا ذکر ہم مناسب مقام پر کریں گے۔ پراشر کے بیٹے ویاس نے ازسرنو وید کی تجدید کی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانے سے کچھ قبل' کشمیر کے ایک ممتاز برہمن واسکرا نے ویدوں کو تحریر میں لانے اوران کی تفسیر قلم بند کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔اس ڈر سے کہ کہیں لوگ وید کو بھول نہ جائیں اور یہ ان کے حافظے سے پوری طرح محو نہ ہو جائے اس نے ایک ایسا کام اپنے ذمے لیا جس سے اب تک ہر شخص کترا تا رہا تھا۔اس کا خیال تھا کہ چونکہ لوگوں کے اخلاق روز بروز بدتر ہوتے جا رہے ہیں اور لوگوں کو نیک کام تو در کنار فرائض کی ادائیگی کی بھی توفیق نہیں ہوتی اس لئے ویدوں کو ضبط تحریر میں لانا ضروری ہو گیا ہے۔

ہندوؤں کا یہ بھی خیال ہے کہ وید کے بعض اجزاء ایسے بھی ہیں جن کو عمارتوں کی اندر نہیں پڑھنا چاہیۓ کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو ڈر ہے کہ عورتوں اور جانوروں کے حمل گر جائیں گے۔اس لئے وہ ان کو پڑھنے کے لئے کھلے میدان میں چلے جاتے ہیں۔ویدوں کا شاید ہی کوئی اشلوک ایسا ہو جو اس قسم کی ہیبت نا کی سے خالی ہو۔

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں ہندوؤں کی کتابیں نظم میں ہیں جو عربی کے رجز سے مشابہ ہے۔ان میں اکثر اس بحر (وزن) میں ہیں جسے اشلوک کہا جاتا ہے۔اس کا سبب ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں۔
لیکن وید اس مروجہ وزن میں نہیں ہیں۔ان کا وزن اشلوک سے مختلف ہے۔ہندوؤں کا کہنا ہے کہ اس طرح کی نظم کوئی اور نہیں لکھ سکتا لیکن ان کے علماء کہتے ہیں کہ ایسی نظم لکھی جا سکتی ہے لیکن وہ ادب کے خیال سے ایسا نہیں کرتے۔

ویاس کے چار شاگرد اور چار وید

ایک روایت کے مطابق ویاس نے وید کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔رگ وید' یجر وید' سام وید اور اتھروونا وید۔ان چاروں کی قرات الگ الگ ہے۔پہلا حصہ رگ وید' ایسے وزن میں ہے جس کو رگ کہا جاتا ہے جس کے ارکان غیر مساوی ہیں۔اس کا نام رگ وید اس لئے رکھا گیا کہ یہ پورا کا پورا رگ وزن میں ہے۔اس میں آگ کی قربانیوں کے احکامات ہیں اور اسے تین طرح سے پڑھا جاتا ہے۔اس کی ایک پڑھائی تو وہ سیدھی سادی پڑھائی ہے جس طرح عام کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔اس کو پڑھنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر ہر لفظ کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔اس کو پڑھنے کا تیسرا طریقہ سب سے افضل مانا گیا ہے اور اسے اس طرح پڑھنے پر بہت ثواب ہے۔وہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا پڑھا جائے اس طرح کہ ہر لفظ صحیح طرح سے ادا ہو۔پھر اس جملے کو اس طرح دہرایا جائے کہ اس کے ساتھ آگے کا بغیر پڑھا ہوا جملہ بھی ملا لیا جائے۔اس کے بعد ملائے گئے جملے کو تنہا پڑھا جائے اور پھر اس جملے کو دہرایا جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آگے کا ایک اور جملہ اس میں شامل کر لیا جائے اور اسی طرح خاتمے تک پڑھا جائے تا کہ ختم ہونے تک دو پڑھائیاں ہو جائیں۔

یجروید

یجروید ''کانڈن'' قسم کی نظم میں ہے۔ یہ ایک مشتق لفظ ہے جس کے معنی ''کانڈن'' کا مجموعہ ہے۔ اس کے (یجروید) اور رگ وید کے درمیان یہ فرق ہے کہ اسے اتصال اور روانی کے ساتھ سدھی کے اصولوں کے مطابق پڑھنا ممکن ہے۔ جب کہ رگ وید کو اس طرح پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ آگ اور قربانی کے اعمال رگ وید کی طرح اس میں بھی بیان کئے گئے ہیں۔

سام وید اور اتھروناوید

سام وید میں قربانیوں کے احکام کے علاوہ اوامر و نواہی کا بیان ہے اور اس کو گانے یا بھجنوں کے انداز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کا نام اسی لئے رکھا گیا ہے کیونکہ سام کے معنی ہیں خوش الحانی۔

اتھروید میں سدھی کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی نظم پہلی دونوں ویدوں کی نظم سے مختلف ہے اور اس قسم کی نظم کو بھار کہتے ہیں۔ یہ ناک سے آواز نکالنے کے سے انداز میں پڑھی جاتی ہے۔ دوسرے ویدوں کے مقابلے میں اس کی طرف ہندوؤں کی توجہ کم ہے۔ لیکن اس میں بھی آگ کی قربانیوں کے علاوہ میت اور میت کے لئے جو احکام ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔

پرانوں کی فہرست

پرانوں کے متعلق سب سے پہلے یہ بتا دینا چاہئے کہ لفظ ''پران'' کے معنی قدیم یا ابدی ہیں۔ پرانوں کی تعداد اٹھارہ ہے اور ان میں اکثر کے نام انسانوں' جانوروں اور فرشتوں کے نام پر رکھے گئے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں یا تو ان ہی انواع کے حالات بیان کئے گئے ہیں یا کتاب کے مضمون کا اس نوع سے کوئی تعلق ہے یا پھر اُن کا دیا ہوا کسی سوال کا کوئی جواب اس میں موجود ہے۔

پران ان انسانوں کی تصانیف ہیں جو رشی کہلاتے ہیں۔ نیچے پرانوں کی ایک فہرست دی جاتی ہے۔ پُرانوں کے ان ناموں کو میں نے معلوم کر کے لکھ لیا تھا۔

۱۔ آدی پُران یعنی سب سے پہلی

۲۔ متسیا پران یعنی مچھلی

۳۔ کرما پران یعنی کچھوا

۴۔ وراہا پران یعنی سؤر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ نرسمہا پران یعنی شیر کے سر والا انسان
۶۔ وامن پران یعنی بونا (پستہ قد)
۷۔ وایو پران یعنی ہوا
۸۔ نندا پران یعنی مہادیو کا خادم
۹۔ سکند پران یعنی مہادیو کا بیٹا
۱۰۔ آدتیہ پران یعنی سورج
۱۱۔ سوما پران یعنی چاند
۱۲۔ سامبا پُران یعنی وشنو کا بیٹا
۱۳۔ برہمانڈ پران یعنی آسمان
۱۴۔ مارکنڈیہ پُران یعنی ایک بڑا رشی
۱۵۔ تارکشیہ پُران یعنی ہما پرندہ
۱۶۔ وشنو پران یعنی نارائن
۱۷۔ برہما پُران یعنی فطرت جو دنیا کی بقا کی ذمے دار ہے۔
۱۸۔ بھوشیہ پُران یعنی مستقبل

ان تمام پرانوں میں سے میں نے متسیا' آدتیہ اور وایو کے اجزاء کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔

سمرتی کتب کی فہرست

سمرتی کتاب وید سے ماخوذ ہے۔ اس میں وید سے ماخوذ اوامر ونواہی درج کیے گئے ہیں۔ اس کو برہما کے مندرجہ بیس (۲۰) بیٹوں نے لکھا ہے:

(۱) اپستمب	(۲) پراشر	(۳) ساتاتپ	(۴) سمرورت
(۵) دکش	(۶) وسشٹھ	(۷) انگی رس	(۸) یم
(۹) وشنو	(۱۰) منو	(۱۱) یجنا والکیہ	(۱۲) اتری
(۱۳) ہارت	(۱۴) لکھتیا	(۱۵) سانکھ	(۱۶) گوتم
(۱۷) ورہسپتی	(۱۸) کاتیاین	(۱۹) ویاس	(۲۰) اسانس

ہندوؤں کے پاس' ان کتابوں کے علاوہ' اپنے مذہب کے فقہ' کلام' عبادات' الٰہیات اور دنیا سے نجات حاصل کرنے کی بہت سی اور بھی کتابیں ہیں۔ مثال کے طور پر تپسیا کرنے والے سادھوگوڑ کی کتاب جو انہیں کے نام سے مشہور ہے۔ یا الٰہیات کے موضوع پر کپل کی تصنیف سانکھیا یا نجات حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے موضوع پر کتاب پاتنجلی جس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ روح معقولات کے ساتھ کس طرح ہم آہنگ اور متحد ہو سکتی ہے۔ یا کپل ہی کی دوسری تصنیف 'نیائے بھاشا' جو وید کی تفسیر ہے اور جس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وید مخلوق ہیں۔ نیز وید کے مطابق فرائض و واجبات کے مختلف مدارج بھی بیان کیے گئے ہیں یا جیمنی کی تصنیف 'مماسا' جو اسی موضوع پر ہے۔ یا برہسپتی کی لکھی ہوئی کتاب ''لوکایت'' جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مباحث میں استدلال حواس سے کیا جانا چاہئے۔ اگستیا کی لکھی ہوئی کتاب ''اگستیامت'' جس میں مرقوم ہے کہ ہمیں مباحث میں حواس اور روایت دونوں سے کام لینا چاہئے۔ کتاب وشنودھرم: اس میں لفظ دھرم سے مراد اجر یا جزا ہے لیکن جو عرف عام میں دین کے معنوں میں مستعمل ہے۔ کتاب کے معنی ہوئے خدا یعنی نارائن کا دین۔ پھر دیاس کے چھ شاگردوں کی کتابیں ہیں۔ ان چھ شاگردوں کے نام یہ ہیں۔

دیول، شکر ا، بھارگو، ورہسپتی، یگنا والکیہ اور منو۔

ہندوؤں کے پاس ان کی علاوہ تمام علوم وفنون کی کتابیں ہیں۔ ان سب کے نام یاد رکھنا، خصوصاً ایسے شخص کے لئے جو اجنبی ہو ناممکن ہے۔

مہابھارت

ہندوؤں کے پاس ایک کتاب اور ہے اور جس کی عزت و عظمت ان لوگوں کی دلوں میں اس درجہ ہے کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جو کچھ دوسری کتابوں میں ہے وہ سب اس میں موجود ہے لیکن اس کتاب میں جو کچھ موجود ہے وہ کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں۔ اس کتاب کا نام ''مہابھارت'' ہے جس کو پراشر کے بیٹے ویاس نے پانڈو اور کورو کی اولاد کے درمیان ہونے والی عظیم جنگ کے زمانے میں لکھا تھا۔ اس کتاب کا نام خود اس زمانے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کتاب کے اٹھارہ حصوں میں ایک لاکھ اشلوک ہیں۔ اس کا ہر حصہ پرو کہلاتا ہے۔ ذیل میں ان پروؤں کی فہرست درج کی جاتی ہے۔

۱۔ سبھا پرو یعنی بادشاہ کی قیام گاہ

۲۔ آرانیہ یعنی پانڈو کی اولاد کی جلاوطنی

۳۔ وراٹ، اس راجہ کا نام جس کے ملک میں پانڈو روپوش تھے

۴۔ اُدیوگ یعنی لڑائی کی تیار

۵۔ بھیشم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ درونا برہمن

۷۔ کرن، سورج کا بیٹا

۸۔ سالیہ وریودھن کا بھائی، یہ بڑے بہادر لوگ تھے جو یکے بعد دیگرے فوج کی قیادت سنبھالنے کے بعد مارے گئے۔

۹۔ گدا یعنی گرز

۱۰۔ سوپتک۔ یعنی سوئے ہوئے شخص کا قتل۔ جب درون کے بیٹے اشوتھاما نے پنچال شہر پر شب خون مار کر وہاں کے باشندوں کو قتل کر دیا تھا۔

۱۱۔ جل پرادنیکا یعنی مردے کو چھونے سے لگنے والی نجاست سے غسل کے ذریعے پاک ہونے کے بعد مردے کے نام پر ایک ایک چلو پانی ڈالنا۔

۱۲۔ استری یعنی عورت کا رونا پیٹنا۔

۱۳۔ شانتی۔ جو چوبیس ہزار اشلوکوں پر مشتمل ہے۔ دلوں کی کدورت کو دور کرنے کے بارے میں چار حصوں میں ہیں۔

(۱) راج دھرم: بادشاہوں کا دھرم یا ثواب

(۲) دان دھرم: یعنی صدقات کا ثواب

(۳) پاد دھرم: ضرورت مند اور مصیبت زدہ لوگوں کا ثواب

(۴) موکش دھرم: نجات یافتہ کا ثواب

۱۴۔ اشومیدھ۔ اس گھوڑے کی قربانی جو فوج کے ساتھ دُنیا میں گھمایا جاتا ہے۔ اس کے بعد اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ تمام دیش اُن کے بادشاہ کی ملکیت ہیں اور جو شخص اس کو ماننے سے انکار کرے وہ مقابلے کے لئے آئے۔ اس کے لید کرنے کی جگہ پر آگ کی قربانی دینے کے لئے برہمن اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

۱۵۔ موسال۔ یعنی واسودیو کے قبیلے جادو کی باہمی خانہ جنگی

۱۶۔ آشرم واس یعنی ترک وطن

۱۷۔ پرستھان۔ نجات کی طلب میں ملک چھوڑنا

۱۸۔ سورگاروہن۔ جنت کی طرف مراجعت

ان اٹھارہ حصوں کے بعد ہری ونس پرد کے عنوان سے ایک اور حصہ ہے جس میں واسودیو کے حالات ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں بہت سے مقامات معموں کی طرح کے ہیں جن کے بہت سے مطلب لگائے جا سکتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے' اس بارے میں ہندو مندرجہ ذیل روایت بیان کرتے ہیں۔

"ویاس نے برہما سے ایک ایسا شخص مانگا جو مہابھارت کو لکھتا جائے اور ویاس لکھواتا جائے۔ برہما نے ونایک کو یہ کام سونپا' جس کے بت کا سر ہاتھی کے سر کی شکل کا بنایا جاتا ہے اور یہ شرط کی کہ وہ بولنے میں رکے نہیں اور ویاس نے یہ شرط لگائی کہ وہی لکھے جسے وہ سمجھتا ہو۔ کتابت کے دوران ویاس ایسی عبارت درمیان میں بولتا گیا جس کو سمجھنے کے لئے کاتب غور کرنے پر مجبور ہوتا اور اس طرح ویاس کو تھوڑی دیر ستانے کا موقع مل جاتا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۳

صرف ونحو اور عروض کی کتابیں

صرف ونحو اور اوزان وبحور کا علم دوسرے علوم میں معاون ہوتا ہے۔ ہندو ان دونوں علوم میں سے قواعد کو فضلیت دیتے ہیں۔ وہ اسے ویا کرن کہتے ہیں یعنی کلام کو صحیح رکھنے اور تحریر وتقریر میں فصاحت وبلاغت پیدا کرنے کے اصول وقواعد۔ ہم مسلمان اس کو نہیں سیکھ سکتے کیونکہ یہ اس اصل (میری مراد زبان سے ہے) کی فرع یا شاخ ہے جو ہماری گرفت سے باہر ہے۔ اس فن کی جن کتابوں کے نام میں نے سنے ہیں وہ یہ ہیں:

آئندر: یہ کتاب فرشتوں کے سردار اندر کی تصنیف بتائی جاتی ہے۔

چندر: یہ چندر کی تصنیف ہے جو بدھوں کے سرخ لباس پہننے والے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔

سکت: اس کتاب کا نام اس کے مصنف کے نام پر ہے جو قبیلہ ساکتائن کا فرد تھا۔ لفظ ساکتائن اصل میں سکت ہی سے مشتق ہے۔

پانِنی: اس کتاب کا نام بھی مصنف کے نام پر ہے۔

کاتنتر: سرواورمن کی تصنیف ہے۔

سسی دیواورتی: اس کو سسی دیو نے لکھا ہے۔

درگاوی ورتی:

ششیاہتاورتی: اُگر بھوتی نے تصنیف کی۔

راجا آنند پال اور اس کا اتالیق اگر بھوتی

مجھے معلوم ہوا ہے کہ اگر بھوتی ہمارے زمانے کے راجا آنند پال (جو راجا جے پال کا بیٹا ہے) کا اتالیق اور معلم تھا۔ اس نے یہ کتاب لکھ کر کشمیر بھیجی لیکن وہاں کے لوگوں نے اپنی قدامت پسندی کی وجہ سے اس کی طرف اعتنا نہیں کیا۔ اُگر بھوتی نے راجا سے اس کی شکایت کی۔ راجا نے شاگردی کا حق ادا کرنے کے لئے استاد کی خواہش پوری کرنے کا وعدہ کیا اور دو لاکھ درہم نقد اور اتنی ہی قیمت کے تحفے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشمیر بھیجے تا کہ اس کتاب کو پڑھنے والوں میں تقسیم کیے جائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب لوگ اس کتاب کی طرف دوڑ پڑے اور اس کتاب کی نقل کرنے لگے جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ کتنے لالچی ہیں۔ بہر حال اس طریقے سے کتاب کی شہرت اور قدر بڑھ گئی۔

قواعد کے آغاز کے بارے میں روایت

علم صرف ونحو کے آغاز کے متعلق یہ لوگ یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک راجا جس کا نام سمل داہن تھا جسے فصیح زبان میں ستواہن کہتے ہیں' ایک دن ایک تالاب میں اپنی رانیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اس نے اپنی ایک رانی سے کہا ''مودا کم دیہی'' یعنی مجھ پر پانی کی چھینٹیں نہ پھینکو۔ رانی سمجھی راجا نے ''مودکم دیہی'' کہا ہے یعنی میرے لئے مٹھائی لے آؤ۔ چنانچہ وہ گئی اور اس کے لئے مٹھائی لے آئی۔ جب راجا نے اس کی اس بات پر اعتراض کیا تو وہ غصہ میں راجا سے بدکلامی کرنے لگی۔ راجا کو بہت صدمہ پہنچا اور اس نے ہندوؤں کے رواج کے مطابق کھانا پینا ترک کر دیا اور گھر کے ایک کونے میں روپوش ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک پنڈت اس کے پاس گیا اور اسے یہ کہہ کر منایا کہ میں لوگوں کو قواعد سکھاؤں گا۔ راجا سے رخصت ہو کر یہ پنڈت مہادیو کی خدمت میں دعا کرتا اور تسبیح پڑھتا ہوا حاضر ہوا۔ مہادیو اس کے سامنے ظاہر ہوئے اور اس کو صرف ونحو کے چند قواعد تعلیم کیے جیسے کہ ابوالاسود الدولی نے عربی کے لئے بنائے تھے۔ دیوتا نے پنڈت سے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ اس علم کو مزید فروغ دینے میں بھی اس کی مدد کریں گے۔ پنڈت نے راجا کے پاس واپس آ کر یہ قواعد اسے سکھائے اور اس طرح علم صرف ونحو کی ابتدا ہوئی۔

ہندوؤں میں نظم نگاری کا میلان

صرف ونحو کے بعد چھند کا فن ہے جو شعر کو موزوں کرنے کا علم ہے اور ہمارے عروض سے مشابہ ہے۔ ہندوؤں کے لئے یہ ایسا ضروری علم ہے جس سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے ان کی تمام کتابیں نظم میں ہیں۔ نظم میں کتابیں لکھنے کا سبب یہ ہے کہ منظوم کتابیں آسانی سے یاد ہو جاتی ہیں اور بحث ومباحثہ کے وقت کتاب کو دیکھنے کی ضرورت شاذونادر ہی پڑتی ہے ورنہ بیشتر حافظے سے کام چل جاتا ہے۔ ہندوؤں کے مطابق انسان کا ذہن ان چیزوں کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہے جن میں نظم و آہنگ ہو اور ایسی چیزوں سے اجتناب کرتا ہے جن میں نظم وترتیب نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ہندو اپنی نظم کے گرویدہ وشیدا ہوتے ہیں اور ہر وقت انہیں سنانے کے خواہش مند رہتے ہیں حالانکہ ان کا مطلب نہیں سمجھتے اور حاضرین بھی تالیاں اور چٹکیاں بجا بجا کر خوب داد دیتے ہیں۔ انہیں نثر کی طرف بالکل رغبت نہیں حالانکہ اس کو سمجھنا کہیں زیادہ آسان ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی اکثر کتابیں اشلوکوں کے انداز میں ہیں اور جن کی ہم آج مشق کر رہے ہیں اور اقلیدس اور مجسطی کا ترجمہ ہندوؤں کے لئے نظم کر رہے ہیں اور اسطرلاب کی تیاری کے بارے میں ایک رسالہ لکھوا رہے ہیں تاکہ یہ لوگ ان علوم سے واقف ہو جائیں۔ جب ہندوؤں کو کوئی ایسی کتاب ملتی ہے تو وہ اس کی عبارت کو فوراً اشلوکوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان اشلوکوں کا مطلب آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ ضرورت شعری کی وجہ سے اس میں تکلف اور تصنع پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کو ہم ان کے اعداد کے ذکر کے موقع پر زیادہ وضاحت سے بیان کریں گے۔ جب وہ ان مطالب کو اچھی طرح نظم نہیں کر سکتے تو لوگ ان کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہیں کہ یہ کیا نثر نما نظم گھڑ کر رکھ دی ہے اور بے چارہ مصنف اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے۔ میں ان کے بارے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اللہ اس میں میرے ساتھ انصاف کرے گا۔

فن عروض کی کتابیں

اس فن کو پنگل اور چلت نے ایجاد کیا۔ اس مضمون پر متعدد کتابیں موجود ہیں۔ اِنمیں سب سے زیادہ مشہور کتاب ''گَے سَت'' ہے جو اپنے مصنف کے نام پر ہے۔ یہ کتاب اتنی مشہور ہوئی کہ علم عروض کا نام بھی یہی پڑ گیا۔ دوسری کتابوں میں پنگل کی ''مرگالنچنا'' اور اولیا ند کی کتاب بھی بہت مشہور ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی کتاب کو نہیں دیکھا اور نہ ''برہما سدھانت'' کے اس باب سے واقف ہوں جو اس فن سے متعلق ہے۔ اس لئے میں ان کے عروض کے قوانین سے واقف ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بایں ہمہ جو تھوڑا بہت علم اس مضمون کا ہم کو ہے اس سے کام لے کر ہم اس پر گفتگو کرتے ہیں اور پورا علم حاصل کرنے کے انتظار میں اس مضمون کو آگے کے لئے نہیں اٹھا رکھیں گے۔

ارکان (گن چھند) کے شمار کرن میں یہ لوگ بھی ساکن اور متحرک کی وہی صورتیں استعمال کرتے ہیں جو خلیل ابن احمد اور ہمارے دوسرے عروضیوں نے بتائی ہیں اور یہ علامتیں ہیں۔ ا۔ اور او۔ اول الذکر لگھو یعنی خفیف ہے اور آخر الذکر 'گرو' یا ثقیل ہے۔ ''گرو'' کو ''لگھو'' کا دو چند شمار کیا جاتا ہے یعنی ایک ثقیل کی جگہ دو خفیف سے پوری ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ ایک رکن طویل یا لانبا ہے جس کو 'ورگھا'' کہتے ہیں اور جو ایک ''گرو'' کے برابر ہیں۔ اس رکن میں ایک طویل حرکت ہے جیسے کا' کی' کو۔

ہم اب تک خفیف اور ثقیل کا حال ایسے یقین کے ساتھ نہیں سمجھ سکے ہیں کہ عربی میں اس کی مثال بتلا سکیں۔ لیکن ظن غالب یہ ہے کہ پہلا یعنی خفیف ساکن نہیں ہے اور دوسرا متحرک اور ساکن کا مجموعہ ہے جیسا کہ ہمارے عروض میں سبب ہے۔ یہ لوگ کئی خفیف کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں جبکہ عرب دو ساکن کو ایک جگہ جمع نہیں کرتے جبکہ دوسری زبانوں میں ایسا ممکن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ ابتداء میں ساکن حرف کا تلفظ مشکل ہے لیکن ہندوؤں کے زیادہ تر اسما کی ابتداء ایسے حروف سے ہوتی ہے جو اگر ساکن نہیں تو خفیف ضرور ہیں۔ اگر شعر کا پہلا لفظ ایسا ہوتا ہے تو وہ اس کو شمار نہیں کرتے کیونکہ گرو کی شرط یہ ہے کہ اس کا ساکن پہلے نہ آئے بلکہ بعد میں آئے۔

پھر، جس طرح ہمارے ہاں افاعیل سے مختلف بحریں مرتب کر لی گئی ہیں جن کے مطابق شعر کہا جاتا ہے اور ان کے ساکن اور متحرک کے لئے نشانات مقرر کر لئے ہیں اسی لئے ہندوؤں نے بھی ارکان بحر کے لئے کچھ نام مقرر کر لئے ہیں جن کی بنیاد لگھو اور گرو کی تقدیم و تاخیر پر رکھی گئی ہے لیکن ان کے ہاں ارکان کی تعداد کی کمی بیشی کے باوجود وزن ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے۔ یعنی ہر وزن کے لئے ایک مقررہ ناپ یا پیمائش ہے جس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوتی۔ البتہ حروف کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس ناپ کے مطابق لگھو ایک ماترا اور گرو دو ماتر کے برابر ہے۔ لکھے ہوئے حروف کی تعداد نہیں بلکہ ان کے پیمانے یا ناپ کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ جس طرح عربی میں تشدید یا تنوین میں دو دو حرف شمار ہوتے ہیں جبکہ لکھا ایک ہی جاتا ہے۔

لگھو اور گرو کے الگ الگ متعدد نام ہیں۔ لگھو کا نام لا، کلی، روپ، کا مر اور گرہ بھی ہے۔ اسی طرح گرو کو گا، نیورا اور اردھ امسک بھی کہتے ہیں۔ اردھ امسک کا مطلب یہ ہے کہن پورن امسک دو گرو کے مساوی ہوتا ہے۔ یہ نام عروض کی کتابوں میں نظم کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان ناموں کی اتنی زیادہ تعداد اسی لئے رکھی گئی ہے کہ اگر ایک نام بحر میں نہ آتا ہو تو اس کی جگہ دوسرا نام نظم کر دیا جائے۔

(اس کے بعد رکن کی تعریف بیان کی ہے اور ہری بھٹ کی لغت کی کتاب سے متعلقہ اقتباسات پیش کئے ہیں)۔

پد

جس طرح عربی اشعار دو نصف میں منقسم ہوتے ہیں یعنی عروض اور ضرب، اسی طرح ہندی اشعار بھی دو حصوں میں ہوتے ہیں اور ہر حصے کو پد کہا جاتا ہے۔ ہر شعر کو تین یا چار پد میں تقسیم کیا جاتا ہے لیکن بعض اوقات درمیان میں پانچواں پد بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔ پدوں میں قافیہ کا التزام نہیں ہوتا لیکن پہلے پد اور دوسرے پد کا آخری لفظ ایک ہی حرف ہوتا ہے۔ اسی طرح تیسرے اور چوتھے کا بھی اور یہ ایک طرح کا قافیہ ہی معلوم ہوتا ہے اور اسے آر یہ کہتے ہیں۔ پد کے آخر میں لگھو کو رگھو میں بدلا جاسکتا ہے اگر چہ عام طور پر پد کا خاتمہ لگھو پر ہی ہوتا ہے۔

ہندوؤں کی منظوم کتابوں میں متعدد بحریں ملتی ہیں، جس بحر میں پانچ پد ہوتے ہیں اس میں پانچواں پد تیسرے اور چوتھے پد کے درمیان رکھا جاتا ہے۔ بحروں کے نام ارکان کی تعداد کے مطابق مختلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں، اس لئے کہ ہندو اس امر کو پسند نہیں کرتے کہ نظم کے تمام اشعار ایک ہی بحر میں ہوں۔ وہ ایک ہی نظم میں مختلف بحریں لاتے ہیں تاکہ ان کی نظمیں ایک مرصع ریشمی پارچے کی طرح رنگا رنگ کے نقش ونگار سے آراستہ نظر آئیں۔

(اس کے بعد پدوں کی رکن شماری کا جو فرق عربوں اور ہندوؤں میں ہے اس کو بیان کیا ہے)۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب دوبارہ کہتا ہوں کہ میں اس فن کو اس حد تک نہیں جانتا کہ اس کو پوری طرح بیان کرسکوں لیکن بہرحال اس کو بیان کرنے کی امکانی کوشش کرتا ہوں۔

ورت کے بیان میں جس میں چار پد ہوتے ہیں

ایسی چار پد کی نظم جس کے حروف کی تعداد اور نشانات باہم مشابہ ہوں اور پدوں میں یک گونہ مشابہت ہو اس طرح کہ اگر ایک پد معلوم ہو جائے تو دوسرے تمام پد بھی معلوم ہو جائیں، ورت کہلاتی ہے۔ اس نظم میں یہ جائز نہیں کہ کسی پد کے حروف چار سے کم ہوں کیونکہ وید میں کوئی پد اس سے کم یا چھوٹا نہیں آیا ہے۔ اس وجہ سے پد کے حروف کی تعداد کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ چھبیس رکھی گئی ہے۔ نتیجہ میں ورت بحر کی ۲۳ اقسام موجود ہیں جن کی تفصیل یہاں بیان کی جاتی ہے۔

(اس کے بعد البیرونی نے ورت کی ۲۳ قسموں کو بیان کیا ہے)

ہم نے اس قدر محنت اس لئے کی ہے کہ اشلوک کے قواعد وضوابط کی تفہیم ہو جائے کیونکہ ہندوؤں کی بیشتر کتابیں اشلوکوں کے طرز پر ہی ہیں۔

اشلوک کا نظریہ

اشلوک چار پد کی نظم ہے جس کے ہر پد میں آٹھ حروف ہوتے ہیں جو ہر پد میں مختلف ہوتے ہیں۔ ہر پد کا آخری حرف ایک ہی سا یعنی گرو ہوتا ہے۔ ہر پد کا پانچواں حرف لگھو اور چھٹا گرو ہوتا ہے۔ باقی حروف مصنف کی صوابدید یا ضرورت شعری کے مطابق ہوتے ہیں۔

(اس کے بعد برہم گیتا سے اقتباس پیش کیا ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ ہندو اپنے شعری نظام میں حساب سے کس طرح کام لیتے ہیں۔ اقتباس کے آخر میں البیرونی نے اس بات پر اظہار افسوس کیا ہے کہ اسے مذکورہ بالا رسالے کا صرف ایک ہی صفحہ مل سکا۔ حاشیہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ "میرے خیال کے مطابق یونانیوں کا نظام شعر بھی ہندوؤں سے ملتا جلتا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۴

ہندوؤں کے دوسرے علوم، نجوم وغیرہ کی کتابیں

ہندوؤں کے علوم کی تعداد بہت زیادہ ہے اور جب ان علوم کی ترقی کے زمانے میں عوام الناس کی توجہ ان علوم کی طرف ہوتی ہے تو اس میں مزید اضافہ اور ترقی ہو جاتی ہے۔ لوگ ان علوم اور ان کے عالموں کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حصہ ارباب حکومت کا ہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو عالموں کو ضروریات زندگی کی فکر سے چھٹکارا دے سکتے ہیں اور عالموں کو ان علوم کی ترقی اور فروغ کی کوششوں میں یکسوئی سے لگ جانے کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں کیونکہ علم کا حصول انسان کی سرشت میں داخل ہے۔

ہمارا زمانہ علم کی ترقی کا زمانہ نہیں بلکہ ایک طرح سے اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ زمانہ ایسا نہیں کہ کوئی نیا علم پیدا ہو یا کوئی نئی تحقیق سامنے آئے اور اس وقت جو تھوڑا بہت علم موجود ہے وہ گزرے ہوئے زمانے کی بچی کھچی یادگار ہے۔

جب دنیا میں کوئی علم یا نظریہ عام ہوتا ہے تو ہر قوم اس سے فائدہ اٹھاتی ہے اور اس میں اپنا حصہ پاتی ہے۔ ہندوؤں کو بھی ان علوم میں حصہ ملا ہے۔ زمانے کی الٹ پھیر کا ان کا نظریہ کوئی بہت بڑی بات نہیں بلکہ مشاہدے کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔

سدھانت کا بیان

علم نجوم ہندوؤں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے مذہبی معاملات کا علم، نجوم سے متعلق ہے۔ ان میں جو شخص منجم بننا چاہتا ہے اس کے لئے صرف نجوم جان لینا کافی نہیں، رمل سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ مسلمانوں میں جو کتاب ''سدھند'' کے نام سے مشہور ہے اس کا اصلی نام ''سدھانت'' ہے جس کے معنی ہیں مستقیم یعنی جو کجی اور تغیر سے پاک ہو۔ وہ علم نجوم کی ہر معیاری کتاب کو ''سدھانت'' کے نام ہی سے پکارتے ہیں۔ ان میں بعض ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جن کا مرتبہ ہمارے زیچ سے کم ہے۔ ان کے نزدیک سدھانت پانچ ہیں:

۱۔ سوریہ سدھانت: یعنی سورج کا سدھانت جولتا کا تیار کردہ ہے۔

۲۔ وسشٹھ سدھانت: یہ بنات النعش کے ایک ستارے کی طرف منسوب ہے اور وشنو چندر کا تیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہوا ہے۔

۳۔ پُلسا سدھانت: اس کا نام پولس نامی ایک یونانی کے نام پر ہے جو سینترا شہر کا رہنے والا تھا۔ میرے خیال میں سینترا اسکندریہ کا نام تھا۔ یہ سدھانت پولس کا تصنیف کردہ ہے۔

۴۔ رومکا سدھانت: اس کا نام "روم" کے نام پر ہے جس سے مراد سلطنت روم کے باشندے ہیں۔ اس کو سری شن نے تیار کیا ہے۔

۵۔ برہما سدھانت: اس کا نام برہما کے نام پر ہے اور اسے جشنو کے بیٹے برہم گپتا نے بھلا مالا کے مقام پر تیار کیا تھا۔ یہ مقام ملتان اور انہلواڑہ کے درمیان آخر الذکر سے ۱۶ یوجنا کی مسافت پر ہے۔

ورہ میر نے چھوٹے حجم کی ایک زیچ مرتب کی ہے۔ اس کا نام پنچ سدھانت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں مذکورہ بالا پانچوں سدھانتوں کا نچوڑ شامل ہے لیکن ایسا نہیں ہے اور نہ یہ ان پانچوں سے بہتر اور صحیح تر ہے۔ اس لئے اس نام کا صحیح مطلب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ سدھانت کی تعداد پانچ ہے۔ مجھے اب تک پولسا اور برہما گپتا کی کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں سے کوئی بھی نہیں ملی ہے۔ میں نے ان کا ترجمہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ میں یہاں برہما سدھانت کے ابواب کی فہرست درج کرتا ہوں کیونکہ یہ مفید اور معلوماتی ہے۔

برہما سدھانت کے ۲۴ ابواب کی فہرست:

(۱) زمین کی ماہیت اور آسمان و زمین کی شکل

(۲) ستاروں کی گردش، وقت کا حساب یعنی مختلف طول البلد اور عرض البلد کے اوقات کا حساب لگانا، سیاروں کے وسطی مقامات اور قوسوں کے جیوب معلوم کرنا۔

(۳) سیاروں کے مقامات کی تصحیح۔

(۴) تین مسائل کا بیان یعنی سائے کو معلوم کرنا، دن کے گزرے ہوئے حصے کا پتہ چلانا اور طالع کو دریافت کرنا اور ایک کی بنیاد پر دوسرے کا پتہ چلانا۔

(۵) سورج کی کرنوں سے دور ہو کر ستاروں کا ظاہر ہونا اور سورج کی روشنی میں نظروں سے اوجھل ہو جانا۔

(۶) رویت ہلال اور اس کے دونوں قرن۔

(۷) چاند گرہن۔

(۸) سورج گرہن۔

(۹) چاند کے سائے کا بیان۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) ستاروں کا اجتماع اور ملاپ۔

(۱۱) ستاروں کا عرض البلد۔

(۱۲) کتابوں اور زائچوں کے مضامین کو جانچنا اور ان کے صحیح اور غلط ہونے کا اندازہ لگانا۔

(۱۳) حساب کتاب اور پیمائش میں حساب سے کام لینا۔

(۱۴) سیاروں کے وسطی مقامات کا تعین۔

(۱۵) سیاروں کے مقام کا صحیح تعین۔

(۱۶) تین سوالوں (باب ۴) کا صحیح تعین۔

(۱۷) گرہن کے انحرافات۔

(۱۸) رویت ہلال اور اس کے دو قرنوں کی علمی توجیہہ۔

(۱۹) کٹ ٹکا' یعنی پیسنا۔ کسی چیز کی صحت کے بارے میں یقین حاصل کرنے کو تلوں کو پیس کر تل نکالنے سے تشبیہہ دی گئی ہے یعنی ہر کام میں انتہائی دِقّتِ نظر سے کام لینا۔ اس باب میں الجبرا اور دوسرے متعلقہ مضامین کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ریاضی سے متعلق بھی بہت سی مفید معلومات اس باب میں موجود ہیں۔

(۲۰) سائے کا بیان۔

(۲۱) شعر کے اوزان کا حساب۔

(۲۲) گردشیں اور ان کے مشاہدے کے آلات۔

(۲۳) وقت اور وقت کے چار پیمانے شمسی، طلوعی، قمری اور منزلی۔

(۲۴) اعداد کی علامتیں جو منظوم کتابوں کے ارقام میں استعمال ہوتی ہیں۔

مصنف کے بیان کے مطابق کتاب میں مندرجہ ذیل چوبیس ابواب ہونا چاہییں تھے لیکن کتاب میں ایک پچیسواں باب بھی ہے جس کا نام دھیان گرہ ادھیائے ہیں جن میں ان مسائل کو حساب کے ذریعے نہیں قیاس وفکر کے ذریعے حل کیا گیا ہے۔ میں نے اس بات کو اس فہرست میں اس لئے شامل نہیں کیا ہے کہ مصنف کے پیش کردہ مزعومات حساب سے غلط ثابت ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں مصنف نے اس باب میں جو کچھ لکھا ہے وہ نجوم کے طریق کار کے برعکس، عقلی گدوں سے تعبیر کئے جا سکتے ہیں کیونکہ اس فن کا کوئی مسئلہ بھی ریاضی کے بغیر حل نہیں کیا جا سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تانتر اور کرن کی کتابیں

جو کتابیں سدھانت کے معیار پر پوری نہیں اترتیں ان کو تانتر یا کرن کہا جاتا ہے۔ تانتر اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی عامل کی ماتحتی میں کام کرے۔ "کرن" کے معنی اتباع کرنے والا ہے۔ یعنی یہ کتابیں سدھانت کی پیروی کرتی ہیں اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کتابوں کے مصف جو آچاریہ یعنی عالم و زاہد لوگ ہیں برہما کے تابع ہیں۔

آریہ بھٹ اور بل بھدر کے لکھے ہوئے دو مشہور تانتر ہیں۔ برہما گپتا کا تانتر جس کا نام "کرانا کھانڈ کھاڈیہ کا" اس کے علاوہ ہے۔ کھانڈ ایک قسم کی شکر کو کہتے ہیں۔ اس کتاب کا یہ نام کیوں رکھا گیا' اس کے بارے میں میں نے یہ سُنا ہے: سگریوبدھ نے ایک زیچ بنایا جس کا نام ڈدھی ساگر' یعنی دہی کا سمندر رکھا، اس کے ایک شاگرد نے بھی ایک زیچ بنایا اور اس کا نام "کرابایا" یعنی چاول کا پہاڑ رکھا۔ اس کے بعد اس نے ایک اور رسالہ تصنیف کیا اور اس کا نام "لون مشتی" یعنی مٹھی بھر نمک رکھا۔ اس لئے برہما گپتا نے اپنی کتاب کا نام مٹھائی کے نام پر رکھا تاکہ کھانوں کی فہرست مکمل ہو جائے۔ "کرانا کھانڈ کھادیہ کا" میں آریہ بھٹ کے اصول کی ہی ترجمانی کی گئی ہے۔ اس کے بعد برہما گپتا نے ایک اور کتاب "اترا کھانڈ کھادیہ کا" لکھی جو "کھانڈ کھادیہ کا" کی شرح ہے۔ پھر ایک اور کتاب لکھی جس کا نام "کھانڈ کھادیہ کاٹپا" ہے جس کے متعلق مجھے وثوق سے نہیں معلوم کہ یہ برہما گپتا ہی کی تصنیف ہے یا کسی اور کی۔ اس میں "کھانڈ کھادیہ کا" کے اعداد اور ریاضی کے دوسرے علموں کی توجیہہ وتشریح بیان کی ہے۔ میرے خیال میں یہ "بل بھدر" کی تصنیف ہے۔

اس کے علاوہ ایک زیچ بنارس کے وجیا نندن مفسر کی بھی ہے جس کا نام کرانا تلک یعنی کرانوں کی پیشانی کی چمک ہے۔ ایک اور زیچ بھاوت (مہدت) کے بیٹے یعنی ناگپور کے وینشور کی تصنیف کردہ بھی ہے جس کا نام "کراناسار" یعنی کرانا سے مستنبط ہے۔ ایک اور تصنیف "کرانا پارا تلک" ہے' اس کے ذریعے ایک سیارے کے مقام کا پتہ دوسرے سیارے کے مقام سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس کا مصنف "بھانو دیاس" ہے۔

اتپالا کشمیری کی بھی ایک کتاب اس موضوع پر ہے۔ اس کا نام "راہن را کرن" ہے یعنی کرن کو توڑنے والی اور دوسری کتاب "کرن پات" یعنی کرن کا قتل ہے۔ پھر ایک کاب "کرن چوڑامنی" ہے لیکن اس کے مصنف کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس موضوع پر اور بھی کتابیں ہیں مثلاً عظیم' مانس' جو منو کی تصنیف ہے اور جس کی شرح اتپالا نے لکھی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''چھوٹا مانس' جو اول الذکر کی تلخیص ہے پنکالا (؟) سے منسوب ہے۔

''دسا گی تکا'' مصنفہ آریہ بھٹ اور اسی مصنف کی ''آریا سٹا ستا''

''لوکا نندا'' جو اپنے مصنف کے نام پر ہے۔

''بھتیلا'' برہمن بھتیلا کی تصنیف ہے۔

اس قسم کی کتابوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ شمار سے باہر ہے۔

رمل کی کتابیں

رمل کی کتابوں میں مندرجہ ذیل مصنفین کی سمہتا ئیں ہیں۔

مانڈویا پراشر' گرگا' برہمن' بل بھدر' دویا تو' ورہ میر' ''سمہتا'' سے مراد ایسے مجموعے ہیں جن میں تھوڑا تھوڑا بیان ہر فن کا ہو مثلاً سفر کے بارے میں پیش گوئیاں' سلطنتوں کے عروج وزوال کے بارے میں پیش گوئیاں' مسعود منحوس کی پہچان' ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ کر مستقبل کے بارے میں حکم لگانا' خوابوں کی تعبیر اور پرندوں کی اڑان اور آوازوں سے شگون لینے کے احکام۔ ہندوؤں کے علماء ان چیزوں پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے نجومیوں کا یہ دستور ہے کہ وہ ان سمہتوں میں دنیا میں ہونے والے واقعات کا علم اور سیاروں کے اثرات کا علم ایک ہی جگہ جمع کر دیتے ہیں۔

اسی طرح مندرجہ ذیل مصنفوں میں سے ہر ایک نے جاتکاؤں یا زائچوں پر بھی کتابیں لکھی ہیں۔

پراشر' ستیہ' منتھا' جیوا سرمن' یونانی مئو۔

ورہ میر نے اس موضوع پر دو کتابیں لکھی ہیں۔ ایک بڑی اور ایک چھوٹی۔ بل بھدر نے بڑی کتاب کی شرح لکھی ہے اور چھوٹی کتاب کو میں نے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ ورہ میر کی بعض اور چھوٹی کتابیں بھی ہیں مثلاً شٹ پنکا سکا جس میں نجوم کے مسائل پر چھپن ابواب ہیں اور ''ہوراپنکا ہوتریار'' (؟) یہ بھی اسی موضوع پر ہے۔ ''یوگا یاترا'' میں سفر کی مبارک ساعتوں اور دوسرے احکام ہیں ''تکانی یاترا'' بھی اسی موضوع پر ہے 'دواہ تپالا' میں شادیوں کے احکام ہیں۔ عمارتوں کے متعلق بھی ایک کتاب ہے...... (کذا) ''سرودھو'' میں چڑیوں کی اڑانوں اور آوازوں سے شگون لینا اور کتاب میں سوئی چبھو کر فال لینے کا بیان ہے۔ اس کتاب کے تین مختلف نسخے ہیں۔

طب کی کتابیں

علم طب کا مرتبہ بھی علم نجوم کے برابر ہے لیکن فرق یہ ہے کہ نجوم کو ہندوؤں کے مذہب میں بھی بڑا دخل ہے۔ علم طب میں ہندوؤں کے پاس ایک کتاب ہے جو اپنے مصنف ''چرک'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لوگ اس کتاب کو اپنی تمام طبی کتابوں سے افضل مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ چرک گزشتہ دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُپڑ یگ (زمانے) میں ایک رشی تھا جس کا نام اگنی ویش تھا۔اس کا نام چرک اس وقت پڑا جب اس نے سوتر کی اولاد میں سے چند رشیوں سے طب کا علم سیکھ لیا۔ان رشیوں نے یہ علم اندر سے سیکھا تھا اندر کو دیوں کے طبیب اسون سے اور اسون کو پرجاپتی یعنی برہما سے حاصل ہوا تھا جو انسانوں کے جد ہیں۔برامکہ کے شہزادوں کی تعلیم کے لئے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

پنچ تنتر

ہندوؤں نے اور بھی بہت سے علوم وفنون میں کمال حاصل کیا ہے اور ان کے یہاں ان علوم وفنون کی بے شمار کتابیں ہیں۔لیکن میں اپنی کم علمی کے باعث ان سے واقفیت حاصل نہیں کرسکا۔میری خواہش ہے کہ کاش میں کتاب پنچ تنتر کا ترجمہ کرسکتا۔یہ کتاب ہم لوگوں میں ''کلیلہ ودمنہ'' کے نام سے مشہور ہے۔متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے جیسے عربی' فارسی اور ہندی میں لیکن یہ ترجمے ایسے لوگوں نے کیے ہیں جن میں متن میں تحریف کردینے کا قوی شبہ ہے۔مثلاً عبداللہ ابن مقفع نے اس میں برزویہ کا باب محض اس لئے بڑھا دیا تا کہ کمزور عقیدے کے لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہو جائیں اور ان کو منشائیہ عقائد اختیار کرنے کی دعوت دی جاسکے۔جب اس نے اپنی طرف سے اضافہ کرنے تک سے گریز نہیں کیا تو متن میں تحریف کردینا تو اس کے مقابلے میں ایک معمولی سی بات ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۵

ہندوؤں کے اوزان اور پیمانوں کا بیان

تا کہ کتاب میں مذکور پیمائشوں کے سمجھنے میں آسانی ہو

ہندوؤں کا تولنے کا طریقہ

گننا انسان کے لئے ایک طبعی امر ہے۔ کسی چیز کی مقدار اس طرح ہوتی ہے کہ اسے اسی طرح کی دوسری چیز' جسے عام منظوری سے اکائی سمجھ لیا گیا ہو، کے مقابلے میں رکھا جائے۔ اس طرح اس چیز اور دوسری چیز کے مابین جو فرق ہے وہ معلوم ہو جائے گا۔

تولنے سے' وزن دار چیزوں کے ثقل کے مدار' یعنی وزن کا اندازہ' ڈنڈی کے سیدھے رہنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں کو ترازو کی بہت کم ضرورت پڑتی ہے کیونکہ ان کے درہموں کا شمار عدد سے ہوتا ہے وزن سے نہیں اور ان کے پیسے بھی گن کر بتائے جاتے ہیں کہ ان کے اتنے ''فلو'' ہوئے لیکن ان درہموں اور دوسرے سکوں کی شناخت ہر شہر میں الگ الگ ہے۔ ہندو سونے (Gold) کو صرف اس وقت تولتے ہیں جب وہ اپنی طبعی حالت میں ہو یا پھر زیوروں اور برتنوں کی شکل میں ہو۔ لیکن اگر وہ سکوں کی شکل میں ہو تو اس کو تولا نہیں جاتا۔ سونے کے وزن کے لئے ہندو جو پیمانہ استعمال کرتے ہیں اسے ''سورن'' کہتے ہیں ایک سورن ۷ اتولے کے برابر ہوتا ہے۔ ہندو تولے کا استعمال اسی کثرت سے کرتے ہیں جس طرح ہم لوگ ''مثقال'' کا۔ ہندوؤں سے مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کے مطابق ایک تولہ ہمارے ان تین درہموں کے برابر ہے جن کے دس درہم سات مثقال کے ہوتے ہیں۔ اس حساب سے ان کا ایک تولہ ہمارے ۱۰/۱م مثقال کے برابر ہوتا ہے۔ تولے کے بڑے اجزا ماشہ ہیں۔ ایک تولے میں بارہ ماشے ہوتے ہیں اور ایک سورن سولہ ماشے کا ہوتا ہے۔

مزید اماشہ برابر ہے ۴ انڈی (ارنڈ) کے جو گورنا ی پیڑ کا بیج ہے۔

انڈی برابر ہے	۴	یوا جو کے
یوا برابر ہے	۲	کل کے
کل برابر ہے	۴	پاڑ کے
پاڑ برابر ہے	۴	مدری (؟) کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوں کہ تول کی یہ اکائی حقیقی ہے بلکہ عام منظور سے مقرر کر لی گئی ہے۔اس لئے اس کو عملی اور قیاسی طور پر مزید اجزاء میں بھی تقسیم کر لیا جاتا ہے۔اس کے اجزاء ایک ہی زمانے میں مختلف مقامات پر الگ الگ ہوتے ہیں اور ایک ہی ملک میں مختلف زبانوں میں مختلف اجزاء رائج رہے ہیں۔پھر مختلف مقامات میں کبھی زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کی وجہ سے اور کبھی محض اتفاقاً ان کے نام بھی بدلتے رہتے ہیں۔

سومنات کے اطراف کے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ ان کا مثقال ہمارے مثقال کے برابر ہے۔

ایک مثقال=۸رواد=ایک یوا=دو پلی

ایک پلی=۱۶یوا(یعنی جو کے دانے)

چنانچہ ایک مثقال=۸یوا=۱۶پلی=۲۵۶یوا

(اس سلسلے میں ورہ میر اور چرک سے اقتباسات پیش کیے ہیں اور اول الذکر نے بتوں کی جو ناپ اور پیائش مقرر کی ہیں ان کا ذکر کیا ہے)۔

ہندوؤں کا ترازو

ہندو جس ترازو کو چیزوں کا وزن کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں،وہ قرسطیوں (Charistones) کی قسم کے ہوتے ہیں جن میں وزن کا پلڑا غیر متحرک ہوتا ہے اور وہ پلڑا جس پر وہ چیز رکھی جاتی ہے حرکت کرتا ہے۔اس کے ابتدائی تول ایک سے پانچ تک کا وزن بناتے ہیں اور اس کے بعد دس دس بڑھتا جاتا ہے یعنی ۱۰'۲۰'۳۰ وغیرہ ہندوؤں کے یہاں ایک باٹ کو بھار کہا جاتا ہے۔ اس کا ذکر سندھ کی فتوحات کے بیان میں آتا ہے۔ایک بھار دو ہزار پل کے برابر ہوتا ہے کیونکہ ایک بھار ۲۰۰ پل کا سو گنا (۲۰۰×۱۱۰) ہوتا ہے جو تقریباً ایک بیل کا بوجھ ہوتا ہے۔ہندوؤں کے اوزان کے متعلق مجھ کو اتنا ہی معلوم ہو سکا ہے۔

خشک چیزوں کا ناپ

ناپ کے ذریعے چیزوں کا حجم معلوم کیا جاتا ہے۔اس طرح کہ جس برتن سے ناپ کیا جاتا ہے وہ اس چیز سے پوری طرح بھر جائے اور چاہے گرا کر ڈالیں یا ہاتھ سے دبائیں کسی حال میں بھی مزید بھرنے کی گنجائش نہ رہے۔جب ایک ہی جنس کی دو چیزیں ایک ناپ کی ہوں گی تو دونوں کا حجم اور وزن ایک ہی ہوگا لیکن اگر وہ چیزیں مختلف جنس کی ہوں تو جسامت میں برابر ہوں گی وزن میں نہیں۔

ان کا ایک ناپ ''بی سی'' (سی بی؟) ہے جس سے قنوج اور سومنات کا ہر باشندہ واقف ہے۔

قنوج کے لوگوں کے مطابق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴بی سی=اپرستھا
۴/ابی سی=ایک کداوا
سومنات کے لوگوں کے مطابق
۱۶ابی سی=اپنٹی
۱۲اپنٹی=امورو

فاصلوں کی پیائش

خطوط کے ذریعے فاصلے اور سطح کے ذریعے رقبہ کی پیائش کو مساحت کہتے ہیں۔ کسی میدان کا رقبہ نکالنے کے لئے اس کے جز کو پیانہ بنانا چاہیے۔ لیکن یہ کام خطوط کے ذریعے بھی نکالا جاتا ہے کیونکہ خط کی پیائش کر کے بھی رقبہ نکالا جا سکتا ہے۔

(اس کے بعد ورہ میر کے مقرر کیے ہوئے مسافت کے ناپ کی اکائیوں کا ذکر کیا ہے جو ذیل میں درج ہیں:

۸متصل جو=	ایک انگل
۱۴انگل=	ایک رم یا مشت (مٹھی)
۲۴انگل=	ا ہاتھ
۴گز=	ادھنو (کمان)
۴۰کمان=	انالوہ
۲۵نالوہ=	اکروش (کروہ)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک کروہ میں ۴۰۰۰ گز ہوتے ہیں اور ہمارے میل میں بھی اسی قدر گز ہوتے ہیں اس لئے ایک میل ایک کروہ کے برابر ہوا۔ پلس یونانی نے بھی اپنی تصنیف کردہ سدھانت میں ایک کروہ کو چار ہزار گز کا بتایا ہے۔

ایک گز دو مقیاس کے مساوی ہے یعنی ۲۴ انگل کے برابر کیوں کہ ہندو 'سنکو' مقیاس کا اندازہ بت کی انگلیوں سے کرتے ہیں۔ وہ انگلی کو مقیاس کا بارھواں حصہ قرار نہیں دیتے۔ ان کا مقیاس ہمیشہ ایک بالشت کے برابر ہوتا ہے اور بالشت وہ فاصلہ ہے جو ہتھیلی اور انگلیوں کو ممکنہ حد تک پھیلانے کے بعد انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کے سروں کے درمیان ہوتا ہے۔ بالشت کو وتستی اور کشکو بھی کہتے ہیں۔

ہتھیلی اور انگلیوں کو پھیلانے کے بعد چوتھی انگلی اور انگوٹھے کے سروں کے درمیان کے فاصلے کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گو کرن کہتے ہیں۔

اسی طرح دوسری انگلی اور انگوٹھے کے درمیان کا فاصلہ کربھ کہلاتا ہے۔ یہ ۲/۳ بالشت کے برابر شمار کیا جاتا ہے۔ بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان کے فاصلے کو تال کہتے ہیں۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ ہر شخص کا قد اس کے تال سے آٹھ گنا ہوتا ہے خواہ بڑا قد ہو یا چھوٹا۔ اسی طرح کے خیال میں پیر قد کے ساتویں حصے کے برابر ہوتا ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ کروش ہمارے ایک میل کے برابر ہوتا ہے تو قاری کو یہ بھی معلوم ہو جانا چاہئے کہ ہندوؤں کے یہاں فاصلے ناپنے کا ایک پیمانہ یوجن بھی ہے۔ یوجن آٹھ میل یا ۳۲،۰۰۰ گز کا ہوتا ہے۔

یوجن اور فرسخ کا تناسب

بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ''کروہ'' ایک فرسخ کا چوتھائی ہے اور کہتے ہیں کہ ہندوستان کا فرسخ ۱۶,۰۰۰ گز کا ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ دراصل ایک کروہ نصف یوجن کے برابر ہوتا ہے۔ فرازی کی زیچ میں زمین کا محیط اسی پیمانے سے متعین کیا گیا ہے، اسی یوجن کو اس نے جمع کے صیغے میں اجوان کہا ہے۔

محیط اور قطر کا تناسب

ہندوؤں میں یہ بات فرض کر لی گئی ہے کہ کسی دائرہ کا محیط اس کے قطر کا تین گنا ہوتا ہے۔ مالیہ پُران میں سورج اور چاند کا قطر جوزنوں میں بیان کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ ''محیط قطر کا تین گنا ہوتا ہے''۔

(اس کے بعد البیرونی نے مالیہ پُران سے اقتباسات پیش کئے ہیں۔ آدتیہ پُران اور وداپو پُران کے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۶

ہندوؤں کے رسم الخط' حساب' کتاب کے طریقوں اور ان کے بعض عجیب و غریب رواجوں کا بیان

زبان بولنے والے کے خیالات کو سننے والے تک پہنچاتی ہے۔ اس لئے زبان کا کام کچھ ہی دیر رہتا ہے اور زبان یا گفتگو کے ذریعے ماضی کے واقعات و اخبار کو دوسری نسلوں تک پہنچانا ممکن نہیں خصوصاً اس وقت جب ان واقعات کو بہت زیادہ عرصہ گزر چکا ہو۔ اب یہ اس لئے ممکن ہوا کہ انسان کے ذہن نے تحریر کے فن کو ایجاد کر لیا جو ہوا اور ارواح کی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام اور ایک زمانے سے دوسرے زمانے کی طرف ان احوال و اخبار کو منتقل کر دیتی ہے۔ پس تمام تعریف اس ذات کے لئے ہے جس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا اور جو مخلوق کے امور کو بہتر سے بہتر بناتا رہتا ہے۔

لکھنے کا مختلف قسم کا ساز و سامان

ہندوؤں میں قدیم یونانیوں کی طرح چمڑے پر لکھنے کا رواج نہیں ہے۔ سقراط سے جب پوچھا گیا کہ "آپ کتابیں کیوں نہیں لکھتے" تو اس نے جواب دیا "میں علم کو انسان کے زندہ دلوں سے بھیڑوں کی مردہ کھالوں پر منتقل کرنا نہیں چاہتا۔" مسلمان بھی ابتدائے اسلام میں کھالوں پر لکھتے تھے۔ خیبر کے یہودیوں کے ساتھ ہونے والا معاہدہ اور نبی کریمؐ کا کسریٰ کے نام خط چمڑے پر لکھے گئے تھے۔ قرآن کے نسخے بھی ہرن کی کھال پر لکھے گئے تھے اور تورات اب بھی اسی پر لکھی جاتی ہے۔ قرآن کی چھٹی سورت کی ۹۱ ویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وہ اس کے قرطاس بناتے ہیں۔" قرطاس مصر میں پپی رس کے گودے سے بنایا جاتا ہے۔ ہمارے زمانے سے کچھ پہلے تک خلفا کے فرمان اسی پر جاری ہوتے تھے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس پر لکھی گئی تحریر کو مٹایا اور بدلہ نہیں جا سکتا کیونکہ ایسا کرنے سے یہ خراب ہو جاتا ہے۔ کاغذ سب سے پہلے اہل چین نے بنایا پھر چینی قیدیوں کے ذریعے سمرقند اور رفتہ رفتہ دوسرے مقامات پر کاغذ سازی کا فن متعارف ہو گیا اور ہر جگہ ضرورت کے مطابق کاغذ بنایا جانے لگا۔

ہندوستان کے جنوبی حصہ میں کھجور کی قسم کا پھل دار درخت ہوتا ہے جس کے پتے ایک گز لمبے اور تین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملی ہوئی انگلیوں کے برابر چوڑے ہوتے ہیں۔ اس کے پتوں کو تاڑی (تاڑ) کہا جاتا ہے اور ہندو ان پتوں پر لکھتے ہیں۔ پتوں کی اس کتاب کو ایک دھاگے میں پرو دیتے ہیں۔ یہ دھاگا ان اوراق (پتوں) کو یکجا رکھتا ہے۔ وسطی اور شمالی ہندوستان میں ''توز'' نامی پیڑ کی چھال استعمال ہوتی ہے اسے ''بھوج'' کہتے ہیں۔ یہ لوگ اس کے ایک ہاتھ لمبے اور پھیلی ہوئی انگلیوں کے برابر چوڑے ٹکڑے لے کر انہیں مختلف طریقوں سے تیار کرتے ہیں۔ مثلاً تیل لگا کر یا صیقل کر کے انہیں سخت یا چکنا کر لیتے ہیں اور پھر ان پر لکھتے ہیں اور ہر ٹکڑے پر نمبر شمار ڈالتے جاتے ہیں۔ پوری کتاب کو دو تختیوں میں دبا کر ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جاتا ہے۔ یہ کتابیں پوتھیاں کہلاتی ہیں۔ ہندو اپنے خطوط اور دوسری تحریریں بھی ''توز'' کی چھال ہی پر لکھتے ہیں۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ہندوؤں کی ایک روایت کے مطابق ایک بار ان کا رسم الخط مٹ گیا تھا اور لوگ اسے بھول گئے تھے۔ کوئی اس طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ان پڑھ ہو گئے اور جہالت کی دلدل میں پھنس گئے اور ہر طرح کے علم سے بے بہرہ ہو گئے۔ آخر کار پراشر کے بیٹے ویاس نے الہام کے ذریعے پچاس حروف کو پھر سے دریافت کیا۔ ان حروف کو اکشر کہتے ہیں۔

ہندوؤں کے حروف تہجی

بعض ہندوؤں کا خیال ہے کہ ابتداء میں ان کے حروف کی تعداد کم تھی لیکن رفتہ رفتہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ بات قرین قیاس ہی نہیں یقینی ہے۔

ہندی حروف کی تعداد زیادہ ہوگی کہ ایک ہی حرف کی کئی مختلف صوتی شکلوں کے اظہار کے لئے الگ الگ اعراب اور نشانات مقرر ہیں۔ پھر اس میں ایسے حروف بھی ہیں جو دوسری زبانوں میں اس طرح موجود نہیں ہیں اور ان کا مخرج ایسا ہے کہ ہمارے آلات نطق (زبان اور حلق) ان کو ادا کرنے سے قاصر ہیں بلکہ اکثر اوقات ہمارے کان بھی ان کے دو حرفوں کے درمیان فرق نہیں کر پاتے ہیں۔

ہندو یونانیوں کی طرح بائیں جانب سے دائیں جانب کی طرف لکھتے ہیں۔ وہ عربوں کی طرح سطر کے نیچ پر نہیں لکھتے کہ حروف کا سر اوپر رہے اور دم نیچی رہے۔ عربی تحریر کے برعکس ان کی سطر اوپر کی جانب ہوتی ہے یعنی ہر حرف کے اوپر ایک لکیر کھینچی جاتی ہے اور ہر حرف اس لکیر سے لٹکا ہوا نظر آتا ہے اور اسی لکیر کے نیچے لکھا جاتا ہے۔ اس لکیر کے اوپر صرف ماتراؤں کے نشانات یا اعراب ہوتے ہیں۔

ہندوؤں کے علاقائی رسم الخط

ہندوؤں کا سب سے مشہور رسم الخط 'سدھا ماترک' کہلاتا ہے جس کی ایجاد' بعض لوگوں کے خیال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق کشمیر میں ہوئی۔ یہ خط کشمیر میں مستعمل ہے۔ بنارس میں بھی یہی خط استعمال کیا جاتا ہے۔ بنارس اور کشمیر ہندوؤں کے علوم کے دو بڑے مرکز ہیں۔ یہ رسم الخط مدھیہ دیس یعنی مُلک کے وسطی حصے میں بھی رائج ہے۔ مدھیہ دیس قنوج کے آس پاس کا علاقہ ہے جسے آریہ ورت بھی کہتے ہیں۔

مالوہ میں دوسرا خط مستعمل ہے جسے "ناگر" کہتے ہیں اس خط میں حروف کی شکلیں اول الذکر خط سے مختلف ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک رسم الخط اور ہے جسے اردھ ناگری یا نیم ناگر کہا جاتا ہے۔ یہ خط مذکورہ دونوں خطوں سے مل کر بنا ہے اور بھیٹیا اور سندھ کے کچھ حصوں میں مستعمل ہے۔

دوسرے مروجہ خطوں میں مالواڑی خط ہے جو "مالوشو" علاقے میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ جنوبی سندھ کا ساحلی علاقہ ہے۔ ایک اور خط "سیندھو" جو المنصورہ یا بھمنوا علاقے میں مستعمل ہے۔ کرنات دیس میں جہاں سے فوج کے لئے کنڑوں کو بھرتی کیا جاتا ہے۔ کنٹر رسم الخط مستعمل ہے۔ اندھرا دیس میں آندھری' درواڑا دیس (دراوڑ) میں دراوڑی' لار دیس میں لاری' پورب دیس میں گوری اور اسی علاقے کے اودنپور مقام پر بھیک شوکی خط استعمال ہوتا ہے۔ آخر الذکر بدھوں کا رسم الخط ہے۔

لفظ اوم کے بارے میں

ہندو اپنی کتابیں "اوم" یعنی لفظ تخلیق سے شروع کرتے ہیں جیسے ہم "بسم اللہ" سے۔ لفظ اوم کی شکل ہے۔ اس شکل میں حروف نہیں بنتے۔ یہ صرف ایک شکل ہے جو اس لفظ کے لئے گھڑی گئی ہے۔ لوگ اسے برکت کے لئے اور خدا کی وحدانیت کے اظہار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

ہندوؤں کے ہندسے

ہندو اپنے حروف کو حساب کے لئے استعمال نہیں کرتے جیسا کہ ہم لوگ نمبراتی ترتیب کے مطابق کرتے ہیں۔ جس طرح مختلف علاقوں میں ان کے حروف کی صورتیں مختلف ہیں اسی طرح ان کے ہندسوں کی بھی ہیں۔ ان ہندسوں کو "انک" کہتے ہیں۔ ہم لوگ جو ہندسے استعمال کرتے ہیں وہ ہندوؤں کے ہندسوں کی سب سے اچھی صورت سے ماخوذ ہیں۔ اگر صورتوں سے وہ معنی سمجھ میں نہ آئیں جو ان سے مقصود ہیں تو ان صورتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن کشمیری اپنی کتابوں کے صفحات پر ایسے ہندسے بناتے ہیں جو تصویریں سی معلوم ہوتے ہیں اور چینیوں کے حروف سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ انہیں سمجھنے کے لئے لمبی مشق کی ضرورت ہے لیکن یہ اچھا ہے کہ زمین پر حساب لکھتے وقت وہ ان ہندسوں کو کام نہیں لاتے۔

حساب کے معاملے میں تمام اقوام میں اتفاق ہے کہ ہندسوں کے مراتب (یعنی اکائی' دھائی' سیکڑہ'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزار) کو دس کے ساتھ خاص نسبت ہے یعنی ان میں کا ہر مرتبہ اپنے بعد والے مرتبے کا دسواں حصہ اور اپنے سے پہلے والے کا دس گنا ہوتا ہے۔ میں نے ان مرتبوں کا مطالعہ ہر ہر زبان اور ہر ہر قوم میں' جہاں جہاں میں گیا ہوں' کیا ہے اور دیکھا ہے کہ کوئی قوم ہزار سے آگے نہیں جاتی۔ عرب بھی ہزار سے آگے نہیں جاتے اور یہی صحیح ترین اور فطری طریقہ ہے۔ میں نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی تصنیف کیا ہے۔

ہندو ہندسوں کے مرتبوں کی تعداد کے اعتبار سے ہزار سے آگے گئے ہیں۔ ان کے مرتبوں کی تعداد بعض مذہبی مصلحتوں کی وجہ سے اٹھارہ ہے۔ ان مرتبوں کا نام رکھنے میں ماہرین ریاضی کو اہل لغت سے مدد لینا پڑی ہے۔

ان کا اٹھارہویں مرتبے کا نام پراردھا ہے جس کے معنی آسمانوں کا آدھا یا تمام عالم بالا کا آدھا ہے۔

اٹھارہ مرتبے

ہندوؤں کے اعداد کے اٹھارہ مرتبوں کے نام یہ ہیں:

(۱) ایکم (۲) دسم (۳) ستم (۴) سہسرم (۵) آیوت (۶) لکش (۷) پرأیت (۸) کوٹی (۹) نیاربد (۱۰) پدم (۱۱) کھرو (کھرب) (۱۲) نکھرو (۱۳) مہاپدم (۱۴) سنکھ (۱۵) سمدر (۱۶) مدھیہ (۱۷) انتیہ (۱۸) پرارادھا۔

اب ہم اس نظام کے بارے میں ان کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو بیان کرتے ہیں۔ پہلا اختلاف تو یہ ہے کہ بعض ہندوؤں کے خیال میں پرارادھا کے بعد ایک انیسواں مرتبہ بھی ہے جس کا نام ''بھوری'' ہے اور اس کے بعد حساب نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ بھی مانا جاتا ہے کہ حساب کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں حساب یا شمار سے ان کی مراد مرتبے کا نام ہے اور ان کے کہنے کا مطلب غالباً یہ ہے کہ اس سے آگے کے مرتبوں کے لئے ہماری زبان میں کوئی نام موجود نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بھوری سب سے بڑے دن کا ۱/۵ ہے۔ لیکن اس بارے میں ان کے یہاں کوئی روایت نہیں ملتی۔ روایات میں یوم اعظم کے حساب کے بارے میں چند اشارے باقی رہ گئے ہیں، ان کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ اس لئے میرے خیال میں انیسویں مرتبے کا مرتبے کا اضافہ حساب کی صحت کا بہت زیادہ خیال رکھنے والوں کی ایجاد ہے۔

بعض لوگ ''کوٹی'' کو حساب کی انتہا مانتے ہیں۔ اس کے آگے کے حساب کے لئے اس میں دس سو اور ہزار کا اضافہ کر کے اسی کو دہراتے رہیں گے کیونکہ دیوں کی تعداد کوٹی میں ہے۔ ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق دیوں کی تعداد ۳۳ کوٹی ہے اور برہما' نارائن اور مہادیو تینوں کے لئے فرداً فرداً گیارہ گیارہ کوٹیاں مقرر ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آٹھویں مرتبے کے بعد کے نام صرفیوں کے بنائے ہوئے ہیں۔
ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ پانچویں مرتبے کا مشہور نام دس سہسرا اور ساتویں کا دس لکش ہے۔ ان مرتبوں کے جو نام ہم نے پہلے بتائے ہیں ان کا استعمال کم ہوتا ہے۔

کسم پور کے رہنے والے آریہ بھٹ کی کتاب میں دس ہزار سے دس کوٹی تک کے نام یہ ہیں۔
ایوتم' نیوتم' پرایوتم' کوٹی پدم' پراپدم' بعض لوگوں نے ان مراتب کو جوڑوں کی شکل دینے کی لئے ان کے ناموں میں تبدیلی کر دی ہے۔ مثلاً پانچویں مرتبے ایوت کے جوڑے کے طور پر چھٹے مرتبے کو نیوت اور اسی طرح نویں مرتبے نیاربد سے قافیہ ملانے کے لئے آٹھویں کو اربد کہنے لگے ہیں۔
خیر! ان اختلافات کا کوئی نہ کوئی سبب تو ہے لیکن بہتیرے ایسے اختلافات بھی ہیں جن کا کوئی سبب بھی نہیں ہے۔ یہ اختلافات بعض صورتوں میں بے ترتیب لکھنے اور بعض اوقات اپنی لاعلمی کا اظہار نہ کرنے کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں اور اپنی لاعلمی کا اعتراف کرنا ہے بھی ایک مشکل کام۔

ہندسے لکھنے کا طریقہ

ہندوؤں کا ہندسے استعمال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو ہمارا ہے۔ میں نے اس مضمون پر ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ بتایا ہے کہ ہندو غالباً اس فن میں ہم سے آگے ہیں۔ ہم یہ پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ہندو اپنی کتابیں اشلوک کے طرز پر لکھتے ہیں۔ اگر ان کو ضرورت ہوتی ہے کہ اپنی زیچوں میں مختلف مرتبے کے اعداد استعمال کریں تو وہ ان کو ایسے الفاظ سے ظاہر کرتے ہیں جو ہر عدد کے ایک یا دو مرتبوں کے لئے وضع کر لئے گئے ہیں (یعنی ایسے الفاظ جو ۲۰ یا ۲۰۰ اور دو سو دونوں کو ظاہر کرتے ہیں) ان کے یہاں ایک ہی عدد کے لئے بہت سے الفاظ ہیں۔ اگر کسی جگہ وزن شعر کی مشکلات کی وجہ سے ایک لفظ نہ لایا جا سکے تو اس کا ایسا مرادف استعمال کیا جاتا ہے جو آسانی سے باندھا جا سکے۔ برہم گپتا نے کہا ہے "جب تم کو ایک لکھنا ہو تو اسے ہر ایسی چیز سے تعبیر کر سکتے ہو جو منفرد ہے مثلاً زمین' چاند' جب دو مراد ہو تو ایسی چیز سے مثال دی جائے جو دو ہو مثلاً سیاہی اور سفیدی' اگر تین لکھنا ہے تو ہر ایسی چیز سے جو تین شمار ہو اور صفر کو آسمان کے ناموں اور ۱۲ کو سورج کے ناموں سے ظاہر کرو"۔

ہم نے اس بارے میں ان سے جو کچھ سنا ہے اسے مندرجہ ذیل جدول میں جمع کر دیا ہے کیونکہ ان کے زیچوں کی تفہیم میں اس سے بہت مدد ملے گی اور جب مجھے ان ناموں (الفاظ) کے معنی معلوم ہو جائیں گے تو انہیں بھی اس جدول میں شامل کر لوں گا۔ انشاء اللہ!
(اس کے بعد صفر سے ۲۵ تک کے اعداد کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ و اسماء پیش کئے ہیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوؤں کے عجیب وغریب اطوار اور رسمیں

اب ہم ہندوؤں کے بعض عجیب وغریب اطوار اور رسومات کو بیان کرتے ہیں۔ کسی چیز کا عجیب و غریب ہونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ بہت کم پائی جاتی ہے اور ہم اسے شاذ ونادر ہی دیکھتے ہیں۔ جب اس کی کمیابی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے تو وہ چیز ہمیں عجوبہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایسی چیز قدرت کے معمولات کے منافی ہوتی ہے اور ایسی چیز جب تک نہ دیکھی جائے اس کا ہونا محال سمجھا جاتا ہے۔ ہندوؤں کی بہت سی رسمیں ہمارے زمانے میں ہمارے ملک کی رسموں سے اتنی مختلف ہیں کہ وہ ہمیں عجوبہ معلوم ہوتی ہیں اور ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ان لوگوں نے بالقصد ان کو ایسا بنا دیا ہے کیونکہ ہمارے طور طریقے ان سے قطعاً میل نہیں کھاتے بلکہ ان کے بالکل برعکس ہیں۔

یہ لوگ بال بالکل نہیں تراشتے۔ ابتداء میں وہ گرمی کی وجہ سے ننگے رہتے تھے اور سر کے بال اس لئے نہیں منڈاتے تھے کہ دماغ پر گرمی کا اثر نہ ہو۔

ڈاڑھی کی حفاظت کے خیال سے وہ اس کی چوٹیاں گوندھ لیتے ہیں اور ناف کے نیچے کے بال نہ کاٹنے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ان کو کاٹنے سے شہوت بڑھ جاتی بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے ایسے لوگ جنہیں زیادہ شہوت ہوتی ہے ناف کے نیچے کے بال صاف نہیں کرتے ہیں۔

وہ اپنے ناخن بڑھنے دیتے ہیں اور کاہلی پر فخر کرتے ہیں کیونکہ ناخن بڑھا کر محنت کا کوئی کام نہیں کیا جاسکتا۔ ناخنوں کو صرف بالوں کو کھجانے اور جوں پکڑنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

ہندو کھانا گوبر کے دسترخوان پر اکیلے بیٹھ کر کھاتے ہیں جو کھانا بچ جاتا ہے اسے دوبارہ نہیں کھاتے۔ جس برتن میں کھاتے ہیں، اگر وہ مٹی کا ہو تو اسے پھینک دیتے ہیں۔

چونا لگا پان اور چھالیہ چباتے چباتے ان کے دانت لال پڑ جاتے ہیں۔ نہار منہ شراب پیتے ہیں اور اس کے بعد کھانا کھاتے ہیں۔ وہ گائے کا پیشاب پیتے ہیں لیکن گائے کا گوشت نہیں کھاتے۔

وہ جھانجھ کو لکڑی مار کر بجاتے ہیں۔

وہ صافے کو پاجامے (دھوتی) کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جو شخص کم سے کم لباس پہننا چاہتا ہے وہ دو انگل کی دھجی پر اکتفا کرتا ہے جسے وہ لنگوٹ کی طرح کس لیتا ہے۔ جو زیادہ پہنتے ہیں وہ ایسے لہنگے پہنتے ہیں جن میں اتنی روئی ہوتی ہے جو کئی لحافوں کے لئے کافی ہو۔ ان لہنگوں کے چاک نہیں ہوتے اور یہ اتنے لمبے ہوتے ہیں کہ پاؤں نظر نہیں آتے۔ ان لہنگوں کے گھنڈی تکمے پیچھے کی طرف ہوتے ہیں۔ ان کے صدرے بھی پاجاموں کی طرح پیٹھ کی طرف سے بند کئے جاتے ہیں۔ ان کی کرتیوں میں دائیں اور بائیں چاک ہوتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوتا اس قدر تنگ رکھتے ہیں کہ اس کو پنڈلیوں کی طرف سے قدم کی طرف موڑ کر پہنتے ہیں (؟)

منہ سے پہلے پاؤں دھوتے ہیں اور ہم بستری کرنے سے پہلے غسل کرتے ہیں۔ تہواروں میں خوشبو کی جگہ گوبر ملتے ہیں۔

مرد عورتوں جیسا لباس پہنتے ہیں، بناؤ سنگھار کا سامان استعمال کرتے ہیں۔ کانوں میں بالیاں' ہاتھوں میں کنگن' انگلیوں میں انگوٹھیاں اور پیروں کے انگوٹھوں میں چھلے پہنتے ہیں۔

گھوڑے پر زین کے بغیر سواری کرتے ہیں اور اگر زین رکھتے ہیں تو داہنی جانب سے سوار ہوتے ہیں اور کسی کو پیچھے بٹھا کر چلنا پسند کرتے ہیں۔

کٹار (خنجر) کو کمر میں دائیں طرف باندھتے ہیں۔

جنیو' جس کو ''بجنا پوتیا'' کہتے ہیں بائیں کندھے پر ڈال کر دائیں پہلو کی طرف لٹکاتے ہیں۔ تمام امور اور ضرورتوں میں عورتوں سے مشورہ لیتے ہیں۔

بچہ پیدا ہونے پر اس کے باپ کی طرف زیادہ ملتفت ہوتے ہیں ماں کی طرف کم۔ دو بیٹوں میں چھوٹے بیٹے کو ترجیح دیتے ہیں۔ خصوصاً پورب کے علاقے میں اور اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ بڑا بیٹا شہوت کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اور چھوٹے کی پیدائش ارادے، فکر اور سکون کے نتیجے میں ہوتی ہے۔ مصافحہ کرتے وقت ہاتھ کو پشت کی طرف سے پکڑتے ہیں۔ ہتھیلی سے ہتھیلی نہیں ملاتے۔ گھر کے اندر آنے کے لئے اجازت طلب نہیں کرتے لیکن جاتے وقت اجازت لیتے ہیں۔ مجلسوں میں پالتی مار کر بیٹھتے ہیں۔

بزرگوں کا لحاظ کئے بغیر وہ تھوکتے اور ناک صاف کرتے رہتے ہیں اور ان کے سامنے ہی سر سے جوئیں نکال نکال کر مارتے ہیں۔ ریاح خارج ہونے کو مبارک اور چھینک آنے کو منحوس سمجھتے ہیں۔

جولاہے کو ناپاک لیکن حجام اور مرے ہوئے جانوروں کو جلا کر یا دریا برد کر کے ٹھکانے لگانے والے کو پاک سمجھتے ہیں۔

مدرسوں میں بچوں کے لکھنے کے لئے سیاہ تختیاں استعمال کراتے ہیں اور ان پر سفید کھریا سے لکھواتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ذیل کا شعر شاعر نے انہیں کے بارے میں کہا ہے:

''کچھ ایسے لکھنے والے بھی ہیں جو کوئلے کی طرح سیاہ کاغذ پر سفید روشنائی سے لکھتے ہیں اور اس طرح لکھ کر گویا روز روشن کو تاریک رات پر اُتار دیتے ہیں۔ وہ ایک ایسے جولاہے کی مانند ہیں جو تانا تو ہے بُنتا نہیں''۔

وہ کتابوں کے نام شروع میں نہیں بلکہ کتاب کے آخر میں خاتمے پر لکھتے ہیں۔

وہ اپنی زبان کے اسماء کو مونث بنا کر ان میں عظمت پیدا کرتے ہیں جس طرح اہل عرب تصغیر بنا کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظمت پیدا کرتے ہیں۔

جب ان کو کوئی چیز دی جاتی ہے تو چاہتے ہیں کہ اس طرح پھینک کر دی جائے جیسے لکڑی پھینک کر دی جاتی ہے۔

جب دو آدمی مزد (چوسر) کھیلتے ہیں تو پانسا تیسرا شخص پھینکتا ہے۔ مست ہاتھی کے پسینے کو جو اس کے دونوں رخساروں پر بہتا ہے خوشبو سمجھ کر بہت پسند کرتے ہیں حالانکہ وہ سخت بدبودار ہوتا ہے۔

ہندوستانی شطرنج

یہ لوگ ہاتھی کو پیدل کی طرح آگے کی طرف ایک گھر چلاتے ہیں اور کبھی فرزین کی طرح کونے کی طرف بھی ایک ایک گھر چلاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان پانچ خانوں میں سے (یعنی ایک سیدھا اور چار کونوں میں) ایک اس کی سونڈ کے لئے اور چار اس کے چاروں پیروں کے لئے ہیں۔ شطرنج چار آدمی مل کر کھیلتے ہیں اور دو پانسے استعمال کرتے ہیں۔ بساط پر مہروں کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے۔

رخ	گھوڑا	ہاتھی	شاہ			پیدل	رخ
پیدل	پیدل	پیدل	پیدل			پیدل	گھوڑا
						پیدل	ہاتھی
						پیدل	شاہ
شاہ	پیدل						
ہاتھی	پیدل			پیدل	پیدل	پیدل	پیدل
رخ	پیدل			شاہ	ہاتھی	گھوڑا	رخ

چونکہ ہمارے یہاں اس طرح سے شطرنج نہیں کھیلی جاتی اس لئے اس کے متعلق مجھے جو کچھ معلوم ہے بیان کرتا ہوں۔ چاروں کھیلنے والے بساط کے گرد مربع کی شکل میں بیٹھتے ہیں اور باری باری دونوں پانسے پھینکتے ہیں۔ پانسے کے اعداد میں سے پانچ اور چھ کا عدد بیکار ہے کیونکہ پانچ کے بدلے ایک اور چھ کے بدلے چار لیا جاتا ہے۔ تصور میں ان دونوں کو اس طرح دکھایا جاتا ہے۔

			۵
۴	۳	۲	۱

شاہ سے ان کی مراد فرزین ہوتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانسے کا ہر عدد ایک ہی مہرے کی چال کے لئے ہوتا ہے۔

ایک کا عدد پیادے اور شاہ کے لئے ہوتا ہے۔ ان دونوں کی چال وہی ہے جو شطرنج کے دوسرے متداول طریقوں میں ہوتی ہے۔ شاہ کو مارا جا سکتا ہے لیکن اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

دو کا عدد رُخ کے لئے ہے۔ یہ سیدھا چلتا ہے جیسے ہماری شطرنج میں ہاتھی۔ تین کا عدد گھوڑے کے واسطے ہے۔ یہ ڈھائی گھر چلتا ہے یعنی دو گھر سیدھے اور ایک کسی جانب کی طرف۔

۴ کے عدد پر ہاتھی کو چلایا جاتا ہے۔ یہ سیدھا چلتا ہے جیسا کہ ہماری شطرنج میں رخ، بشرطیکہ راستے میں کوئی روک نہ ہو۔ اگر کوئی رکاوٹ ہو تو ایک پانسہ اسے ہٹا کر ہاتھی کے چلنے کا راستہ کھول دیتا ہے۔ یہ کم سے کم ایک گھر اور زیادہ سے زیادہ پندرہ گھر چلتا ہے۔ کیونکہ اکثر دو پانسوں میں دو چار یا دو چھ یا چھ اور چار آ جاتا ہے اور ان اعداد میں سے کسی ایک عدد کے لئے وہ بساط کے ایک حاشیے کا پورا ضلع اور دوسرے عدد کے نتیجے میں دوسرے حاشیے کا پورا ضلع طے کر لیتا ہے بشرطیکہ راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اس طرح وہ دونوں اعداد کے نتیجے میں قطر کے دونوں سروں پر قبضہ کر لیتا ہے۔ ان کے یہاں تمام مہروں کی قیمتیں مقرر ہیں۔ ان قیمتوں کے مطابق ہر کھلاڑی کو بازی میں حصہ ملتا ہے۔ جو کھلاڑی کوئی مہرہ لیتا ہے اسے اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ شاہ کی قیمت ۵۔ ہاتھی کی ۴، گھوڑے کی ۳، رخ کی ۲، اور ایک پیدل کی ہے۔ جب کوئی شاہ کو لے لیتا ہے تو گویا اس نے ۵ پا لئے۔ اسی طرح دو شاہ کے لئے ۱۰ اور تین شاہ کے لئے ۱۵ اگر لینے والے کے پاس اپنا شاہ نہ ہو۔ اگر اس کے پاس اپنا شاہ بھی ہو اور وہ تین شاہ لے لے تو اسے ۵۴ ملتے ہیں۔ یہ عدد کسی حساب کے مطابق نہیں ہے بلکہ باہمی رضامندی سے مقرر کر لیا گیا ہے۔

(البیرونی نے اس باب کو یہ کہہ کر ختم کیا ہے کہ ہندو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے نہ صرف مختلف ہیں بلکہ اُن سے افضل بھی ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے بھی ''ہم چو ما دیگرے نیست'' کا روّیہ اپنا لیا ہے۔ ہندوؤں کی عجیب وغریب رسومات کے ضمن میں اس نے زمانہ جاہلیت کے عربوں کی بعض شرمناک رسومات کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اس بات پر اطمینان ظاہر کیا ہے کہ اسلام نے عرب کو ان مفاسد سے پاک کر دیا ہے اور ہندوستان کے وہ علاقے بھی جہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے ان لعنتوں سے پاک ہو گئے ہیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۷

ہندوؤں کے وہ علوم جو جہالت کے پروردہ ہیں

ہندو عوام میں کیمیا کا شوق

ہمارے نزدیک جادو نام ہے اس سفلی فن کا جو فریب نظر کے ذریعے چیزوں کو وہ بنا کر پیش کر دیتا ہے جو وہ حقیقت میں نہیں ہیں۔ اس مفہوم میں جادو لوگوں میں بڑے پیمانے پر پھیلا ہوا ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد ہے کہ جادو ناممکن کو ممکن اور محال کی موجود کر دینے کا فن ہے تو ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ جب کوئی چیز محال ہوگی تو موجود ہو ہی نہیں سکتی اور اس لئے جادو ٹونا سراسر دھوکا اور فریب ہے اور اس کا علم سے کوئی تعلق نہیں۔

کیمیا بھی جادو ہی کی ایک قسم ہے اگرچہ اس کو جادو کہا نہیں جاتا۔ اگر کوئی شخص روئی کے ایک ٹکڑے کو چاندی کا ٹکڑا بنا کر دکھائے تو اسے جادو کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر وہ چاندی کا ٹکڑا لے کر اسے سونا دکھاتا تو بھی یہی بات ہوتی البتہ اتنا فرق ضرور ہوتا کہ چاندی پر سونے کا ملمع یا ورق چڑھانے کی ترکیب موجود ہے جب کہ روئی کو سونا بنانے کا کوئی طریقہ معلوم نہیں ہے۔

کیمیا کا خبط صرف ہندوؤں کو ہی نہیں، دُنیا کی کوئی قوم اس سے بری نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ بعض قوموں میں یہ خبط دوسری قوموں سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ اس سے کسی قوم کی عقل و دانش یا نادانی و جہالت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ہم بہت عقل مند کو اس میں منہمک اور بہت سے جاہلوں کو اس فن اور ان عقل مند کا مذاق اڑاتے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ عقل منداس پر اپنا وقت اور صلاحیت ضائع کر رہے ہیں تاہم چونکہ وہ اس میں مال حاصل کرنے اور تنگ دستی سے بچنے کے لئے مشغول ہیں اس لئے قابل ملامت نہیں۔ ایک رِشی سے کسی نے پوچھا "علما دولت مندوں کے دوازے پر کیوں جمع رہتے ہیں جبکہ دولت مند علماء کے دروازوں کی طرف رُخ بھی نہیں کرتے۔" رِشی نے جواب دیا "اس کی وجہ یہ ہے کہ علما دولت کے فائدے کو جانتے ہیں اور دولت مند علم کے مرتبے سے واقف نہیں۔"

اسی طرح کیمیا میں منہمک لوگوں پر ہنسنے والے جاہل لوگ مدح و ستائش کے قابل ہیں کیونکہ ان کا کیمیا سے بچنا بھی ان کی جہالت اور بے وقوفی کی وجہ سے ہے کسی اور سبب سے نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس فن کے ماہر اس کو چھپانے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اس فن سے ناواقف لوگوں سے کبھی کھل کر بات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ اس فن میں کیا عملی طریقے استعمال کرتے ہیں اور معدنی اور نباتاتی یا حیوانی اجزا میں سے کن اجزا کو استعمال میں لاتے ہیں۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ یہ لوگ راکھ کرنا، گلانا، طلق کرنا جس کو یہ لوگ ''تلک'' کہتے ہیں اور موم کی طرح نرم کر دینا کے طریقوں کو استعمال کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مجھے خیال ہوا کہ یہ لوگ کیمیا کے معدنی طریقے کو عمل میں لاتے ہیں۔

رسائن

کیمیا سے ملتا جلتا اُن کا ایک اور علم ہے جو ان کے علاوہ کسی دوسری قوم میں نہیں ہے۔ اس علم کو یہ لوگ رسائن کہتے ہیں۔ یہ لفظ ''رس'' یعنی سونے سے مشتق ہے۔ یہ فن چند نسخوں، معجونوں اور دواؤں کی ترکیبوں پر مشتمل ہے۔ یہ دوائیں زیادہ تر جڑی بوٹیوں سے تیار کی جاتی ہیں اور مایوس بیماروں کو صحت اور قریب مرگ بڈھوں کی جوانی کو بحال کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ ان کے استعمال سے بوڑھے اس درجہ جوان ہو جاتے ہیں کہ ان کے بال دوبارہ سیاہ اور حواس جوانوں کی طرح تیز ہو جاتے ہیں اور وہ جوانوں کی طرح پھرتیلے اور جماع و مباشرت کے قابل ہو جاتے ہیں اور طویل مدت تک زندہ رہتے ہیں۔ (اس کے بعد رسائن کے چند ماہروں کے حیرت انگیز واقعات بیان کئے ہیں۔ مثلاً ناگ ارجن جو سومنات کے قریب دیہک قلعے کا رہنے والا تھا اور دیادی جو وکرمادتیہ کے زمانے میں اجین میں رہتا تھا۔ ایک گم نام شخص جو مالوہ کے دارالخلافے دھار میں رہتا تھا۔ پھر ایک غریب پھل فروش رنکا اور وبھی کے راجا وِلبھ کا ذکر کیا ہے۔ ان میں بعض کو چند خفیہ اور قیمتی نسخے محض اتفاق سے ہاتھ آ گئے تھے۔ ان لوگوں میں سے کچھ نے ان نسخوں کی بدولت بڑا کمال حاصل کیا اور بعض کا انجام بڑا دردناک ہوا)۔

رسائن یعنی سونا بنانے کی ہوس جاہل ہندو راجاؤں میں اتنی زیادہ ہے کہ اگر کسی کو سونا بنانے کے عمل میں کم سن بچوں کو بھینٹ چڑھانا پڑے تو وہ ان معصوموں کی جان لینے میں ذرا بھی تردد یا تامل نہیں کرتا اور ان کو آگ میں جھونک دیتا ہے۔ اگر رسائن کے اس بیش بہا علم کو دنیا کے کسی ایسے کونے میں جلاوطن کر دیا جاتا جہاں یہ لوگوں کی رسائی سے باہر ہو جاتی تو اچھا ہوتا۔

طائر گرودا

ہندوؤں کو جھاڑ پھونک پر بہت زیادہ اعتقاد ہے اور وہ اس کی طرف عام میلان رکھتے ہیں۔ اس علم کی کتاب ''گرودا'' پرندے کی تصنیف ہے جو نارائن کی سواری کا پرندہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سانپ کے کاٹے میں جھاڑ پھونک کا استعمال

جھاڑ پھونک اس موقع پر زیادہ استعمال کی جاتی ہے جب کسی کو سانپ کاٹ لیتا ہے۔(اس کے بعد جھاڑ پھونک کی تاثیر کے چند قصے بیان کیے ہیں)۔

شکار کے طریقے:

میں نے ان لوگوں کو ہاتھ سے ہرن پکڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ایک ہندو نے تو یہ دعویٰ تک کیا کہ وہ ہرن کو ہاتھ سے پکڑے بغیر ہنکا کر باورچی خانے تک لا سکتا ہے۔میرے خیال میں اس کا سبب انہیں کسی خاص دُھن یا لحن پر سُدھانا ہے۔

کٹا چڑیوں کے شکاری رات کے وقت تانبے کے برتنوں کو ایک ہی تال پر بجاتے ہیں اور چڑیوں کو پکڑ لیتے ہیں لیکن اگر تال بدل جائے تو چڑیاں اڑ جاتی ہیں اور ہاتھ نہیں آتیں۔

یہ باتیں ایک طرح کے مخصوص طریقے اور ترکیبیں ہیں جن میں جادو کو کوئی دخل نہیں ہے۔ہندوؤں کو بعض اوقات اس لئے بھی جادوگر سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ تنی ہوئی رسیوں پر چلتے اور بانسوں پر کھڑے ہو کر گیند کھیلتے ہیں لیکن اس قسم کی بازی گری دوسری قوموں میں بھی موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۸

ہندوؤں کا ملک، ان کے دریا اور سمندر، ان کی مختلف ریاستوں کے درمیان کی مسافت اور ان کے ملک کی حدود

زمین کا شمالی نصف کرہ ہی آباد ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس نصف کرہ کے آدھے حصے پر ہی آبادی ہے۔ یعنی آبادی زمین کے صرف چوتھائی حصے پر ہے۔ اس آباد حصے کو چاروں طرف سے ایک سمندر گھیرے ہوئے ہے۔ پچھم اور پورب دونوں طرف کے اس سمندر کو ''بحرمحیط'' کہتے ہیں۔ اس سمندر کے مغربی حصے کو جو اُن کے ملک سے متصل ہے یونانی لوگ اوقیانوس کہتے ہیں۔ یہ سمندر پورب اور پچھم دونوں طرف اس آبادی کو ان آباد حصوں اور جزیروں سے جو اس سمندر کے اس پار ہیں الگ کرتا ہے۔ اس سمندر کو اس لئے عبور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی فضا تاریک اور پانی ثقیل ہے اور راستے متعین نہیں ہیں اور اس میں کشتیاں چلانا بے انتہا خطرناک ہے۔ اسی لئے پرانے زمانے کے لوگوں نے اس سمندر میں بھی اور اس کے ساحلوں پر بھی خطرے کے نشانات نصب کر دیے ہیں تاکہ لوگ آگے خطرناک سمندر میں داخل نہ ہوں۔

زمین کے شمالی حصے میں سردی کی وجہ سے آبادی نہیں ہے۔ صرف ان چند مقامات پر جہاں سمندری کھاڑیاں ہیں، تھوڑی بہت آبادی ہے۔ جنوب کی طرف آبادی ساحل سمندر تک پھیلی ہوئی ہے۔ جو دونوں طرف بحرمحیط سے ملا ہوا ہے۔ سمندر کا یہ جنوبی حصہ جہاز رانی کے لئے موزوں ہے، اس لئے آبادی ساحل پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ مزید جنوب کی طرف سمندر میں پائے جانے والے بڑے چھوٹے جزیروں پر بھی آبادی موجود ہے۔ جنوب میں سمندر اور خشکی کے درمیان جگہ کے لئے کشمکش ہوتی رہتی ہے۔ کہیں خشکی بڑھ کر سمندر میں داخل ہو گئی ہے اور کہیں سمندر خشکی میں۔

زمین کے مغربی نصف حصہ میں براعظم دور تک سمندر میں داخل ہو گیا ہے اور جنوب کی طرف اس کا ساحل دور تک چلا گیا ہے۔ براعظم کے میدانوں میں مغربی حبشی آباد ہیں۔ یہیں سے غلام لائے جاتے ہیں۔ یہیں ''جبال قمر'' ہیں جن سے دریائے نیل نکلتا ہے۔ براعظم کے ساحل پر اور جزیروں میں زنگیوں کے مختلف قبیلے آباد ہیں۔ اسی نصف مغربی حصہ میں بہت سی خلیجیں خشکی میں داخل ہو گئی ہیں جیسے خلیج بربر،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیج قلزم، خلیج فارس اور ان خلیجوں کے درمیان مغربی براعظم دور تک سمندر میں داخل ہو گیا ہے۔ پوربی آدھے حصے میں اُتر کی سمندر میں داخل ہے اور بہت سی جگہوں پر کھاڑیاں اور سمندر کی طرف آتی ہوئی ندیوں کی شاخیں دُور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس سمندر کا نام یا تو کسی جزیرے کے نام پر ہوتا ہے یا پھر ملحقہ ساحل کے نام پر۔ یہاں ہمیں سمندر کے صرف اس حصے سے سروکار ہے جو براعظم ہند کے سامنے واقع ہے اور اسی مناسبت سے بحر ہند کہلاتا ہے۔

یورپ اور ایشیا کے پہاڑی سلسلے

اب آیئے زمین کے آباد حصوں میں پھیلے ہوئے پہاڑی سلسلوں کی جانب۔ یہ گویا اس کی ریڑھ کی ہڈی کے مہرے ہیں جو اس کے وسطی عرض البلد سے ہوتے ہوئے طُول میں پورب سے پچھم تک پھیلے ہوئے ہیں اور چین، تبت، ترکستان، کابل، بدخشاں، تو خرستان، بامیان، الغور، خراساں، مدیہ، آذر بیجان، آرمینا، روم، فرنگستان اور جلالقہ سے گزرتے ہیں۔ یہ پہاڑی سلسلے طویل ہونے کے ساتھ بہت زیادہ چوڑے بھی ہیں اور ان میں ایسے کج و پیچ ہیں جو میدانوں کو ہر طرف سے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں۔ ان میدانوں کی آبیاری ان دریاؤں سے ہوتی ہے جو ان پہاڑوں سے شمال اور جنوب دونوں طرف نکلتے ہیں۔ ان ہی میدانی علاقوں میں سے ایک ہندوستان ہے جس کے ایک طرف بحر ہند ہے اور باقی تین طرف وہ پہاڑ ہیں جن سے نکلنے والے دریا اس میں گرتے ہیں۔

ہندوستان پہلے ایک سمندر تھا جو رفتہ رفتہ مٹی سے بھر گیا

اگر تم ہندوستان کی مٹی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو گے اور ان پہاڑوں کے چکنے پتھروں کو جو پہاڑوں کے پاس بہت گہرائی تک بڑی بڑی چٹانوں کی شکل میں پائے جاتے ہیں جن پر دریاؤں کا پانی قوت کے ساتھ گرتا ہے اور پہاڑوں سے دور یہی چٹانیں چھوٹی ہوتی جاتی ہیں اور یہاں دریاؤں کا بہاؤ بھی دھیما پڑ جاتا ہے اور دریاؤں کے دہانوں پر سمندروں کے قریب جمع ریت کو دیکھو گے تو اس نتیجے پر پہنچو گے کہ ہندوستان ایک زمانے میں سمندر تھا جو دریاؤں کے ساتھ آنے والی ریت اور مٹی سے پٹ کر رفتہ رفتہ خشکی میں تبدیل ہو گیا۔

مدھیہ دیس، قنوج، ماہورا اور تھانیسر

ہندوستان کا وسط کنوج (قنوج) اور اس کے گردونواح کا علاقہ ہے جسے یہ لوگ مدھیہ دیس یعنی ملک کا وسط کہتے ہیں۔ اس علاقے کو جغرافیائی اعتبار سے ملک کا وسط قرار دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علاقہ سمندر اور پہاڑوں کے وسط میں گرم اور سرد علاقوں کے وسط میں اور ہندوستان کی مشرقی اور مغربی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرحدوں کے وسط میں واقع ہے۔ سیاسی اعتبار سے بھی یہ ملک کا مرکز ہے کیونکہ قنوج ہندوؤں کے زبردست سورماؤں اور عظیم راجاؤں کا مسکن رہا ہے۔

سندھ کا ملک قنوج کے مغرب میں ہے۔ ہمارے یہاں سے سندھ پہنچنے کا راستہ ملک نیم روز یعنی ملک بجستان سے ہو کر ہے اور ہندوستان پہنچنے کے لئے کابل ہو کر لیکن یہی واحد راستہ نہیں ہے۔ اگر موانع رفع ہو جائیں تو وہاں ہر طرف سے پہنچ سکتے ہیں۔ ہندوستان کی مغربی سرحد پر جو پہاڑ واقع ہیں وہاں ہندوؤں اور ان سے ملتی جلتی قوم کے سرکش لوگ آباد ہیں۔

شہر قنوج دریائے گنگا کے پچھم میں ہے اور ایک بڑا شہر ہے لیکن اب اس شہر کا بڑا حصہ ویران ہو چکا ہے کیونکہ دارالسلطنت یہاں سے دریائے گنگا کے مشرق میں واقع باڑی نامی شہر میں منتقل ہو گیا ہے۔ قنوج سے باڑی کا فاصلہ تین یا چار دن کی مسافت ہے۔

جس طرح قنوج (کنیا کبج) پانڈو کی اولاد کی وجہ سے مشہور ہے، اسی طرح شہر کا ماہورا (متھرا) واسودیو کی وجہ سے مشہور ہے۔ متھرا دریائے جون (جمنا) کے مشرق میں واقع ہے۔ متھرا اور قنوج کا درمیانی فاصلہ ۲۸ فرسخ ہے۔ تھانیسر (استھانیسور) دونوں دریاؤں کے درمیان قنوج اور متھرا دونوں کے شمال میں قنوج سے 80 فرسخ اور متھرا سے تقریباً ۵۰ فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے۔ دریائے گنگا جن پہاڑوں سے نکلتا ہے اُن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کا مخرج گنگا دوار کہلاتا ہے۔ ہندوستان کے دوسرے دریاؤں سے اکثر کا مخرج ان ہی پہاڑوں میں ہے جیسا کہ ہم مناسب جگہوں پر بیان کر چکے ہیں۔

ہندوؤں کا فاصلے کی پیمائش کا طریقہ

ہندوستان کے مختلف علاقوں کے درمیانی فاصلوں کے معاملے میں اگر یہ علاقے آپ نے خود نہیں دیکھے ہیں تو آپ کو روایات پر ہی بھروسہ کرنا ہوگا اور ان روایتوں کے ناقابل اعتماد ہونے کا کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ بطلیموس ہمیشہ ان کے راویوں کی مبالغہ آرائی کا شاکی رہا۔ خوش قسمتی سے مجھے ایک ایسا طریقہ معلوم ہو گیا ہے جس سے ان کی غلط گوئی کا پتہ چل جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہندو اکثر ایک بیلکے بوجھ (بھار) کا اندازہ دو ہزار اور تین ہزار من لگاتے ہیں (جو ایک بیل کی بساط سے بہت زیادہ ہے) اس لئے یہ فرض کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اتنا بوجھ ایک منزل سے دوسری منزل تک لے جانے کے لئے بہت عرصہ درکار ہوگا۔ اس لئے یہ لوگ دو شہروں کے درمیان کی مسافت پورے اتنے دنوں کی راہ کو قرار دیتے ہیں جو اس پوری آمد و رفت میں صرف ہوتے ہیں۔ اس لئے ہندوؤں کے ان بیانات کی صحت کے لئے بڑی احتیاط اور چھان بین سے کام لینا چاہیے لیکن ہم نے نامعلوم کی وجہ سے معلوم کو چھوڑا نہیں ہے اور قاری سے درخواست کرتے ہیں کہ جہاں کوئی بات غلط معلوم ہو، اس سے درگزر کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قنوج سے پریاگ کے پیڑ (الہ آباد) تک اور وہاں سے مشرقی ساحل تک

قنوج سے دریائے گنگا اور جمنا کے درمیانی علاقے میں ہو کر مشرق کی طرف جانے والا مندرجہ ذیل مشہور مقامات سے گزرے گا:

جاجمو جو قنوج سے ۱۲ فرسخ ہے۔ ایک فرسخ چار میل یا ایک کروہ کا ہوتا ہے۔ ابھاپوری ۸ فرسخ، کراہا ۸ فرسخ، برہم شیل ۸ فرسخ، پریاگ کا پیڑ (الہ آباد) ۱۲ فرسخ، دریائے جمنا اور گنگا کا سنگم اسی جگہ پر ہے۔ اسی جگہ ہندو وہ ریاضتیں کرتے ہیں جو مذہبی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہاں سے وہ جگہ جہاں دریائے گنگا سمندر میں گرتا ہے ۱۲ فرسخ ہے (؟)

پریاگ کے جنوب میں ساحل کی جانب دوسرے علاقے ہیں مثلاً ارکو تیرتھ یہاں سے ۱۲ فرسخ اور یاہر کی مملکت ۴۰ فرسخ اور ساحل پر واقع ''اردابھی شو'' ۵۰ فرسخ ہے۔ یہاں سے یورپ کی طرف ساحل پر وہ علاقے ہیں جن پر ''جور'' کی حکومت ہے۔ ان میں پہلا مقام داردرہے جو ''اروابھی شو'' سے ۴۰ فرسخ ہے پھر کانجی ۳۰ فرسخ، ملایا ۴۰ فرسخ اور کونک ۳۰ فرسخ پر ہے جو جور کی مملکت کی آخری حد ہے۔

باڑی سے گنگا کے دہانے تک

باڑی سے گنگا کے مشرقی کنارے کے ساتھ ساتھ چلو تو مندرجہ ذیل مقامات سے گزرو گے۔ اجودہا (اجودھیا، اودھ) باڑی سے ۲۵ فرسخ پر اور مشہور بنارس ۶۰ فرسخ پر واقع ہے

اب اگر اپنا رخ جنوب سے مشرق کی طرف کر لو تو بنارس سے ۳۵ فرسخ پر واقع شروار پہنچو گے۔ پھر پاٹلی پتر جو بنارس سے ۶۰ فرسخ پر ہے۔ مونگیری ۱۵ فرسخ اور گنگا کے دہانے پر واقع گنگا سیر ۳۰ فرسخ پر ہے۔

قنوج سے نیپال کے راستے بھوٹیشر تک

قنوج سے پورب کی طرف جاتے ہوئے سب سے پہلے باڑی آتا ہے جو ۱۰ فرسخ پر ہے۔ پھر ڈگم ۴۵ فرسخ پر، شلہت کی مملکت ۱۰ فرسخ پر اور ''بی ہت'' شہر ۱۲ فرسخ پر ہے۔ اس کے آگے دائیں طرف تلوت کا علاقہ ہے جس کے باشندے کالے اور ترکوں کی طرح چپٹی ناک والے ہوتے ہیں اور تارد کہلاتے ہیں۔ اس کے بعد کام رو کے پہاڑ ہیں جو سمندر تک پھیلے ہوئے ہیں۔

تلوت کے بائیں طرف نیپال کی قلمرو ہے۔ ایک شخص نے جو ان علاقوں کا سفر کر چکا تھا مجھ سے بیان کیا کہ ''تلوت پہنچ کر وہ مشرق سے جنوب کی طرف چلا گیا اور بلیس فرسخ چلنے کے بعد نیپال پہنچ گیا جس کا زیادہ حصہ چڑھائی پر ہے پھر تیس دن میں وہ نیپال سے بھوٹیشر پہنچا جو وہاں سے ۸۰ فرسخ ہے اور یہاں بھی چڑھائی زیادہ ہے۔ یہاں ایک دریا ہے جس کو کئی جگہوں پر تختوں کے بنے ہوئے پلوں پر سے پار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا پڑتا ہے۔ یہ تختے بید کے دو رسوں میں بندھے ہوتے ہیں۔ ان رسوں کو دونوں طرف کے پہاڑوں کے درمیان تان دیا جاتا ہے اور میلوں کے نشانات سے باندھ دیا جاتا ہے۔ ان پلوں کو پار کرتے وقت لوگ اپنے بوجھ کو کاندھوں پر رکھ لیتے ہیں۔ ان سے سو ہاتھ نیچے تیزی سے بہتا ہوا گہرا پانی برف کی طرح سفید نظر آتا ہے۔ پانی اتنی تیزی سے بہتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ پل کے پار اتر کر بوجھ کاندھوں سے اتار کر بکروں کی پیٹھ پر لاد دیئے جاتے ہیں''۔

بھوٹیشر سے تبت کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں سے آگے کے لوگوں کی زبان، لباس اور چہرہ مہرہ سب کچھ مختلف ہوتا ہے۔ یہاں سے سب سے اونچی چوٹی کا فاصلہ ۲۰ فرسخ ہے۔ اس چوٹی کی بلندی سے ہندوستان کہرے کے نیچے پھیلا ہوا سیاہ رنگ کا قلعہ دکھائی دیتا ہے اور اس کے نیچے واقع پہاڑ چھوٹے چھوٹے ٹیلوں جیسے نظر آتے ہیں۔ تبت اور چین سرخ رنگ کے نظر آتے ہیں اور یہاں سے ایک فرسخ شمال کی طرف ہیں۔

قنوج سے بنواس تک

قنوج سے جنوب مشرق کی طرف گنگا کے پچھم میں ''ججاہوتی'' کی مملکت ہے جو قنوج سے ۳۰ فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ اس ملک کا صدر مقام کجوراہا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہندوستان کے دو مشہور قلعے گوالیار اور کالنجر ہیں۔ پھر...... فرسخ پر دہالا ہے جس کا صدر مقام تیوری ہے اور جس پر اس وقت گنگیا کی حکومتی ہے۔

پھر تیس فرسخ پر کنا کرہ کی مملکت اور ساحل اور آپسور اور بنواس کے شہر ہیں۔ قنوج کے جنوب مغرب میں آسی ۱۸ فرسخ پر، راجوری ۱۵ فرسخ اور گجرات کا صدر مقام بزانہ ۲۰ فرسخ پر ہے۔ اس شہر کو ہماری قوم کے لوگ نارائن کے نام سے جانتے ہیں۔ جب یہ شہر ویران ہو گیا تو یہاں کے باشندے جدورہ (؟) شہر میں منتقل ہو گئے۔

قنوج سے ماہور اور بزانہ دونوں کا فاصلہ ۲۸ فرسخ ہے۔

متھرا سے دھار

اگر کوئی شخص ماہورا سے اجین جائے تو اس کے راستے میں بہت سے گاؤں اتنے قریب قریب ملیں گے جن کا درمیانی فاصلہ پانچ فرسخ یا اس سے بھی کم ہے۔ ۲۵ فرسخ چلنے کے بعد اسے ایک بڑا گاؤں ملے گا جس کا نام دودا ہی ہے۔ پھر یہاں سے ۱۷ فرسخ پر ''باماہر'' اور پانچ فرسخ پر ہندوؤں کی مشہور زیارت گاہ بھیلسان ہے۔ اس شہر کا یہ نام اس کے بت کے نام پر ہے۔ اس سے ۹ فرسخ آگے چل کر آردین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہاں کے بت کا نام مہاکال ہے۔ پھر ۷ فرسخ پر دھار ہے۔

بزانہ سے مندگیر

بزانہ سے جنوب کی طرف ۲۵ فرسخ پر میواڑ واقع ہے۔ اس مملکت کا دارالخلافہ چترور ہے۔ اس مقام سے مالوہ اور اس کے دارالخلافہ دھار کا فاصلہ ۲۰ فرسخ ہے۔ اجین کا شہر دھار ے ۷ فرسخ مشرق کی طرف ہے۔ اجین سے بھیلسان تک کا فاصلہ ۱۰ فرسخ ہے۔ یہ جگہ بھی مالوہ ہی میں ہے۔ دھار سے جنوب کی طرف ۲۰ ہی فرسخ ہے پھر ۱۰ فرسخ پر نربدا کے کنارے واقع شہر نمادر ہے۔ پھر آلس پور ۶۰ فرسخ اور گوداوری کے کنارے واقع شہر مندگیر یہاں سے ۶۰ فرسخ پر ہے۔

دھار سے تانہ

دھار سے جنوب کی طرف ۷ فرسخ کی مسافت پر یمنا کی وادی ہے پھر مہرتہ دیش ۱۸ فرسخ پر اور کونکن کا صوبہ ۲۵ فرسخ پر ہے۔ کونکن کا صدر مقام ''تانہ'' ساحل سمندر پر واقع ہے۔

ہندوستان کی مختلف جانور

گینڈا ہندوستان میں کثرت سے پایا جاتا ہے خصوصاً گنگا کے اطراف میں یہ بھینسے کی شکل کا ہوتا ہے۔ اس کی کھال سیاہ، کھردری اور ٹھوڑی کے نیچے ابھرا ہوا گوشت لٹکتا ہے۔ ہر پاؤں میں تین زرد رنگ کے کھر ہوتے ہیں، ایک بڑا آگے کی جانب نکلا ہوا اور دو اس کے دونوں طرف، اس کی دم لمبی نہیں ہوتی۔ آنکھیں کچھ نیچی اور ناک کی پھنگی پر اوپر کی طرف مڑا ہوا ایک سینگ ہوتا ہے۔ اس کا گوشت کھانے کی سعادت صرف برہمنوں کو حاصل ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک جوان گینڈے نے ایک ہاتھی پر جو اس کے سامنے آ گیا تھا حملہ کر دیا۔ اپنے سینگ سے ہاتھی کی ایک ٹانگ کو زخمی کر دیا اور اسے زمین پر گرا دیا۔ میرا خیال تھا کہ گینڈا ہی کرگدن ہے لیکن ایک شخص نے جو حبش کے علاقے سفالا جا چکا تھا بتایا کہ وہاں کا ایک جانور کرگ جس کے سینگ سے چھریوں کے دستے بنائے جاتے ہیں اور جسے حبشی امپیلا کہتے ہیں گینڈے سے بہت ملتا جلتا جانور ہے۔ ہندوستان کے دریاؤں میں بھی دریائے نیل کی طرح گھڑیال پائے جاتے ہیں۔ الجاحظ نے جو دریاؤں کے راستوں اور سمندروں کے نقشوں سے ناواقف تھا اس بات سے دھوکا کھا کر اپنی سادہ لوحی سے دریائے مہران (سندھ) کو نیل کی ایک شاخ سمجھ لیا تھا۔ ہندوستان کے دریاؤں میں مگرمچھوں اور گھڑیالوں کے علاوہ اور بھی عجیب عجیب جانور پائے جاتے ہیں۔ ان میں عجیب طرح کی مچھلیاں ہیں اور ایک جانور مشک کی طرح کا ہوتا ہے جو کشتیوں کے سامنے آ کر طرح طرح کے کھیل تماشے کرتا ہے اسے برلو کہتے ہیں۔ میرے خیال میں وہ ڈالفن Dolphin یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کی کوئی قسم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈالفن کی طرح اس کے سر پر بھی سانس لینے کا سوراخ ہوتا ہے۔

بزانہ سے سومناتھ

اب ہم پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بزانہ سے جنوب مغرب کی طرف ۲۰ فرسخ پر انہلواڑہ ہے اور ۵۰ فرسخ کے فاصلہ پر ساحل پر سومناتھ ہے۔ انہلواڑہ سے جنوب کی طرف لاردیش ہے۔ اس کے دو صدر مقام بھروج اور رہن جور ہیں جو انہلواڑہ سے ۴۲ فرسخ کے فاصلے پر ہیں۔ یہ دونوں مقامات ساحل سمندر پر تانہ کے مشرق میں ہیں۔

انہلواڑہ سے لوہرانی

بزانہ سے ۵۰ فرسخ مغرب کی طرف ملتان اور ۱۵ فرسخ پر بھاتی ہے۔ بھاتی سے ۱۵ فرسخ جنوب مغرب میں ارور ہے جو سندھ دریا کی دو شاخوں کے درمیان واقع ہے۔ یہاں سے بمہوا یعنی المنصورہ ۶۰ فرسخ پر ہے پھر ۳۰ فرسخ پر دریائے سندھ کے دہانے پر لوہرانی ہے۔

قنوج سے کشمیر

قنوج سے شمال مغرب کی جانب ۵۰ فرسخ پر شرشارا ہے اور ۱۸ فرسخ پر پنجور ہے جو ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ اس کے بالمقابل میدان میں تھانیسر ہے اور پہاڑ کے دامن میں ۱۸ فرسخ پر جالندھر کا دارالخلافہ دہمالا ہے۔ پھر ۱۰ فرسخ کے فاصلے پر بلاور ہے، اس کے پچھم کی طرف ۱۳ فرسخ کے فاصلے پر لدا ہے اور ۸ فرسخ پر راجگری کا قلعہ ہے اور یہاں سے ۲۵ فرسخ شمال میں کشمیر ہے۔

قنوج سے غزنی

قنوج سے مغرب کی طرف ۱۰ فرسخ پر دیامئو کوتی ’انز‘ میرت اور پانی پت ہیں۔ میرت اور پانی پت کے درمیان دریائے جمنا ہے۔ پھر ۱۰ فرسخ پر کوتیل اور سنام ہیں۔ پھر شمال مغرب کی طرف آگے چل کر ۹ فرسخ پر دِتاہو، اور ۶ فرسخ پر جاجنیر ہے۔ لوباور کا صدر مقام ”منداہوکر“ ۸ فرسخ پر دریائے اراوا کے پورب میں ہے۔ پھر ۱۲ فرسخ پر دریائے چندراہا ہے اور بیت دریا کے پچھم میں آٹھ فرسخ پر دریائے جہلم ہے پھر دریائے سندھ کے مغرب میں ۲۰ فرسخ کی راہ پر قندھار کا صدر مقام ویہند ہے پھر ۱۴ فرسخ پر پرشاور، ۱۵ فرسخ پر دون پور، ۱۲ فرسخ پر کابل اور ۱۷ فرسخ پر غزنی ہے۔

کشمیر کے مختصر حالات

کشمیر ایک سطح مرتفع (Plateau) پر واقع ہے جو چاروں طرف سے دشوار گزار پہاڑوں سے گھرا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے، اس کا جنوبی اور مشرقی حصہ ہندوؤں کا ہے اور مغرب میں چند بادشاہوں کی حکومت ہے۔ قریب کے علاقے میں بولارشاہ اور شگنان شاہ اور بدخشاں کی سرحد کے قریب واخن شاہ کی قلمرو ہے۔ اتر اور کچھ پورب کا علاقہ تبت اور کھوتن کے ترکوں کا ہے۔ بھوٹیشر کی چوٹی سے تبت کا فاصلہ براہ کشمیر ۳۰۰ فرسخ ہے۔

کشمیر کے باشندے پیادہ پا چلتے ہیں اور ان کے پاس سواری کے لئے ہاتھی اور دوسرے جانور نہیں ہیں۔ ان کے امراء کٹوں پر سواری کرتے ہیں۔ یہ ایک طرح کی پالکیاں ہیں جنہیں آدمی اپنے کندھوں پر اٹھا کر چلتے ہیں۔ اپنے ملک کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ لوگ دروں اور رہگزاروں کو احتیاط کے ساتھ بند رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے ان سے کسی قسم کا لین دین کرنا بہت مشکل ہے۔ پرانے زمانے میں ایک دو غیر ملکیوں خصوصاً یہودیوں کو یہاں آنے کی اجازت مل جاتی تھی لیکن اب یہ لوگ ان ہندوؤں تک کو، جن سے یہ واقف نہیں داخل نہیں ہونے دیتے، دوسرے لوگوں کو اجازت ملنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

شہر کشمیر دریائے جہلم کے دونوں کناروں پر چار فرسخ تک آباد ہے۔ شہر کے دونوں کنارے پلوں اور کشتیوں کے ذریعے ملے ہوئے ہیں۔ جہلم دریا ہرم کوٹ پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ دریائے گنگا بھی انہیں پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ یہ پہاڑ نہایت سرد اور ناقابل عبور ہیں اور ان پر جمی ہوئی برف کبھی پگھل کر ختم نہیں ہوتی۔ ان پہاڑوں کے پار مہا چین یعنی بڑا چین ہے۔ شمال میں ہندوستان کی آخری سرحد یہی پہاڑ ہیں۔

ہندوستان کی مغربی اور جنوبی سرحدیں

ہندوستان کے مغربی سرحدی پہاڑوں میں مختلف افغان قبیلے آباد ہیں۔ ان کا سلسلہ سندھ کے نواح تک پھیلا ہوا ہے۔ ہندوستان کی جنوبی سرحد پر سمندر ہے۔ اس کا ساحل مکران کے قصبے تیز سے شروع ہوتا ہے اور جنوب مشرق میں دیبل کی طرف ۴۰ فرسخ تک چلا گیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان خلیج توران واقع ہے۔

اس خلیج کے بعد چھوٹا منہ، ھر بڑا منہ اور پھر بوارج یعنی کچھ اور سومناتھ کے قزاقوں کے قلعے اور ٹھکانے ہیں۔ ان کا یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ کشتیوں میں بیٹھ کر سمندر میں قزاقی کرتے ہیں۔ ان کشتیوں کو بیڑہ کہتے ہیں۔ ساحل پر واقع مقامات یہ ہیں۔

دیبل سے ۵۰ فرسخ پر تولیشر، ۱۲ فرسخ پر لوہرانی، ۱۲ ہی فرسخ پر بگا، پھر ۶ فرسخ پر اکچھ جہاں مکل درخت پیدا ہوتا ہے اور بروی ۱۴ فرسخ پر، کمبایت دو دن کی راہ پر، اساول ۳۰ فرسخ پر بھروج ۵۰ فرسخ پر "سندن"، ۶ فرسخ پر سوبارہ اور ۵ فرسخ پر تانہ واقع ہیں۔

اس کے آگے لاران کا ساحلی علاقہ ہے جیمور اسی علاقے میں ہے۔ پھر ولبھ، کانجی اور دھاروار کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہر ہیں۔اس کے بعد ایک کھاڑی ہے جس میں سنگل دیپ یعنی جزیرہ سرندیپ (لنکا) واقع ہے، جھیل کے گرد پنجیاور ہے۔ جب یہ شہر ویران ہو گیا تو یہاں جور نے پچھم کی طرف ساحل پر دوسرا شہر بنوایا اور اس کا نام پدنار کھا۔

اس سے آگے ساحل پر اُمّل نارا ہے پھر رامیشر جو سرندیپ کے بالمقابل ہے۔ان دونوں کے درمیان سمندر کا راستہ ۱۲ فرسخ ہے۔ پنجیاور سے رامیش ۴۰ فرسخ ہے۔ رامیشر سے ستیو بند ۲ فرسخ ہے۔ سیتو بند کے معنی سمندر کا پل ہیں۔ یہ پل دسرتھ کے بیٹے رام نے لنکا کے محل تک بنوایا تھا۔اس وقت یہ غیر مسلسل پہاڑوں کی شکل میں ہے جس کے درمیان سمندر ہے۔ تیتو بندھ سے ۱۶ فرسخ مشرق میں کھکنڈ یعنی بندروں کا پہاڑ ہے۔ بندروں کا بادشاہ روز بندروں کا جھنڈ ساتھ لے کر نکلتا ہے اور وہ پہلے سے ہی بنی ہوئی نشستوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔اس ملک کے لوگ ان بندروں کے لئے چاول پکا کر تیار رکھتے ہیں اور اسے پتوں پر رکھ کر ان کو دیتے ہیں۔ چاول کھا کر بندر جھاڑیوں میں واپس چلے جاتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ غفلت کی جائے تو یہ علاقے کو برباد کر دیں کیونکہ ان کی تعداد کثیر ہے اور یہ بہت سرکش اور خونخوار ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ انسان کی نسل سے ہی ہیں جنہیں اس وقت بندر بنا دیا گیا تھا جب رام شیاطین سے جنگ کر رہے تھے اور ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ وہ اس جنگ میں رام کی اچھی طرح مدد کر سکیں۔ رام نے ان کے لئے یہ گاؤں بھی وقف کر دیئے تھے۔ ہندوؤں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو شخص اِن میں پڑ جاتا ہے اور رام کی نظم اور رام کا منتر ان کو سناتا ہے تو وہ کان لگا کر سنتے ہیں اور راستہ بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتلاتے ہیں اور کھلاتے پلاتے ہیں۔ بہر حال، عام لوگوں کا عقیدہ یہی ہے۔

بحرِ ہند اور بحرِ چین کے جزیرے

اس سمندر کے مشرقی جزیرے جو ہندوستان کی نسبت چین سے زیادہ قریب ہیں جزائر زنج ہیں۔ ہندوؤں جزیروں کو سورن دیپ یعنی سونے کے جزیرے کہتے ہیں۔ پچھم کی طرف کے جزیرے زنج اور درمیان کے جزیرے جزائر رم اور دیو (مالدیپ، لکادیپ) کہلاتے ہیں ان ہی میں جزائر قمیر ہیں۔ دیپ (دیو) جزیروں کی یہ خاصیت ہے کہ یہاں نئے نئے جزیرے بنتے رہتے ہیں اور پرانے جزیرے ختم ہوتے رہتے ہیں۔ جب ختم ہونے والے جزیروں کے باشندوں کو ان جزیروں کے خاتمے کے آثار نظر آتے ہیں تو وہ نئے بنتے ہوئے جزیروں پر منتقل ہو جاتے ہیں اور اپنا تمام سامان اور اناج وغیرہ بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ یہ جزیرے اپنی پیداوار کی بنیاد پر دو قسموں میں بانٹ دیئے گئے ہیں۔ ایک کو دوا کھڈھا یعنی سیپیوں کے جزیرے کہتے ہیں۔ ان سیپیوں کو یہ لوگ ناریل کی شاخوں کے ذریعے کنارے پر جمع کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے جزیرے دیوا کنبار کہلاتے ہیں یعنی ناریل کی رسیوں کے جزیرے۔ یہ اسے کشتیوں کے تختوں کو باندھنے کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں سرندیپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کنارے موتی نکالے جاتے تھے لیکن اب یہاں موتی نکالنا بند ہو گیا ہے کیونکہ اب یہاں کے سمندر میں موتی نہیں ہیں۔ اب سفالہ، جو حبش کے علاقے میں ہے، موتی نکالنے کا مرکز بن گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سرندیپ کے موتی وہاں منتقل ہو گئے ہیں۔

ہندوستان کا بارش کا موسم

ہندوستان میں گرمیوں کے زمانے میں مان سونی بارش ہوتی ہے۔ ہندو اس کو ورشا کال کہتے ہیں۔ ملک کے شمالی حصوں میں بارش زیادہ اور دیر تک ہوتی ہے لیکن جو حصے پہاڑ کی اوٹ میں ہیں وہاں بارش نہیں ہوتی۔ ملتان کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ ان کے ہاں ورشا کال نہیں ہوتا بلکہ جو ملک ان کے شمال میں پہاڑوں سے قریب ہے وہاں ورشا کال ہوتا ہے۔ بھائل اور اندراویدی میں برسات کا موسم اساڑھ کے مہینے سے شروع ہوتا ہے اور چار مہینے تک موسلا دھار بارش ہوتی ہے جیسے مشکوں سے پانی انڈیلا جا رہا ہو اور شمال میں یعنی کشمیر کے پہاڑوں کے گرد و پیش جودری کی چوٹی تک دون پور اور برشاور کے درمیان ساون کے مہینے سے برسات شروع ہوتی ہے اور ڈھائی مہینے تک خوب بارش ہوتی ہے۔ لیکن اس پہاڑ کے دوسرے طرف مطلق بارش نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ برساتی بادل بھاری اور نیچے ہوتے ہیں۔ جب یہ بادل پہاڑوں کے پاس پہنچتے ہیں تو ان سے ٹکرا کر وہیں برس جاتے ہیں اور آگے نہیں بڑھتے۔ اسی لئے کشمیر میں ورشا کال نہیں ہوتا۔ البتہ وہاں ڈھائی مہینے تک مسلسل برف باری ہوتی ہے۔ برفباری کا آغاز ماگھ کے مہینے سے ہوتا ہے پھر چیتر کا آدھا مہینہ گزرنے کے بعد چند دن تک مسلسل بارش ہوتی ہے، اس سے برف پگھل جاتی ہے اور زمین صاف ہو جاتی ہے ایسی موسمی اور بے وقت کی بارش ہر جگہ کچھ نہ کچھ ہوتی رہتی ہے اور ہندوستان کا کوئی صوبہ اس طرح کی بارش سے خالی نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۹

ستاروں کے نام، بروج اور چاند کی منزلیں وغیرہ

ہم اس کتاب کے آغاز میں ہی بتا چکے ہیں کہ ہندوؤں کی زبان میں اسماء کی اتنی کثرت ہے کہ وہ ایک ہی چیز کو کئی ناموں سے پکارتے ہیں۔ میں نے ہندوؤں سے سُنا ہے کہ ان کے ایک ہزار نام ہیں۔ لامحالہ ہر ستارے کے نام بھی اتنے ہی یا اس کے قریب ہوں گے۔

ہفتے کے دنوں کے نام

ان کے یہاں ہفتے کے دنوں کے نام ستاروں کے مشہور ناموں پر ہیں اور ان کے آگے ''بار'' کا لفظ اضافہ کر دیا جاتا ہے اور یہ لفظ ستاروں کے نام کے ساتھ اس طرح لگایا جاتا ہے جس طرح فارسی میں ہفتے کے دن کے عدد کے ساتھ ''شنبہ'' لگایا جاتا ہے۔ ان کے دنوں کے نام یہ ہیں:

ادت بار	یعنی سورج کا دن	اتوار
سوم بار	یعنی چاند کا دن	پیر
منگل بار	یعنی مریخ کا دن	منگل
بدھ بار	یعنی عطارد کا دن	بدھ
برہسپتی بار	یعنی مشتری کا دن	جمعرات
سکر بار	یعنی زہرہ کا دن	جمعہ
سنیچر بار	یعنی زحل کا دن	سنیچر جسے ہفتہ بھی کہتے ہیں۔

اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے یعنی اتوار سے سنیچر تک اور پھر اسی کا اعادہ۔ ہندو ستاروں کی ترتیب کو دنوں کی ترتیب کے مطابق رکھتے ہیں اور اپنی زیچ اور دوسری کتابوں میں بھی اس ترتیب کو درج کرتے ہیں اور دوسری ترتیبوں سے مطلق اعتنا نہیں کرتے اور حالانکہ یہ ترتیبیں زیادہ صحیح ہیں۔

ستاروں کی ترتیب

یونانیوں کے یہاں ستاروں کی صورتیں یا علامات ہیں جن کے ذریعے سے اسطرلاب پر اُن کی حدود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کی جاتی ہیں۔ یہ صورتیں حروف نہیں بلکہ ایک طرح کی تصویریں ہیں۔ اختصار کے لئے ہندو بھی یہی کرتے ہیں لیکن ان کے نشانات تصویریں نہیں بلکہ ہر ستارے کا نام کا پہلا حرف مثلاً سورج کے نام آدتیہ کا ''آ'' اور چاند کے نام چندر کا ''چا'' اور عطارد یعنی بدھ کے نام کا ''با''۔

ذیل کے جدول میں ساتوں ستاروں کے مشہور نام درج کیے جاتے ہیں۔

ستارے	ہندوستانی زبان میں ان کے نام
سورج	آدتیہ' سوریہ' بھانو' ارک' دواکر' روی' پتا (؟) ہیلی۔
چاند	سوم' چند' اندو' ہما گو' سیتارسمی' ہمارسمی' ستامسو' ستیادی دھتی ہماما یکھ۔
مریخ	منگل' بھومیہ' کج' ارا' وکرا' ودھیہ' ماہیا کرا' کشی (؟) رکت۔
عطارد	بدھ' سومیہ' چندا' جنہ' یودھنہ' دت (؟) ہمنا۔
مشتری	درہسپتی' گرد' جیوا' دیوجیہ' دیو پروہت' دیومنتریں' انگرس' سوری' ذیو پت۔
زہرہ	سکر' بھرگو' ستا' بھارگو' اسجتی (؟) دانوگرو' بھرگو پتر' اسچھو جت (؟)
زحل	سنیچر' مند' است' کون' ادتیہ' پتر' سور' ارک' سوریہ پتر

بارہ سورج

سورج کے اتنے زیادہ نام ہونے کی وجہ سے مذہبی عالموں نے سورج کی تعداد کو بھی اتنا ہی سمجھ لیا چنانچہ ان کے نزدیک سورج بارہ ہیں جن میں ایک ایک ہر مہینے طلوع ہوتا ہے۔ سورج کے ساتھی چاند کے بھی بہت سے نام ہیں مثلاً ایک نام سوم ہے' اس وجہ سے وہ مبارک ہے اور مبارک یا خوش نصیب کو سوم گرہ اور نحس یا بدنصیب کو پاپ گرہ کہتے ہیں۔ چاند کا ایک نام نشیس یعنی رات کا حاکم ہے۔ نکشتر ناتھ یعنی قمری منزلوں کا حاکم' دوی جیسور یعنی برہمنوں کا مالک۔ ستامسو یعنی ٹھنڈی کرنوں والا یہ نام اس وجہ سے ہے کہ چاند آبی کرہ ہے جو زمین کے لئے ایک نعمت ہے اور جب سورج کی شعاع اس پر پڑتی ہیں تو یہ شعاع چاند آبی کرہ ہے جو زمین کے لئے ایک نعمت ہے اور جب سورج کی شعاع اس پر پڑتی ہے تو یہ شعاع چاند کی طرح ٹھنڈی ہو کر پلٹتی اور تاریکی کو روشن کرتی ہے رات کو خنک بناتی اور سورج کی جھلسانے والی گرمی کو بجھا دیتی ہے۔ چندر (جس کے معنی نارائن کی بائیں آنکھ ہے جس طرح آفتاب اس کی دائیں آنکھ ہے) اس کا مقبول نام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ ذیل جدول میں مہینوں کے جو نام درج ہیں ان میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اب تک کہ ہم نے جو نام لکھے تھے وہ مقامی بولیوں کے نام تھے۔ لیکن اس جدول میں جو نام درج ہیں وہ قدیم کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

مہینے	قمری منزلیں	مہینے	قمری منزلیں
کارتک	۳ کرتکا	ویشاکھ	۱۶ اوشاکھ
	۴ روہنی		۱۷ انورادھا
مارگاسرش	۵ مرگاسرشا	جیشٹھ	۱۸ جیشٹھا
	۶ اردر		۱۹ مول
پوش	۷ پزواس	اشاڑھ	۲۰ پورواشاڑھ
	۸ پشیہ		۲۱ اتراشاڑھ
ماگھ	۹ آشلیس	شراون	۲۲ شراون
	۱۰ ماگھ		۲۳ دھنشٹ
پھاگن	۱۱ پورواپھاگنی	بھادرپاڑ	۲۴ ستابھیشج
	۱۲ اترپھاگنی	بھادرپاڑ	۲۵ پورو ابھاردرپاڑ
	۱۳ ہست	اشواتج	۲۸ ریوتی
چیتر	۱۴ چترا		۱ اشونی
	۱۵ سواتی		۲ بھرانی

زحل کے نشانات زحل کے نشانات کے نام ان صورتوں سے مناسبت رکھتے ہیں جو ان نشانات کے طور پر مقرر ہیں۔ ہندوؤں میں بھی دوسری قوموں کی طرح یہی قاعدہ ہے۔ تیسرا نشان یا برج متھن کہلاتا ہے۔ اس لفظ کے معنی ہیں ایک کمسن لڑکے اور لڑکی کا جوڑا اور یہی مطلب جڑواں کے اس نشان یا صورت کا ہے جو اس کے لئے مستعمل ہے ان بروج کے بارے میں البیرونی نے ورہ میر کی تصانیف کے اقتباسات پیش کئے ہیں۔ اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ ورہ مہر نے مشہور ناموں کے ساتھ بعض ایسے نام بھی لکھے ہیں جو عام نہیں ہیں۔ پھر ان مشہور اور غیر معروف دونوں کی ایک جدول بھی بنائی ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۰

برہمانڈ

برہما کے انڈے سے پانی کا نکلنا

برہمانڈ کے معنی ہیں برہما کا انڈا اور اس سے مراد پورا کرۂ ایتھری ہے کیونکہ اس کرہ کی شکل گول ہے اور یہ حرکت بھی گولائی میں کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس لفظ کا اطلاق سارے عالم پر ہوتا ہے جو عالم بالا اور عالم زیریں میں بٹا ہوا ہے۔ یہ لوگ آسمانوں کی گنتی کرتے ہیں تو ان کے مجموعہ کو برہمانڈ کہتے ہیں چونکہ ہندو علم ہیئت میں مہارت نہیں رکھتے اس لئے ان کے ہیئتی نظریات صحیح نہیں ہیں اور جیسا چاہئے ویسا تصور نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ زمین کو ساکت سمجھتے ہیں اور جنت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں سے مشابہ سمجھتے ہیں اور زمین کو دیوتاؤں اور فرشتوں کے رہنے کی جگہ قرار دیتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان دیوتاؤں اور فرشتوں میں اوپر کی دنیاؤں سے نیچے کی دنیاؤں میں آنے جانے کی قوت موجود ہے۔

ہندوؤں کی معموں جیسی روایات میں ہے کہ پانی ہر چیز سے قبل تھا اور دنیا کی ہر جگہ بھرا ہوا تھا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ حالت روح بننے کے دن کی ابتداء (پروشا ہوراتر)......اور قالب کے بننے اور دونوں کے اتصال کے آغاز میں ہوگی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ پانی میں سخت تموج کی وجہ سے جھاگ پیدا ہو گیا تھا۔ تب اس پانی میں سے کوئی چیز باہر نکلی اور اس سے خالق نے برہما کا انڈا پیدا کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انڈا ٹوٹ گیا اور اس میں سے برہما برآمد ہوا۔ انڈے کے آدھے حصے سے اور دوسرے سے آسمان بنا اور درمیان میں چھوٹے چھوٹے ریزے یا ٹکڑے تھے وہ بارش بن گئے۔ اگر بارش کے بجائے پہاڑ کہتے تو زیادہ قرین قیاس ہوتا اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا نے برہما سے کہا "ہم ایک انڈا پیدا کرتے ہیں اور اس میں تیری سکونت کی جگہ بنائے دیتے ہیں۔" اور خدا نے اس انڈے کو مذکورہ بالا پانی کے جھاگ سے پیدا کیا لیکن جب پانی خشک ہو کر زمین میں جذب ہو گیا تو انڈے کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی تخلیق کا پہلا عنصر ہے۔ برہما کے انڈے کا دو نیم ہو جانا

ہندوؤں کا یہ نظریہ کہ تمام مخلوقات میں پانی سب سے پہلے وجود میں آیا اس پر مبنی ہے کہ پانی ہی ہر چیز سے منتشر ذرات کو متحد کرتا ہے اور اس کی وجہ سے نمو پذیر چیزیں بڑھتی ہیں اور ہر ذی روح چیز میں زندگی یا جان پانی کی وجہ سے ہی ہے اور جب خالق مادے سے کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو پانی اس کے لئے آلہ یا اوزار کا کام دیتا ہے۔ ہندوؤں کا انڈے کے دو نیم ہو جانے کا نظریہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا موجد عالم نہ تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ آسمان زمین کو اسی طرح احاطہ کئے ہوئے ہے جس طرح برہما انڈے کا چھلکا اس کی زردی کو۔ اس نے زمین کو نیچے اور آسمان کو چھ سمتوں میں سے صرف ایک ہی سمت میں یعنی زمین سے اوپر سمجھا۔ اگر اس کو حقیقت حال معلوم ہوتی تو اسے انڈے کو دو نیم کرنے کی زحمت نہ کرنا پڑتی۔ بہر حال وہ اس نظریہ سے یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس کے آدھے حصے سے زمین بنی اور دوسرے آدھے سے اس کا گنبد یعنی آسمان وجود میں آیا اور یہ کہہ کر وہ زمین کی سطح کے بیان میں بطلیموس سے بازی لے جانا چاہتا تھا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

(اس کے بعد البیرونی نے ہندوستان کے بعض مصنفین مثلاً برہما گپتا، پلس، بل بھدر اور آریہ بھٹ کے نظریات پیش کئے ہیں اور ان پر تنقید کی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۱

ہندوؤں کے مذہبی نظریات کے مطابق زمین اور آسمان کی شکل

سات زمینیں

جن لوگوں کا ذکر ہم نے گزشتہ باب میں کیا ہے ان کے خیال میں زمین کے سات طبقے تہ بہ تہ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کی ایک کے اوپر ایک سات پرتیں ہیں اور اوپر کی تہ یا طبقہ سات حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ لیکن یہ تقسیم ہمارے منجموں کی تقسیم سے مختلف ہے جنہوں نے زمین کو اقالیم میں تقسیم کیا ہے۔ ہندوؤں کی یہ تقسیم فارس کے منجمین کی تقسیم سے مختلف ہے جنہوں نے زمین کو اقالیم میں تقسیم کیا ہے۔ ہندوؤں کی یہ تقسیم فارس کے منجمین کی تقسیم سے بھی مختلف ہے کیونکہ فارس والوں نے زمین کو کشوروں میں تقسیم کیا ہے۔ ہم آگے چل کر ان کے نظریات کو صراحت سے سمجھائیں گے جیسا کہ ہم نے انہیں ہندو دھرم کے عالموں سے سمجھا ہے اور اس پر منصفانہ تنقید کریں گے۔ اگر اس میں کوئی بات نامانوس نظر آئے گی یا کوئی ایسی بات ملے گی جو دوسری قوموں کے نظریات سے مطابقت رکھتی ہو تو ہم اسے بھی بیان کر دیں گے۔ اس لئے نہیں کہ اسے پڑھ کر قاری ہندوؤں کی مذمت کرے بلکہ صرف اس لئے کہ جو لوگ ان موضوعات کا مطالعہ کرتے ہیں ان کے فہم وفراست کو جلا پہنچے۔

زمین کے ناموں اور ان کی ترتیب میں وسعت زبان کی وجہ سے اختلاف

ہندوؤں میں زمینوں کی تعداد اور اس کی بالائی سطح کے حصوں کی تعداد کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ ان کے ناموں اور ناموں کی ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے اور میرے خیال میں اس اختلاف کا سبب زبان کی وسعت ہے کیونکہ ہندو ایک ہی چیز کو بے شمار ناموں سے پکارتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کے یہاں ان کے اپنے بیان کے مطابق سورج کے ایک ہزار نام ہیں جس طرح عربوں میں شیر کے۔ ان میں سے بعض نام اصل اور بعض اس کے مختلف احوال اور افعال سے مشتق ہیں۔ ہندو اور انہیں کے ہم خیال بعض دوسرے اپنی زبان کی اس وسعت پر فخر کرتے اور جبکہ حقیقت میں یہ کسی زبان کا سب سے بڑا عیب ہے کیونکہ زبان کا کام یہ ہے کہ تمام موجودات اور ان کے آثار میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کے لئے اتفاق رائے سے ایک نام (لفظ) متعین کر دے تا کہ اس لفظ کے سنتے ہی ہر شخص کہنے والے کا مطلب سمجھ لے اس کے برخلاف جب ایک ہی لفظ متعدد چیزوں کے لئے (یعنی متعدد معنوں میں) استعمال ہو تو اس سے زبان کا نقص ظاہر ہوتا ہے اور مخاطب کو بولنے والے سے پوچھنا پڑتا ہے کہ اس لفظ سے اس کا کیا مطلب ہے۔ ایسے تمام الفاظ کو زبان سے خارج کر کے اس کی جگہ پر ایسے الفاظ داخل کرنا چاہئیں جن کا مطلب واضح ہو اور جو ایک ہی مطلب پر دلالت کرتے ہوں۔ جب ایک ہی چیز کے بہت سے نام ہوں اس لئے نہیں کہ ہر قبیلے میں اس کے لئے ایک الگ نام استعمال ہوتا ہے یہ تو ان میں سے ایک ہی نام مطلب سمجھانے کے لئے کافی ہوتا ہے اور اس ایک کے علاوہ جتنے نام ہیں وہ لغو ہیں اور مطلب ظاہر کرنے کے بجائے اسے اور زیادہ چھپا دیتے اور پراسرار بنا دیتے ہیں۔ پھر زبان کی وسعت اس زبان کو سیکھنے کے خواہشمند لوگوں کے لئے چند در چند مشکلات پیدا کر دیتی ہے اور ان کا بہت سا قیمتی وقت ان پر غیر ضروری الفاظ کو یاد کرنے میں ضائع ہو جاتا ہے۔

مجھے اکثر یہ گمان ہوتا ہے کہ آیا کتاب کے مصنفوں یا بولنے والوں نے زمین کی ترتیب نہ بیان کر کے صرف اس کے نام گنا دینے پر اکتفا کی ہے یا کاتبوں نے اپنی مرضی سے ان کے بولے ہوئے متن کو بدل دیا ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ میرے لئے ترجمہ کا کام انجام دیتے تھے وہ سب زبان پر پوری قدرت رکھتے تھے اور دیانت دار بھی تھے۔

آدتیہ پران میں زمین کا بیان

زمین کے جتنے نام مجھے معلوم ہیں وہ مندرجہ ذیل جدول میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ ناموں کی یہ فہرست آدتیہ پران کے مطابق ہے کیونکہ اس میں یہ اصول برتا گیا ہے کہ ہر زمین اور آسمان کو آفتاب کے ایک عضو سے منسوب کیا گیا ہے، سر سے پیٹ تک آسمانوں کے اور ناف سے تلوے تک زمینوں کے نام ہیں یہ طریقہ اتنا واضح ہے کہ اس سے کسی قسم کا اشتباہ نہیں پیدا ہوتا۔

عام بولی میں ان کے نام	وایو پران القاب	وایو پران ان کے نام	وشنو پران	آدتیہ پران ان کے نام	سورج کے کس عضو کے منسوب ہیں	زمینوں کا نمبر شمار
امس (؟)	کرشن بھوم اندھری زمین	ابھس تال	اتال	تال	ناف	1
امبرتال	شکل بھوم روشن زمین	ایلا (؟)	وتال	ستال	رانیں	II

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکر	رکت بھوم' سرخ زمین	تال'	تال	پاتال	گھٹنے	iii
بھس تت	پت بھوم' زرد زمین	بھس تال	ستت	آشال(؟)	گھٹنے کے نیچے	iv
مہاتال	پاشان بھوم' مرمر کی زمین	مہاتال	مہاکھیہ(؟)	وشال(؟)	پنڈلیاں	v
سُتال	شلا تال' اینٹوں والی زمین	ستال	ستال	مرتال	ٹخنے	vi
رس تال	سورن ورن سنہری زمین	پاتال	جاگر(؟)	رس تال	تلوے	vii

زمین کے بعد آسمان ہیں جو اوپر نیچے سات طبق ہیں۔ انہیں لوک یعنی جمع ہونے کی جگہ کہتے ہیں۔ لوگوں کے ناموں میں ایسا اختلافات نہیں ہے۔ جیسا زمینوں کے ناموں میں ہے۔ البتہ ان کی ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے۔ ہم ذیل کی جدول میں لوگوں کے نام دے رہے ہیں:

آدتیہ' وایو اور وشنو پرانوں کے مطابق آسمانوں کے نام	آدتیہ پران کے مطابق وہ سورج کے کس عضو سے منسوب ہیں	آسمانوں کا نمبر شمار
بھرلوک	پیٹ	I
بھورلوک	سینہ	II
سورلوک	منہ	III
مہرلوک	بھویں (ابرو)	IV
جن لوک	ماتھا (پیشانی)	V
تپ لوک	ماتھے سے اوپر	VI
ستیہ لوک	کھوپڑی	VII

یہ تو تھا ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کا بیان۔ اب ہم زمین کی اوپری سطح کے حصوں کا اور ان کا متعلقہ مضامین کا بیان کریں گے۔

دویپ اور سمندر

ہندوستان کی زبان میں دیپ (دویپ) جزیرے کو کہتے ہیں۔ اسی لفظ سے سنگل دیپ (سنہالا دیپ) بنا ہے جسے لوگ سرندیپ کہتے ہیں۔ دیپ جات (مالدیپ ٹکا دیپ) متعدد جزیروں کا مجموعہ ہے۔ ان جزیروں میں سے بعض کمزور ہو کر مٹ جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے جزیرے پیدا ہو جاتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ جب ختم ہوتے ہوئے جزیرے کے باشندوں کو جزیرے کے مٹنے کے آثار نظر آتے ہیں تو وہ نئے جزیرے میں منتقل ہو جاتے ہیں اور اس میں اپنی آبادیاں قائم کر لیتے ہیں۔

ہندوؤں کی مذہبی روایات کے مطابق جس زمین پر ہم رہتے ہیں وہ گول ہے اور ایک سمندر سے گھری ہوئی ہے۔ اسی سمندر پر ایک دوسری زمین ہے جس کی شکل کے گلے کی مانند ہے۔ پھر اس زمین پر اسی طرح حلقے کی شکل کا ایک سمندر ہے۔ اس حلقے کی شکل کی خشک زمینوں کی تعداد سات ہے اور انہیں جزیرے کہتے ہیں۔ اسی طرح حلقے نما سمندر بھی سات ہیں۔ ان خشکیوں اور سمندروں کا حجم اس طرح ہے کہ ہر خشکی پچھلی خشکی کی دوگنا اور ہر سمندر پہلے سمندر کا دوگنا ہوتا ہے اور اسی طرح ساتوں زمینوں اور سمندروں میں سے ہر ایک کا حجم اپنے سے پہلے والے کا دوگنا ہوتا ہے یعنی اگر درمیانی زمین کا حجم ایک فرض کر لیں تو ساتوں خشکیوں کا حجم ۱۲۷ ہوگا۔ اسی طرح اگر درمیانی سمندر ایک ہوگا تو ساتوں سمندروں کا حجم ۱۲۷ ہوگا اور زمینوں اور سمندروں کا مجموعی حجم ۲۵۴ ہوگا۔

(آگے چل کر پاتنجلی اور وایو پران کے شارحوں کا مقرر کردہ زمینوں اور سمندروں کا رقبہ دیا ہے اور دنیا کا کل رقبہ معلوم کرنے کا ان کا بتایا ہوا طریقہ بھی نقل کیا ہے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۲

قطب کے بارے میں روایات

ہندوؤں کی زبان میں قطب کو دھروا اور محور کو شلک کہتے ہیں۔ ہندو منجموں کے علاوہ دوسرے تمام ہندو ہمیشہ صرف ایک ہی قطب کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی وجہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آسمان گنبد (جس کا ذکر ہم کسی گزشتہ باب میں کر چکے ہیں) کی شکل ہے۔ وایوپُران کے مطابق آسمان قطب کے گرد اس طرح گھومتا ہے جیسے کمہار کا چاک اور قطب خود اپنے گرد گھومتا ہے اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا اور گردش کا ایک دورہ تیس (۳۰) مہورتوں یا ایک نجومی شب و روز میں مکمل کرتا ہے۔

قطب جنوبی کا ذکر کرتے ہوئے البیرونی نے ایک راجا کا قصہ نقل کیا ہے۔ راجا سوم دت جنہیں ان کے نیک کاموں کے بدلے میں جنت مل گئی تھی جنت میں اپنے جسم سمیت داخل ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے رشی وششٹ سے اپنی اس خواہش کی تکمیل کی درخواست کی لیکن ان کو جواب ملا کہ ایسا ممکن نہیں۔ وششٹ کے بچوں نے ان کا مذاق بھی اڑایا۔ اس کے بعد راجا رشی وشوامتر کے پاس گئے جنہوں نے راجا سے خوش ہو کر ان کے لئے ایک نئی جنت بنانا شروع کی۔ گویا اس طرح رشی نے جنوب میں قطب اور بنات النعش بنایا لیکن اندر نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ رشی نے اندر کی بات مان لی لیکن اس شرط پر کہ راجا کو جنت میں اس کے جسم سمیت داخل ہونے دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ رشی بھی ایک دوسری دنیا کی تخلیق سی باز آ گئے لیکن جو کچھ اس وقت تک بنا چکے تھے وہ باقی ہے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ہم لوگوں میں قطب شمالی کی علامت بنات النعش مقرر کی گئی ہے اور قطب جنوبی کی سہیل ہے لیکن ہمارے بعض اصحاب (مسلمان) جو جاہل عوام کی طرح یہ خیال کرتے ہیں کہ آسمان کی جنوبی جانب بھی شمال کی طرح کے نبات النعش ہیں اور یہ نبات النعش جنوبی قطب کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ چیز محال ہے مگر حیرت انگیز نہ معلوم ہوتی اگر اس کا راوی کوئی ایسا معتبر شخص ہوتا جو بارہا سمندر کا دور دراز سفر کر چکا ہے۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ جنوبی ملکوں میں بعض ایسے ستارے دکھائی دیتے ہیں جن سے ہم لوگ واقف نہیں......

جب برہما نے انسان کو پیدا کرنا چاہا تو اپنی ذات کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ دائیں حصے کا نام درنج اور بائیں کا نام منو رکھا گیا۔ اسی نام پر ایک زمانے کا نام من ونتر رکھا گیا۔ منو کے دو بیٹے ہوئے پریاورت اور اتاپد (یعنی ٹیڑھے پیروں والا راجا) اتاپد کے ایک بیٹے کا نام دھرو تھا جس کی توہین اس کے باپ کی ایک بیوی نے کی تھی۔ اس کے صلے میں اسے تمام ستاروں کو جس طرح چاہے نچانے کی طاقت بخش دی گئی اور وہ سویمبھو من ونتر یعنی سب سے پہلے منونتر میں ظاہر ہوا اور اس وقت سے ہمیشہ کے لئے اپنی جگہ قائم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۳

میرو پہاڑ کی بابت پران کے مصنفوں اور دوسروں کا عقیدہ

میرو پہاڑ اور زمین کے متعلق برہم گپتا کا بیان

میرو پہاڑ دو یپوں اور سمندروں کے بیچوں بیچ واقع ہے اور جمبودویپ کا بھی مرکز ہے۔اس لئے پہلے اسی کا بیان کرتے ہیں۔ برہم گپتا نے کہا ہے ''زمین اور میرو پہاڑ کے متعلق لوگوں کے طرح طرح کے خیال ہیں۔خاص طور پران لوگوں کے جو پران اور مذہبی کتابیں پڑھتے رہتے ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ ''یہ پہاڑ بہت زیادہ بلند ہے۔قطب کے نیچے واقع ہے اور ستارے اس کے دامن کے گرد چکر لگاتے ہیں اور ان کا نکلنا اور ڈوبنا میرو پر منحصر ہے۔اس کا نام میرو اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اسے ستاروں کے طلوع وغروب پر قدرت حاصل ہے اور سورج اور چاند اس کی چوٹی کی قوت سے ہی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔اس پر رہنے والے فرشتوں کے دن اور رات چھ چھ ماہ کے ہوتے ہیں۔''

'' آگے چل کر اس ضوع سے متعلق بل بھدر کے نظریات پر تنقید کی ہے۔آریہ بھٹ کے نظریات پر بھی جن کا حوالہ بل بھدر نے دیا ہے'البیرونی کی تنقید ہے۔موخر الذکر کے بیان میں البیرونی نے بتایا ہے کہ اس نام (آریہ بھٹ) کے دو شخص تھے۔ایک آریہ بھٹ پورا اور دوسرا آریہ بھٹ کسم پورا۔ البیرونی نے لکھا ہے ''ہم نے آریہ بھٹ کسم پورا کی کتاب میں پڑھا ہے کہ میرو پہاڑ ہماونت یعنی منطقہ باردہ میں ہے اور ایک یوجن سے زیادہ بلند نہیں ہے۔

(یہ شخص آریہ بھٹ کبیر نہیں بلکہ اس کے شاگردوں میں ہے کیونکہ وہ اس کا حوالہ دیتا اور اس کی پیروی کرتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ بھدر نے ان دونوں ہم نام شخصوں میں سے کس کو مراد لیا ہے)۔

الغرض اس پہاڑ کی جائے وقوع کے حالات ہم کو صرف قیاس سے معلوم ہیں اور خود پہاڑ کے بارے میں بھی ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہے اس کا سرچشمہ روایات ہیں۔ان روایات میں سے بعض میں اس کی اونچائی ایک یوجن بتائی گئی ہے۔بعض روایات میں اسے مربع اور بعض میں مثمن کہا گیا ہے۔رشیوں نے اس پہاڑ کے متعلق جو کچھ کہا ہے۔اب ہم اسے بیان کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اس کے بعد پرانوں کے اقتباسات دیئے ہیں اور پاتنجلی کے شارح کا نظریہ پیش کیا ہے)۔

میرو کے بارے میں بدھوں کے بیانات

میرو پہاڑ کے بارے میں ہندوؤں کی روایات سے اتنا ہی معلوم ہو سکا۔ چونکہ مجھے اب تک بدھ دھرم کی کوئی کتاب نہیں ملی ہے اور نہ کسی بدھ عالم سے میری ملاقات ہوئی ہے کہ جس سے اس پہاڑ کے بارے میں اس کے خیالات کا پتہ چلتا' اس لئے ان کے خیالات کے بارے میں ہم جو کچھ بیان کریں گے ایران شہری کے حوالے سے بیان کریں گے۔ حالانکہ میرے خیال میں انہوں نے نہ تو خود اس معاملے کی تحقیق کی ہے اور نہ کسی محقق سے سن کر بیان کیا ہے۔ بہر حال ان کے بیان کے مطابق بدھ دھرم کے ماننے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ میرو پہاڑ چار دنیاؤں کے درمیان چاروں سمتوں میں واقع ہے۔ اس کا نچلا حصہ مربع اور اوپر کا حصہ گول ہے اور اس کی لمبائی ۸۰٬۰۰۰ یوجن ہے۔ اس کا نصف آسمان کی طرف بلند ہو گیا ہے اور نصف زمین کے اندر سما گیا ہے۔ اس کا جنوبی پہلو جو ہماری دنیا سے ملا ہوا ہے نیلم کا ہے۔ آسمان اسی وجہ سے ہمیں نیلا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے باقی تین اطراف سرخ' زرد اور سفید موتیوں کے ہیں۔ نیز یہ کہ میرو پہاڑ زمین کا مرکز ہے۔

باب ۲۴

سات دوپیوں میں سے ہر ایک کے بارے میں پرانوں کی روایات

متسیا اور وشنو پرانوں میں دوپیوں کا بیان

ہم اپنے قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس بات سے نہ گھبرائیں کہ اس باب میں آنے والے مضامین اور اسماء ان کے لئے نامانوس ہیں اور عربی میں ان سے ملتے جلتے اسماء موجود نہیں ہیں۔ ناموں کے اختلاف کی توجیہہ آسان ہے اس لئے کہ اس اختلاف کا سبب زبانوں کا اختلاف ہے۔ جہاں تک مضامین کے اختلاف کا تعلق ہے تو یہ اس لئے ہے کہ ہم نے ان کو صرف اس لئے بیان کیا ہے کہ ان میں ہمیں کوئی ایسی بات معلوم ہوئی جو مسلمانوں کے لئے بھی قابل قبول ہے یا پھر کسی نظریے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھو کھلے پن کو ظاہر کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔

ا۔جمبودویپ: ہم مرکزی جزیرے کا ذکر اس پہاڑ کے حالات کے ذکر کے ساتھ کر چکے ہیں جو زمین کے وسط میں واقع ہے۔اس جزیرے کا نام جمبودویپ ایک درخت کی وجہ سے رکھا گیا ہے جو اس جزیرے میں ہے اور جس کی شاخیں سو یوجن تک پھیلی ہوئی ہیں۔اس جزیرے کا پورا بیان کسی آئندہ اور باب میں زمین اور اس کے حصوں کے بیان کے موقع پر ہوگا۔اس وقت ہم ان جزیروں کا ذکر کریں گے جو جمبودویپ کے چاروں طرف ہیں۔ان جزیروں کے ناموں بیان کیا ہے جو متسیا پران کی پیروی کریں گے۔

(اس کے بعد چھ جزیروں کا احوال بیان کی ترتیب میں ہم متسیا اور وشنو پرانوں کے مطابق ہے۔ اس کے بعد ان جزیروں سے متعلق بعض مذہبی روایات اور تعجب خیز باتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان جزیروں کے باشندوں کی عمریں تین ہزار سال سے گیارہ ہزار سال تک کی ہوتی ہیں۔ نیچے جو اقتباسات پیش کئے جارہے ہیں ان میں سے ان حصوں کو حذف کر دیا گیا اور جزیروں کے جغرافیائی حالات اور وہاں کے باشندوں کی معاشرتی خصوصیات کو ہی شامل کیا گیا)۔

۲۔شاک دویپ:

اب ہم شاک دویپ کا حال بیان کرتے ہیں۔اس میں سات بڑے بڑے دریا ہیں جن میں سے ایک پاکی میں گنگا کے برابر ہے۔اس میں سات پہاڑ ہیں جو جواہرات سے مزین ہیں۔ان پہاڑوں میں سے بعض پر دیوتا رہتے ہیں اور بعض پر شیاطین آباد ہیں۔ان میں ایک پہاڑ سونے کا ہے جو بہت اونچا ہے۔اس پہاڑ سے اٹھنے والے بادل ہمارے یہاں پانی برساتے ہیں۔ایک پہاڑ میں کل دوائیں ہیں

شاک دویپ کے باشندے نیک اور بڑی عمر کے ہوتے ہیں۔حرص وحسد سے پاک ہونے کی وجہ سے انہیں بادشاہوں کی حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔ان میں بھی چاروں رنگ یعنی ذاتیں ہیں۔ایک ذات کے لوگ دوسری ذات والوں سے نہ ملتے ہیں اور نہ آپس میں شادیاں کرتے ہیں۔ان کی ذاتیں یہ ہیں: آریک' کردر' دومسا (دوامسا) اور بھاون (؟) یہ سب واسودیو کی پوجا کرتے ہیں۔

۳۔کش دویپ:

تیسرا جزیرہ کش دویپ ہے۔اس جزیرے میں جواہرات' میوے' خوشبودار بوٹیوں اور غلے سے بھرے ہوئے سات پہاڑ ہیں۔اس جزیرے میں سات ریاستیں اور بے شمار دریا ہیں جو سمندر تک جاتے ہیں جہاں اندران کو بارش میں بدل دیتا ہے۔اس کے بڑے دریاؤں میں سے ایک جونو (جمنا) ہے جو گناہوں کو دھو دیتا ہے۔یہاں کے باشندے نیک اور گناہوں سے پاک ہیں...... یہ لوگ جنادھن کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوجا کرتے ہیں۔ان کی ذاتوں کے نام دامن' سوشمن' سنیہہ اور مندیہہ ہیں۔

۴۔کرونچ دویپ:

چوتھے جزیرے کرونچ دویپ میں جواہرات کے پہاڑ ہیں۔ یہاں کے دریا گنگا کی شاخیں ہیں۔ یہاں کی ریاستوں میں رہنے والے گورے چٹے نیک اور پاکباز ہیں۔وشنو پران میں ہے کہ وہاں کے سب لوگ مل جل کر ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ان میں کسی قسم کا امتیاز موجود نہیں ہے۔مگر آگے چل کر ان کے طبقات کے نام یہ بتاتے ہیں۔پشکر' پشکل' دھنو اور ترشیہہ (؟) یہ سب جنار دھن کی پرستش کرتے ہیں۔

۵۔شال مل دویپ:

پانچویں جزیرے' شال مل دویپ میں پہاڑ اور دریا ہیں۔ یہاں کے باشندے پاک' طویل العمر اور حلیم ہیں۔ان کو کبھی غصہ نہیں آتا۔یہاں کبھی قحط نہیں پڑتا اور نہ کسی چیز کی کمی آتی ہے۔بھوک لگتے ہی کھانا ان کے سامنے آجاتا ہے۔اس کے لئے انہیں کھیتی یا اور کوئی کام نہیں کرنا پڑتا۔ان کو زمین جائیداد کی طرف کوئی رغبت نہیں اس لئے ان کو بادشاہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ان کے یہاں آب و ہوا ایک سی رہتی ہے اور گرمی اور سردی کی حالت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔اس لئے انہیں سردی یا گرمی سے بچنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ان کے یہاں بارش نہیں ہوتی بلکہ پانی زمین سے نکلتا اور پہاڑوں سے ٹپکتا ہے۔ اس کے بعد کے جزیروں کا بھی یہی حال ہے۔یہ لوگ خوبصورت ہوتے ہیں اور بھگوت کی پرستش کرتے ہیں۔یہ لوگ آگ پر نذریں چڑھاتے ہیں۔ان کی ذاتوں کے نام کپل' ارن' پیت کرشن ہیں۔

۶۔گومیڈا دویپ:

چھٹے جزیرے' گومیڈا دویپ' میں دو بڑے پہاڑ ہیں۔ایک کا نام سمنس ہے اور یہ گہرے سیاہ رنگ کا ہے۔یہ پہاڑ جزیرے کے بڑے حصے کو گھیرے ہوئے ہے۔دوسرا پہاڑ کمودا ہے یہ سنہرے رنگ کا ہے بہت زیادہ اونچا ہے اور اس میں تمام دوائیں موجود ہیں۔اس جزیرے میں دو ریاستیں ہیں۔وشنو پُران کے مطابق یہاں کے باشندے نیک ہیں اور گناہ نہیں کرتے۔یہ لوگ وشنو کی عبادت کرتے ہیں۔ان کی ذاتوں کے نام مرگ' ماگدھ' مانس اور مندگ ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا اتنی صحت بخش اور لطیف ہے کہ جنت کے لوگ ہوا کھانے کے لئے کبھی کبھی یہاں آتے ہیں۔

۷۔پشکر دویپ: ساتویں جزیرے پُشکر دویپ کے جیسا کہ متسیا پُران میں لکھا ہے مشرقی حصے میں چتر سال نامی پہاڑ ہے جس میں رنگ برنگے موتیوں کے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔اس کی اونچائی ۳۴,۰۰۰ یوجن اور اس کا رقبہ ۲۵,۰۰۰ یوجن ہے اس کے مغربی حصے میں مانس پہاڑ ہے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے چاند کی طرح روشن ہے۔اس کی اونچائی ۲۵,۰۰۰ یون ہے۔اس کے مشرق میں دو دریا بستیں ہیں۔ ان کے لئے پانی زمین سے ابلتا اور پہاڑ سے ٹپکتا ہے۔ان کے یہاں بارش نہیں ہوتی اور نہ کوئی دریا بہتا ہے۔ان کے یہاں نہ گرمی پڑتی ہے اور نہ سردی' یہ سب ایک قوم ہیں اور ان میں ذات پات کا امتیاز نہیں ان کے یہاں قحط نہیں پڑتا نہ یہ لوگ بوڑھے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ گویا جنت کی فضا میں رہتے ہیں۔ اس لئے ان کے یہاں نہ نوکری نہ بادشاہت نہ گناہ نہ حسد نہ جھگڑا ہے اور نہ تکرار نہ کھیتی کی مشقت ہے نہ تجارت کی محنت وشنو پُران کے مطابق یہاں کے تمام باشندے برابر ہیں اور کوئی کسی پر اپنی فضیلت نہیں جتلاتا ہے۔اس دیپ میں صرف ایک پہاڑ ہے جس کے نام مانسوتما ہے اور یہ گول شکل کا ہے۔اس پہاڑ کی چوٹی سے تمام دو یپ نظر آتے ہیں کیونکہ اس کی اونچائی ۵۰,۰۰۰ یوجن ہے اور چوڑائی بھی اتنی ہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۵

ہندوستان کے دریا، ان کے سرچشمے اور راستے

یورپ اور ایشیا کے دریا ہمالیہ اور اس کے مشرقی اور مغربی سلسلوں سے نکلتے ہیں

متسیا پُران اور وایو پران میں جمبودویپ میں بہنے والے دریاؤں کا ذکر موجود ہے۔ ان پرانوں کے مطابق یہ دریا ہماونت پہاڑ سے نکلتے ہیں۔ ذیل کی جدول میں ہم نے ان کی گنتی درج کر دی ہے لیکن کسی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا۔ قاری کو یہ بات ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ یہ پہاڑ ہندوستان کی قدرتی سرحد ہیں۔ ہندوستان کے شمال کی جانب برف پوش ہماونت پہاڑ ہے۔ اس کے وسط میں کشمیر ہے۔ ان پہاڑوں کا سلسلہ ترکستان سے مل گیا ہے۔ اس کی ٹھنڈی چوٹیاں آباد دنیا کے کناروں اور میرو پہاڑ تک پھیلی ہوئی ہیں۔ چونکہ اس پہاڑ کا پھیلاؤ طول البلد میں ہے اس لئے جو دریا اس کے شمال کی طرف سے نکلتے ہیں وہ ترکستان، تبت، خزر اور سلو و نیوں کے شمالی سمندر (بالٹک) میں گرتے ہیں اور جو دریا جنوب کی جانب نکلتے ہیں وہ ہندوستان میں بہتے ہوئے اکیلے یا دوسرے دریاؤں کے ساتھ مل کر بڑے سمندر میں گرتے ہیں۔

ہندوستان کے دریا یا تو شمال کے سرد پہاڑوں سے نکلتے ہیں یا مشرق کے پہاڑوں سے یہ دونوں دراصل ایک ہی پہاڑی سلسلے کی کڑیاں ہیں (جو مشرق کی جانب بڑھ کر جنوب کی طرف مڑ گیا ہے) اور بڑے سمندر تک پہنچ گئے ہیں اور رام کے پل کے پاس مندر میں داخل ہو گئے ہیں۔ گرمی اور سردی کے اعتبار سے ان پہاڑوں میں بہت فرق ہے۔ ذیل میں دریاؤں کے نام کی جدول پیش کی جاتی ہے۔

ساتا دریا شتل دار	اراوتی لاہور کے مشرقی جانب	بیاہا لاہور کے مغربی جانب	چندر بھاگ یا چندراہا	بیتا یا جہلم	سندھ یا دے ہند کا دریا
وہو	دے دیکا	سرایو یا سردا	گنگا	جون	سارست ملک سارست میں بہتا ہے
نسچر	کوشکی	بہوداس	وشال	دھتاپ	گومتی
ویدسمرتی	پرناس	تامراران	ورشدوتی	لوہت	گنڈک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ودیشا	چرمن وتی	پار	کاون	چندن	وداسنی
		شاہن	کرتویا	سپراپریا تراسے نکلتا اور اجین سے گزرتا ہے	وینومتی

پنجاب کے دریا

دریائے جہلم کا نام اس کے مغربی کنارے پر واقع شہر جہلم کے نام پر ہے۔ جہلم اور چندراہا دونوں دریا جہراور سے پچاس میل اوپر ایک دوسرے میں مل جاتے ہیں اور ملتان کے پچھم سے گزرتے ہیں۔ دریائے بیاہ ملتان کے مشرق سے گزر کر چندراہا اور بیات میں مل جاتا ہے۔ اسی کو مقامی لوگ ویت کہتے ہیں۔

دریائے گاج جو بھاتل کے پہاڑوں میں نگر کوٹ سے نکلتا ہے دریائے ارواوا میں مل جاتا ہے۔ اس کے بعد یہاں کا پانچواں دریا شتلدر (ستلج) ہے جب یہ پانچوں دریا ملتان کے نیچے ایک مقام پنج ند (یعنی پانچوں دریاؤں کا سنگم) پر مل جاتے ہیں تو ان کا پاٹ بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ سیلاب کے زمانے میں اس کا پاٹ دس فرسخ تک پھیل جاتا ہے اور پانی کی سطح اتنی بلند ہو جاتی ہے کہ درخت اس میں ڈوب جاتے ہیں اور بعد میں جب پانی اترتا ہے تو سیلاب کے پانی کے ساتھ بہہ کر آنے والا کوڑا کرکٹ ان کی شاخوں پر اس طرح رکھا ہوا ملتا ہے جیسے کسی چڑیا کا گھونسلا۔

جب دریائے سندھ اپنے معاون دریاؤں کے ساتھ مل کر سندھ کے شہر ارور سے آگے بڑھتا ہے تو مسلمان اسے دریائے مہران کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ دریا سیدھا بہتا رہتا ہے' اس کا پاٹ چوڑا ہوتا رہتا ہے اور پانی بھی صاف سے صاف تر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ منصورہ تک پہنچ جاتا ہے جو اس کی شاخوں کے درمیان واقع ہے اور دو جگہوں پر سمندر میں گر جاتا ہے۔ ایک شہر لوہارانی کے قریب اور دوسرے سندھ ساگر (یعنی بحر سندھ) کے مقام پر جو کسی قدر مشرق میں کچھ کے صوبے میں واقع ہے۔

دریائے سرتی سومنات سے ایک تیر کے فاصلے پر سمندر میں گرتا ہے۔

ہندوستان کے مختلف دریا

دریائے جون قنوج کے نیچے دریائے گنگا سے مل جاتا ہے۔ قنوج گنگا کے مغربی جانب واقع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ دونوں ملے ہوئے دریا گنگا ساگر کے قریب بڑے سمندر میں گر جاتے ہیں۔ دریائے سرستی اور دریائے گنگا کے دہانوں کے درمیان دریائے نرمدا کا دہانہ ہے۔ نرمدا پورب کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور جنوب مغرب میں بہتا ہوا بھڑوچ کے مقام پر (جو سومناتھ سے ساٹھ یوجن کے فاصلے پر ہے) سمندر میں گر جاتا ہے۔ دریائے گنگا کے پیچھے دریائے رہب اور کاونی بہتے ہیں جو باڑی شہر کے قریب دریائے سرو میں مل جاتے ہیں۔

دریائے گنگا جو وسطی اور اصل ہے گندھرو' گویوں' کمنار' یکشوں' راکشس ودھیا دھر' ارگ (یعنی اپنے سینوں میں رینگنے والے سانپ) کلپا گرام (نیک لوگوں کا گاؤں) کم پروش' کھاسا پہاڑی لوگ کرت' پلندا' میدان کے شکاری' ڈاکوکرو' بھرت' اپنچال' کوشک (؟) متسیا' ماگدھ' برہموترا اور تمالپت میں ہوتی ہوئی بہتی ہے۔ یہ اچھے اور برے لوگ ہیں جن کے علاقوں سے گنگا گزرتی ہے۔ اس کے بعد یہ وندھیا پہاڑ کی گھاٹیوں میں (جہاں ہاتھی رہتے ہیں) داخل ہوتی ہے اور بعد میں جنوبی سمندر میں گر جاتی ہیں۔ گنگا کی مشرقی شاخوں میں سے دریائے ہارونی ان ملکوں میں ہو کر بہتی ہے نشب' اپکان' دھی ور' پرشک' نیلا کھ' کیکر' اشترا کرن (وہ لوگ' جن کے ہونٹ کانوں کی طرح گھومے ہوئے ہوتے ہیں) کرت' کلی' ور' ویورن (وہ لوگ جو بے انتہا کالے ہیں اور اس وجہ سے بے رنگ کہلاتے ہیں) کوشی کن اور سورگ بھوم (جنت کا نمونہ) کے علاقوں سے گزرنے کے بعد یہ مشرقی سمندر میں گر جاتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۶

ہندو منجموں کے خیال کے مطابق زمین اور آسمان کی شکل

قرآن تمام تحقیق کی واضح اور صحیح بنیاد ہے

ان مسائل کے بارے میں جس طرح ہندوؤں نے سوچا اور سمجھا ہے وہ ہم مسلمانوں کے مسلک کے برعکس ہے۔ ان مسائل کے بارے میں اور ایسے دوسرے مسائل کے بارے میں جن کا جاننا انسان کے لئے ضروری ہے۔ قرآن کی جو آیات ہیں وہ ایسی نہیں ہیں جن سے ان حقائق کا استنباط کرنے کے لئے ان کی دوراز کار تاویل کرنا پڑے' یہی حالت ان صحیفوں کی بھی ہے جو قرآن سے پہلے نازل ہوئے۔ ان امور کے بارے میں جنہیں جاننا انسان کے لئے ضروری ہے قرآن کی آیات نہ صرف واضح اور ابہام سے پاک ہیں بلکہ دوسرے مذہبی صحیفوں سے مکمل طور پر ہم آہنگ بھی ہیں۔

ہندو اپنے نجومیوں کا بہت احترام کرتے ہیں

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں اور روایات کے مجموعوں یعنی پرانوں میں دنیا کی شکل وصورت کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اسے ہندو منجمین حقیقت کے برعکس جانتے ہیں لیکن ہندو اپنی مذہبی رسوم ان کتابوں کے مطابق انجام دیتے ہیں اور ان کتابوں کے اثر سے ہندو عوام میں ستاروں کی چال اور ان کا نسانی تقدیر پر اثر معلوم کرنے اور مستقبل کے بارے میں فال لینے کا رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انہیں نجومیوں سے بڑی عقیدت ہے اور وہ نجومیوں کو نہایت نیک اور ان سے ملنے کو اپنے لئے بابرکت جانتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ نجومی سب کے سب جنتی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

نجومی عوامی عقیدوں کی رعایت رکھتے ہیں

نجومی عوام کے خیالات سے اتفاق ظاہر کرتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں بیشتر حقیقت کے منافی ہیں نیز یہ کہ عوام کے ان خیالات کو مذہبی رنگ میں پیش کرتے اور اس طرح عوام کی روحانی حاجت پوری کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عام نظریات اور علمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریات خلط ملط ہو گئے ہیں اور منجمین کے نظریات میں الجھاؤ اور ابہام پیدا ہو گیا' خصوصاً ان لوگوں کے نظریات میں جو تحقیق کے بغیر اصول کو روایات سے اخذ کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔

زمین کے گول ہونے' میرو پہاڑ اور واد وکھ کے متعلق نجومیوں کے خیالات

اب ہم موضوع زیر بحث' یعنی آسمان اور زمین کی شکل وصورت کے بارے میں ہندو نجومیوں کے نظریات بیان کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں آسمان اور کل دنیا گول ہے زمین کی شکل کروی...... ہے۔ اس کا شمالی نصف حصہ خشکی ہے اور جنوبی نصف پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ زمین کا محیط ہندوؤں کے خیال میں اس سے زیادہ جتنا یونانیوں کے نزدیک ہے یا جو حالیہ مشاہدات سے معلوم ہوا ہے۔ ان کے بعد لوگوں نے البتہ زمین کے حدود کا حساب لگانے میں روایتی سمندروں اور دو پیوں کے فرضی حدود' جو ہزاروں یوجن کے تھے کو شمار نہیں کیا ہے لیکن ان باتوں میں جن سے ان کے فن میں خلل نہیں پڑتا دینی عالموں کی پیروی کرتے ہیں مثلاً میرو پہاڑ کا قطب شمالی کے نیچے ہونا یا واد وکھ جزیرے کا قطب جنوبی کے نیچے ہونا۔ میرو پہاڑ وہاں ہو یا نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے باوجود کو آسیائی گردش کی تاویل کے لئے اسے بطور محور فرض کر لیا گیا ہے۔ اس کی ضرورت اس نظریہ کی تاویل کے لئے بھی پڑی کہ زمین کے ہر نقطے کے بالمقابل آسمان پر بھی ایک نقطہ موجود ہے۔ اسی طرح جنوبی جزیرے واد وکھ کا وجود بھی فن ہیئت کے لئے بے ضرر ہے۔ یہ ممکن بلکہ ضروری ہے کہ زمین کے چاروں حصوں میں سے دو حصے مسلسل خشکی کے ہیں اور دو حصے پانی یا سمندر کے نیچے ڈوبے ہوئے ہیں (اور حقیقت میں قطب جنوبی کے نیچے اس قسم کا کوئی جزیرہ موجود نہیں ہے)۔ زمین کی اس ہیئت کو ایسے فرض کرنا زمین کی کشش کے اصول کے پیش نظر ضروری ہے کیونکہ ان کے نظریے کے مطابق زمین کائنات کے وسط میں ہے اور تمام چیزیں زمین کی طرف کھینچتی ہیں۔ غالباً کشش کے اسی قانون کے پیش نظر انہوں نے آسمان کو بھی کروی شکل کا سمجھ لیا ہے۔

(اس کے بعد پلس کے سدھانت اور برہم گپتا کے برہما سدھانت کے اقتباسات پیش کئے ہیں آریہ بھٹ وسشتھا اور لاٹ کے بھی حوالے دیئے ہیں)۔

زمین کے گول ہونے' شمالی اور جنوبی نصف کروں میں کشش کا توازن اور کشش کے اثرات کی توجیہات

آسمان' زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان کا کروی ہونا' زمین کا وسط کائنات میں ہونے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز دکھائی دینے والے آسمانی حصے کے مقابلے میں زمین کا بہت چھوٹا ہونا ان امور کے بارے میں ہندو علمائے نجوم کے اقوال بیان ہوئے ہیں۔ یہ خیالات علم ہیئت کے ابتدائی اصول کے طور پر المجسطی اور دوسری کتابوں کے پہلے باب میں بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ہندوؤں کے ان اقوال میں وہ قطعیت اور علمی انداز نہیں ہے جس طرح ہم لوگوں کے یہاں پایا جاتا ہے)۔

*(آگے کی عبارت غائب ہے)

زمین پانی سے بھاری ہے اور پانی ہوا کی طرح سیال ہے۔ زمین کا کروی ہونا ایک طبعی ضرورت ہے اور جب تک خدا اس کی شکل کو نہ بدلنا چاہے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ زمین کا شمال کی طرف اور پانی کا جنوب کی طرف اس طرح ہٹ جانا کہ پورا ایک نصف خشکی اور دوسری نصف پانی یا سمندر ہو جائے ممکن نہیں ہے یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم زمین کے خشک حصے کو کھوکھلا فرض کر لیں۔

ہم کو استقرا سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کے مطابق شمالی دو ربعوں میں سے ایک ربع خشکی ہے اور یہی حال جنوبی حصے کا بھی ہے۔ جزیرہ دادو مکھ کے وجود کا امکان ہے لیکن اس کے ثبوت میں ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس جزیرے اور میرو پہاڑ کے بارے میں ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ روایات پر مبنی ہے۔ زمین کے جس ربع کا حال ہمیں معلوم ہے اس کے اور سمندر کے درمیان خط استوا کو حد فاصل نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ بعض جگہوں پر خشکی سمندر میں داخل ہو کر دور تک چلی گئی ہے اور خط استوا سے آگے نکل گئی ہے جیسے مغرب میں حبشیوں کے میدان جو جنوب میں جبال قمر اور دریائے نیل کے سرچشموں سے آگے تک سمندر میں چلے گئے ہیں۔ یہاں کا حال ہمیں ٹھیک سے نہیں معلوم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حصہ ناقابل گزر ریگستان ہے اور سفالۂ زنج سے آگے کا سمندر بھی کشتی رانی کے قابل نہیں ہے۔ اگر کسی نے اپنی کشتی کو آگے بڑھایا تو وہ وہاں سے واپس نہیں آیا کہ یہ خبر دیتا کہ اس نے کیا دیکھا تھا۔

اسی طرح صوبہ سندھ کے اوپر ہندوستان کا ایک بڑا حصہ اتنا آگے تک سمندر میں چلا گیا ہے کہ شاید خط استوا سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان عرب اور یمن ہیں لیکن یہ اس حد تک سمندر میں داخل نہیں ہیں کہ خط استوا سے آگے نکل گئے ہوں۔

پھر جس طرح خشکی سمندر میں داخل ہے اسی طرح سمندر بھی خشکی میں در آیا ہے جس سے کھاڑیاں اور خلیجیں بن گئی ہیں۔ مثلاً سمندر کی ایک شاخ عرب کے مغرب میں تقریباً وسط شام تک چلی گئی ہے اور قلزم کے قریب بہت تنگ ہے اور اسی لئے اس کو بحیرۂ قلزم کہتے ہیں۔ عرب کے مشرقی جانب کی اس سے بھی بڑی شاخ خشکی میں در آئی ہے اور خلیج فارس کے نام سے مشہور ہندوستان اور چین کے درمیان سمندر شمال کی طرف ایک بڑے موڑ کی صورت میں گھوما ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان ملکوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساحل نہ تو ہر جگہ خط استوا کے متوازی اور نہ ہر جگہ اس سے مساوی فاصلے پر ہے۔

(آگے کی عبارت مٹ گئی ہے)

چاروں شہروں کا بیان اپنی اپنی جگہ پر آگے چل کر کیا جائے گا۔ مختلف مقامات پر وقت کا اختلاف، جس کا ذکر کیا گیا، زمین کے گول ہونے اور کائنات کے وسط میں ہونے کی وجہ سے ہے۔ ان لوگوں نے زمین کے ساتھ اس پر رہنے والوں کا بھی ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ شہروں کا تصور اس کے مکینوں کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام بھاری چیزیں اپنے مرکز یعنی کائنات کے وسط کی طرف کھینچتی ہیں اور یہی وسط زمین ہے۔

اس سے ملتا جلتا وایو پران کا یہ بیان ہے کہ جب امراوتی میں دوپہر ہوتی ہے اس وقت دے وسوت میں سورج نکلنے کا وقت ہوتا ہے، شکھا میں آدھی رات اور روبھا میں سورج ڈوبنے کا وقت ہوتا ہے۔

زمین کی کشش کے متعلق برہم گپتا اور ورہ میر کے بیانات

ہندوؤں نے نشیب کی تعریف وہی کی ہے جو ہمارے یہاں ہے یعنی یہ عالم کا وسط ہے لیکن ان کے بیانات کا انداز ہم سے مختلف ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس پر ان کے بڑے علماء ہیئت نے اظہار خیال کیا ہے۔

برہم گپتا کا بیان ہے کہ "علماء نے یہ فیصلہ صادر کیا ہے کہ کرۂ زمین آسمان کے وسط میں ہے اور میرو پہاڑ دیووں (فرشتوں) کا مسکن ہے جب کہ اس کے نیچے وادومکھ میں ان کے مخالفین دیتیہ اور دانو رہتے ہیں لیکن یہ نیچائی ان کے خیال میں محض اضافی ہے۔ اگر اس سے صرف نظر کر لیا جائے تو زمین ہر طرف سے ایک سی ہے۔ زمین پر سب لوگ سیدھے کھڑے ہوتے ہیں اور بھاری چیز، قانون قدرت کے مطابق، زمین پر گرتی ہے۔ زمین کی فطرت میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ چیزوں کو کھینچے اور تھامے رہے جس طرح پانی کی فطرت میں یہ ہے کہ وہ بہتا رہے یا جس طرح آگ کی فطرت جلانا اور ہوا کی فطرت حرکت دینا ہے۔ اگر کوئی چیز زمین سے بھی نیچے جانا چاہے تو جانے دو۔ زمین ہی واحد نیچی چیز ہے اور بیج چاہے کسی طرف پھینکا جائے زمین پر ہی گرتا ہے اور زمین سے اوپر نہیں اٹھتا۔"

ورہ میر کہتا ہے "پہاڑ، سمندر، دریا، پیڑ، شہر، انسان اور فرشتے سب کرۂ زمین کے گرد ہیں اور اگر یم کوٹی اور روم ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایک دوسرے کے مقابلے میں نیچا ہے کیونکہ نیچے کا کوئی وجود نہیں ہے۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ فلاں جگہ نیچے ہے جبکہ اس جگہ کی حالت بالکل ویسی ہی ہے جیسی زمین کی دوسری جگہوں کی اور اگر ایک جگہ نیچے گرتی ہے تو دوسری جگہ کے گرنے کا بھی اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدر امکان ہے کیونکہ زمین ہر اس چیز کو کھینچتی ہے جو اس پر ہے اور زمین ہر طرف سے نیچی اور آسمان ہر طرف سے اونچا ہے۔

(اس کے بعد انسانی نگاہ کی حد کے بارے میں بل بھدر کے بیان پر تنقید کی ہے۔ زمین کے محور کے بارے میں پولس کے نظریات پر بھی تنقیدی نگاہ ڈالی ہے)۔

باب ۲۷

ہندو منجمین اور پران کے مصنفین کے مطابق کائنات کی دو اوّلین حرکتیں

(ان میں سے ایک حرکت قدیم منجموں کے خیال میں مشرق سے مغرب کی طرف تھی)

اس مسئلہ میں ہندو منجمین کی رائے تقریباً وہی ہے جو ہم لوگوں کی۔ ہم ان کے اقتباسات یہاں پیش کریں گے لیکن ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے جو اقوال ملے ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں۔

(اس کے بعد پلس، برہم گپتا اور بل بھدر کے اقوال پیش کئے ہیں)۔

اس موضوع پر ہندوستان کی کتابوں میں مجھے اتنا ہی ملا ہے۔

اس نظریہ پر کہ ہوا فلک کو حرکت دیتی ہے' مصنف کی تنقید

ہوا کو ان لوگوں نے حرکت کا سبب (سپر) غالباً اس لئے کہا ہے کہ اس سے لوگوں کو اس موضوع کے سمجھنے میں آسانی ہو اور اس کا مطالعہ سہل ہو جائے۔ کیونکہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جب پنکھ والے آلات اور کھلونوں کو ہوا لگتی ہے تو ان میں حرکت پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن جب یہ لوگ محرک اول (خدا) کا ذکر چھیڑتے ہیں تو اس کا موازنہ طبعی ہوا سے نہیں کرتے۔ اس لئے کہ طبعی ہوا میں مختلف اسباب سے فرق ہوتا رہتا ہے اور اگر چہ ہوائے طبعی چیزوں میں حرکت پیدا کرتی ہے لیکن حرکت پیدا کرنا اس کا جوہر نہیں ہے۔ پھر یہ (ہوا) اس وقت تک کسی چیز میں حرکت نہیں پیدا کر سکتی جب تک کہ اس چیز سے مس نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہوا خود ایک جسم ہے اور بیرونی اثرات وذرائع سے اثر پذیر ہوتی ہے اور اس کی اپنی حرکت ان اثرات وذرائع کی قوت کے مطابق ہوتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا یہ کہنا کہ ہوا کبھی ٹھہرتی نہیں، یہ بتاتا ہے کہ ہوا مسلسل حرکت میں رہتی ہے۔ اس سے وہ سکون اور حرکت مراد نہیں جو جسموں کے لئے مخصوص ہیں۔ اسی طرح جب وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے چلنے میں سستی یا ڈھیل نہیں آتی تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہر قسم کے حوادث سے مامون ہے کیونکہ ڈھیل اور کمزوری صرف ان اجسام میں ہوتی ہے جو متضاد خواص رکھنے والے عناصر سے بنے ہیں۔

قطب فلک کی حفاظت کرتے ہیں

ان کا یہ کہنا کہ قطبین فلک ثوابت کو تھامے ہوئے ہیں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ اس کی گردش کو قائم رکھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اسے گرنے سے محفوظ رکھتے ہیں۔ (البیرونی نے بل بھدر اور برہم گپتا کے نظریات پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل امور پر پرانوں کے اقوال کا بھی جائزہ لیا ہے۔

(۱) ثوابت (۲) زمانے کی اضافی نوعیت (۳) زمین کے مختلف مقامات سے نظر آنے والی فلکی گردش کی سمت)۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۸

دس سمتیں

فضا میں اجسام کا پھیلاؤ تین اطراف میں ہوتا ہے یعنی لمبائی میں، چوڑائی اور گہرایا اونچائی میں۔ ان سمتوں کا جو حقیقت میں موجود ہیں اور محض خیالی نہیں پھیلاؤ ایک حد پر ختم ہو جاتا ہے اس لئے ان تینوں سمتوں کے خطوط کی بھی حدیں ہیں اور ان خطوط کے کنارے ہی جو تعداد میں چھ ہیں، سمتیں ہیں۔ اگر یہ فرض کرلیں کہ ان خطوط کے وسط یعنی وہ نقطہ جہاں سے خطوط آپس میں ملتے ہیں کوئی جانور کھڑا ہے جس کا منہ کسی ایک سمت میں ہے تو سمتیں یہ ہوں گی: آگے، پیچھے، دائیں، بائیں اوپر اور نیچے۔

جب ان اطراف کو دنیا کے سیاق میں استعمال کرتے ہیں تو ان کے نام دوسرے ہو جاتے ہیں۔

چونکہ اجسام فلکی کا طلوع وغروب افق میں ہوتا ہے اور پہلی حرکت افق سے ہی ظاہر ہوتی ہے اس لئے سمتوں کا تعین کرنے کے لئے افق ہی مناسب نقطہ ہے۔ چار سمتیں یعنی پورب، پچھم، اتر اور دکھن (یعنی آگے، پیچھے، بائیں اور دائیں) مشہور ہیں لیکن ہر دو سمتوں کے درمیان کی سمتیں مشہور نہیں ہیں۔ یہ سب مل کر آٹھ سمتیں ہوتی ہیں اور اگر ان میں اوپر اور نیچے کو بھی شامل کریں تو سمتوں کی تعداد دس ہو جاتی ہے جس کی مزید تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں۔

ہندوؤں نے جہتوں کے تعین میں ہوا کے چلنے کا لحاظ نہیں رکھا ہے۔ ان کے ہاں چار اصل سمتیں اور ان کے درمیان کی چار ثانوی سمتیں کل آٹھ سمتیں معین ہیں جو ذیل کے نقشے میں درج کی جاتی ہیں۔

جنوب مشرق		جنوب		جنوب مغرب
	اگنیہ	دکشن	نیرت	
مشرق	پورو	مدھیہ دیس (یعنی وسطی ملک)	پچھم	مغرب
	ایسن	اُتر	وایو	
شمال مشرق		شمال		شمال مغرب

ان کے علاوہ دو قطبوں کی سمتیں ہیں اوپر اور نیچے، اول الذکر کو اوپر اور آخر الذکر کو ادھس یا تال کہتے ہیں۔

ہندو جب بھی کسی چیز کا ذکر کرتے ہیں چاہے وہ عقلی ہو یا خیالی تو اسے متشخص شکل میں پیش کرتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فوراً اس کی شادی کر دیتے ہیں اور اس کے لئے مجامعت اور قیام حمل کا انتظام کر دیتے اور اولاد پیدا کر دیتے ہیں چنانچہ وشنودھرم میں ہے کہ "اتری نے" جو بنات النعش پر راج کرتا ہے' سمتوں سے' جو آٹھ ہونے کے باوجود ایک ہی ہستی ہیں' شادی کرلی اور اس سے چاند پیدا ہوا۔"

اپنے دستور کے مطابق ہندوؤں نے آٹھوں سمتوں کے حاکم بھی مقرر کر دیئے ہیں جنہیں ہم ذیل کے نقشے میں درج کرتے ہیں۔

سمتیں	ان کے حاکم	سمتیں	ان کے حاکم
مغرب	ورُن	مشرق	اندر
شمال مغرب	وایو	جنوب مشرق	اگنی
شمال	کرو	جنوب مشرق	یم
شمال مشرق	مہادیو	جنوب مغرب	پرتھو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۹

ہندوؤں کے مطابق آباد زمین کی تعریف

آبادی کے بارے میں رشی بھووناکوش کا قول

ہ نے رشی بھووناکوش کی کتاب میں پڑھنا ہے کہ آباد دنیا ہماونت سے جنوب کی طرف پھیلی ہوئی ہے اوراس کا نام بھارت ورش ہے۔ یہ نام بھارت نامی شخص کے نام پر پڑا ہے جوان پر حکومت کرتا اوران کی کفالت کرتا تھا۔ اسی آباد حصے کے رہنے والوں کو آخرت میں عذاب اور ثواب ملے گا۔ یہ آبادی نو حصوں میں منقسم ہے جنہیں ابتدائی نو حصے یا نوکھنڈ پرتھم کہتے ہیں۔ ہر دو کھنڈوں کے درمیان سمندر ہے جسے پار کر کے ایک کھنڈ سے دوسرے کھنڈ کو جاتے ہیں۔ آباد دنیا کی شمال سے جنوب کی طرف چوڑائی ایک ہزار یوجن ہے۔

ہماونت کے مصنف کی مراد شمالی پہاڑ ہیں جہاں سردی کی وجہ سے آبادی نہیں ہے۔ چنانچہ تمام آبادی ان پہاڑوں کے جنوب میں ہی ہے۔

یہاں کے باشندوں کے متعلق اس کا یہ کہنا کہ آخرت میں سزا اور جزا صرف انہیں کے لئے ہے' یہ ظاہر کرتا ہے کہ دوسرے لوگ حساب کتاب سے مبرّا ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ لوگ انسانیت کے مرتبے سے بلند ہو کر فرشتے بن چکے ہیں اور پاک عناصر سے بنے ہوئے اور خدا کی نافرمانی نہ کرنے کے سبب مواخذہ سے بری ہوگئے ہیں یا پھر انسانیت کے درجے سے گر کر بے عقل جانوروں کے زُمرے میں آگئے ہیں۔ مصنف کے خیال میں اس آباد حصے یعنی بھارت ورش سے باہر انسان موجود نہیں ہیں۔

بھارت ورش' صرف ہندوستان کی سرزمین نہیں ہے جیسا کہ ہندو سمجھتے ہیں کہ دنیا فقط ہندوستان ہے اور فقط ہندو ہی انسان ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے درمیان میں کوئی سمندر نہیں ہے جس سے کہ اس کا ایک کھنڈ دوسرے سے الگ ہوتا پھر ان کھنڈوں سے دویپ بھی مراد نہیں لئے جاسکتے کیونکہ ایک کھنڈ کے ساحل سے دوسرے کھنڈ کے ساحل تک سمندر کو پار کر کے ہی پہنچا جاسکتا ہے۔ منصف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہندو اور دنیا کے دوسرے باشندے' سب آخرت میں سزا اور جزا پائیں گے۔ نیز یہ کہ یہ سب ایک ہی عظیم مذہبی فرقے میں شامل ہیں۔ آبادی کے نوکھنڈوں کو پرتھم اس لئے کہا جاتا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کو بھی نو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس حساب سے دنیا کی تقسیم پہلی اور ہندوستان کی تقسیم ثانوی قرار پاتی ہے۔ ان کے نجومیوں نے ایک تیسری تقسیم بھی کی ہے یعنی ہر ملک کو اس کی مبارک اور منحوس جگہوں کے اعتبار سے نو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پھروایو پُران میں ایسے شہر اور ملکوں کے نام ہیں جو ہر سمت میں واقع ہیں۔ ہم ان کو نقشے میں درج کرتے ہیں۔ کیونکہ نقشے سے اس بات کو زیادہ آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

		جنوب		
	تامرون ——— ناگ دویپ			
		لھبستمت		
مشرق	کیشرومت	اندردویپ یا مدھیہ دیش یعنی وسطی ملک	سومیہ	مغرب
	ناگرسمورت ——— گندھرو			
		شمال		

کرماچکر کی شکل

اس سے پہلے ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ زمین کا آباد حصہ کچھوے کی شکل کا ہے کیونکہ اس کے کنارے گول ہیں اور پانی سے باہر ہیں۔ یہ پانی سے گھرا ہوا ہے اور اس کی سطح کروی Globular اور محدب Sumanas ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہندو منجموں نے سمتوں کا تعین چاند کی منزلوں کے مطابق کیا ہو اور اس کے نتیجے میں ملک کی تقسیم بھی چاند کی منزلوں کے مطابق ہو۔ ان کی جو شکل بنتی ہے وہ کچھوے سے مشابہت رکھتی ہے اور اسی لئے اسے کرماچکر کہا جاتا ہے۔ یعنی کچھوے کا دائرہ یا کچھوے کی شکل۔

ورہ میر کے مطابق بھارت ورش کی تقسیم

ورہ میر نے نو کھنڈوں میں سے ہر ایک کو ورگ کہا ہے۔ وہ کہتا ہے 'ورگوں کے حساب سے بھارت ورش یعنی آدھی دنیا' کے نو حصے ہیں۔ پہلا حصہ وسطی' دوسرا مشرقی وغیرہ وغیرہ پھر وہ جنوب کی طرف چلتا ہوا پورا افق کا دورہ کرلیتا ہے۔ بھارت ورش سے اس کی مراد صرف ہندوستان ہے۔ اس کا پتہ اس کے یہ کہنے سے چلتا ہے کہ ہر ورگ میں ایک علاقہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب وہاں کوئی نحوست آتی ہے تو وہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بادشاہ کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ہندوستان کے نو ورگ یہ ہیں۔

پہلے ورگ میں	پنچال کا علاقہ ہے
دوسرے ورگ میں	مگدھ کا علاقہ ہے
تیسرے ورگ میں	کلنگا کا علاقہ ہے
چوتھے ورگ میں	اونتی یعنی اجین
پانچویں ورگ میں	اننت ہے
چھٹے ورگ میں	سندھ اور سوویر ہیں
ساتویں ورگ میں	ہراُھورا ہے
آٹھویں ورگ میں	مدورا
نویں ورگ میں	کولندا

یہ سب علاقے ہندوستان میں ہیں۔

جغرافیائی ناموں میں ردوبدل

شہروں کے ناموں کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر شہر اپنے اصل ناموں سے نہیں جانے جاتے' اپالا کشمیر نے اپنی کتاب ''سمہت'' میں اس صورت حال پر یوں تبصرہ کیا ہے۔ ''شہروں کے نام بدلتے رہتے ہیں خاص طور پر یگوں میں۔ مثلاً ملتان کا پورا نام کشیپ پور تھا پھر ہمس پور ہوا پھر باگ پور' پھر سمبھا پور' پھر مول استھان یعنی اصل جگہ کیوں کہ مول کے معنی اصل یا جڑ ہیں اور استھان جگہ کو کہتے ہیں۔ یگ تو ایک طرف مدت ہے لیکن نام اس وقت بھی بدل جاتے ہیں جب کوئی دوسری زبان بولنے والی بیرونی قوم ان شہروں پر قبضہ کر لیتی ہے۔ ان بدیسیوں کو ان ناموں کا صحیح تلفظ ادا کرنے میں سخت دشواری ہوتی ہے اس لئے وہ ان ناموں کو اپنی زبان میں بدل لیتے ہیں جیسا کہ یونانیوں کا دستور ہے۔ کبھی ان ناموں کے مفہوم کو اپنی زبان میں ترجمہ کر لیتے ہیں' اس سے بھی نام بدل جاتے ہیں جیسے تاش قند سے شاش 'تاش قند ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پتھر کا گاؤں ہیں۔ جغرافیے کی کتاب میں اس شہر کا نام برج الحجارہ درج ہے جو ''پتھر کا گاؤں'' کا عربی ترجمہ ہے۔ نام اسی طرح تبدیل ہوتے ہیں یعنی یا تو اصل نام کا دوسری زبان میں ترجمہ ہونے کی وجہ سے یا ان کا تلفظ بدل دینے سے جیسے عرب بیرونی ناموں کو معرب کر لیتے ہیں کیونکہ وہ اس کے اصل تلفظ کو ادا نہیں کر سکتے۔ لفظ ''بوشنگ'' ان کی کتابوں میں ''فورسانی اور سکل کنڈ'' فارفز ہو گیا ہے لیکن سب سے حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض دفعہ اسی زبان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بولنے والے اور اسی قوم سے تعلق رکھنے والے بعض الفاظ کو مروڑ کر ایسا نامانوس بنا دیتے ہیں کہ اس سے عجیب عجیب الفاظ پیدا ہو جاتے ہیں اور ایسا کرنے میں کسی ضابطے یا قاعدے کی پابندی بھی نہیں کرتے اور اس قسم کی تبدیلیاں ہر تھوڑے عرصے کے بعد بغیر کسی جائز سبب کے ہوتی رہتی ہیں۔ ہندوؤں میں ان تبدیلیوں اور اضافوں کی وجہ زبان کی وسعت کی طرف ان کا میلان ہے۔ وہ ناموں کی کثرت کو پسند کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

شہروں کے درج ذیل نام جو ہم نے وایوپُران سے لئے ہیں صرف چار سمتوں کے اعتبار سے مذکور ہیں لیکن سہلت میں ان کو آٹھ سمتوں کے اعتبار سے لکھا گیا ہے۔ یہ نام اب رائج نہیں ہیں' جیسا کہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں۔

(اس کے بعد ان شہروں اور علاقوں کے ناموں کی فہرست درج کی ہے)۔

روم' یم کوٹی اور سدھ پور: ہندو منجمین نے آبادی کی حدود کا تعین لنکا کو مرکز مان کر کیا ہے جو خط استوا پر وسط میں واقع ہے۔ یم کوٹی اس کے مشرق میں' رومک مغرب میں اور سدھ پور لنکا کے عین مقابل خط استوا پر واقع ہے۔ اجسام فلکی کے طلوع و غروب کے متعلق ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یم کوٹی اور روم کے درمیان کا فاصلہ نصف دائرہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مغربی علاقے (شمالی افریقہ) کو روم (سلطنت روم) کا علاقہ سمجھ لیا ہے جس کی وجہ شاید یہ ہے کہ دونوں (روم اور بازنطینیوں کا ملک) کے ساحل آمنے سامنے ہیں ورنہ رومی مملکت شمال میں دور تک چلی گئی ہے۔ اس کا کوئی حصہ جنوب کی طرف واقع نہیں۔ نہ کوئی علاقہ خط استوا سے ملا ہوا ہے جیسا کہ ہندوؤں نے سمجھ لیا ہے۔

یہاں ہم لنکا کے بارے میں مزید کچھ نہ کہیں گے کیونکہ اس کا بیان ہم نے ایک علیحدہ باب میں کیا ہے۔ یعقوب اور فزاری کے مطابق یم کوٹی اس ملک میں ہے جس میں تارا نامی شہر ہے اور جو سمندر میں ہے۔ ہندوؤں کی کتابوں میں یہ نام کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ کوٹ کے معنی ہیں قلعہ اور یم' ملک الموت کو کہتے ہیں۔ اس نام کو سن کر کانگ دیز کی یاد آتی ہے جسے ایرانیوں کے مطابق' کیکاؤس یا جم نے مشرق بعید میں سمندر سے دور تعمیر کیا تھا، خسروؑ افراسیاب ترکی کے تعاقب میں سمندر کو عبور کر کے وہاں گیا تھا، پھر جب اس نے دنیا کو ترک کیا تو دوبارہ کانگ دیز چلا گیا۔ فارسی زبان میں دیز قلعے کو کہتے ہیں اور ہندی لفظ کوٹی کے بھی یہی معنی ہے۔ ابو معشر بلخی نے اپنی زیچ میں کانگ دیز کو ہی طول البلد کا صفر مانا ہے۔

اجین کا دائرہ ہی اول دائرہ نصف النہار ہے

مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ہندوؤں نے سدھ پور کے وجود کو کیوں فرض کر لیا ہے۔ ان کے منجموں کا عام طور پر یہ نظریہ ہے کہ آبادی کا طول البلد نصف دائرہ ہے۔ اس امر میں مغربی منجمین سے ان کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف صرف نقطۂ آغاز کے بارے میں ہے۔ جہاں تک ہم نے سمجھا ہے' ہندو' طول البلد کا نقطۂ آغاز اجین کو مانتے ہیں۔ اجین کو آباد دنیا کے ایک چوتھائی کا مشرقی سرا' کہتے ہیں۔ اس چوتھائی حصے کا دوسرا کنارہ' ہندوؤں کے مطابق' مہذب دنیا کی سرحد سے کچھ فاصلے پر مغرب میں ہے۔ اس مسئلہ کو ہم زیادہ وضاحت سے اس باب میں بیان کریں گے جس میں ہم نے دو مقامات کے طول البلد کے اختلاف کو بیان کیا ہے۔ مغربی علمائے ہیئت نے اس معاملے میں دوہرا طریق کار اپنا رکھا ہے۔ ان میں سے بعض طول البلد کا نقطۂ آغاز بحر اوقیانوس کے ساحل کو قرار دیتے ہیں لیکن اس طریق کار میں خرابی یہ ہے کہ بعض ایسی اشیاء کو باہم خلط ملط کر دیا گیا ہے جن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ اسی طریق کار کے زیر اثر شاپور کنا ور اجین کو ایک ہی دائرہ نصف النہار پر دکھایا گیا ہے۔ دوسرے لوگ جزیرہ مسرت کو طول البلد کا نقطۂ آغاز مانتے ہیں لیکن یہ دونوں طریق کار ہندوؤں کے نظریات سے مختلف ہیں......

اگر اللہ نے عمر میں برکت دی تو میں نیشاپور کے طول البلد کے بارے میں ایک رسالہ تالیف کروں گا جس میں اس موضوع پر پوری تحقیق کے بعد سیر حاصل بحث کی جائے گی۔

باب ۳۰

لنکا یعنی زمین کا گنبد

"زمین کا گنبد" سے کیا مراد ہے

آباد دنیا کا وسطی مقام جو خط استوا پر واقع ہے اور جہاں سے آبادی طول میں شرقاً غرباً دو حصوں میں بٹ جاتی ہے' مسلمان منجموں میں زمین کا گنبد مشہور ہے اور دائرہ عظمیٰ جو قطب سے گزرتا ہوا خط استوا کے اس نقطے سے بھی گزرتا ہے قبے کا نصف النہار کہلاتا ہے۔ یہاں پر ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ زمین کی طبعی حالت جیسی بھی ہو زمین کی دوسری جگہوں کے مقابلے میں اس کو قبۂ ارض کہلانے کا استحقاق صرف اتنا ہے کہ اس لفظ سے جو بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے صرف یہ بتا دینا مقصود ہے کہ اس جگہ سے آباد دنیا کے مشرقی کنارے اور مغربی کنارے کا فاصلہ مساوی ہے جس طرح کسی گنبد کی چوٹی سے اس کے نیچے کی تمام چیزوں کا طول یکساں ہوتا ہے۔ ہندو اس جگہ کے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کرتے جس کے معنی ہماری زبان میں گنبد یا قبہ کے ہوں۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ لنکا آباد دنیا کے دونوں کناروں کے وسط میں واقع ہے اور اس میں کوئی عرض نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رام کی کہانی

دسرتھ کے بیٹے رام کی بیوی کو بھگا لانے کے بعد شیطان راون اس جگہ قلعہ بند ہو گیا تھا، اس کے پیچ دار قلعے کا نام شکست مرد (؟) ہے۔ مسلمانوں میں اس کا نام یاون کوٹی مشہور ہے اور اسے عام طور پر روم کہا جاتا رہا ہے۔ رام نے سو یوجن لمبے بند پر سے جس کا نام ستیو بندھ ہے اور جسے ایک پہاڑ سے سمندر کو پاٹ کر بنایا تھا' سمندر پار کر کے راون پر حملہ کیا۔ یہ بند جسے سمندر کا پل کہا جاتا ہے لنکا کے مشرق میں ہے۔ راون سے جنگ کر کے رام نے اسے مار ڈالا۔ رام کے بھائی نے راون کے بھائی کو مار دیا جس کی تفصیل رام اور رامائن کے حصے میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد رام نے تیر مار کر بند کو دس جگہ سے کاٹ دیا۔

جزیرۂ لنکا

ہندوؤں کے خیال میں لنکا شیاطین کا قلعہ ہے۔ یہ زمین سے ۳۰ یوجن یا ۸۰ فرسخ اونچا ہے۔ مشرق سے مغرب کی طرف اس کی لمبائی ۱۰۰ یوجن ہے' شمال سے جنوب تک اس کی چوڑائی اس کی بلندی کے برابر یعنی ۳۰ یوجن ہے۔

لنکا اور وادوکھ جزیرے کی وجہ سے ہندو جنوب کی سمت کو منحوس سمجھتے ہیں۔ وہ کسی نیک کام کو کرتے وقت جنوب کی طرف منہ نہیں کرتے اور نہ ادھر قدم اٹھاتے ہیں۔ انہوں نے جنوب کو برے کاموں سے وابستہ کر دیا ہے۔

لنکا اور لنگا بالوس کے متعلق مصنف کی رائے

جن لوگوں نے لنکا کے گرد سمندر کا سفر کیا ہے اور اس مقام کا سفر کیا ہے جو لنکا کے قلعے کی جگہ ہے انہوں نے اس کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں بتائی جو ہندوؤں کی روایات کے مطابق یا اس سے ملتی جلتی ہو۔ ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے جس سے اس کے (قلعے) کے وجود کا امکان ہو۔ لنکا کے لفظ سے ہمیں ایک دوسری چیز کا خیال آتا ہے اور وہ یہ کہ لونگ کا یہ نام اس لئے پڑا کہ یہ "لنگ" نامی ملک سے درآمد کی جاتی ہے۔ تمام جہاز رانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سامان سے بھرے ہوئے جہاز یہاں آتے ہیں اور اپنا سامان مثلاً مغربی دینار' اور دوسرا تجارتی سامان یعنی دھاری دار ہندوستانی کپڑا' نمک' وغیرہ چھوٹی کشتیوں پر رکھ کر' سامان سے بھرے چمڑے کے تھیلوں پر جن پر ان کے مالکوں کا نام لکھا ہوتا ہے ساحل پر اتار دیتے ہیں اور جہاز پر واپس آ جاتے ہیں۔ دوسرے دن تھیلوں میں قیمت کے بدلے انہیں لونگیں بھری ملتی ہیں' کبھی زیادہ اور کبھی کم جس کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس وقت مالک کے پاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لونگوں کی کتنی تعداد موجود ہے بعض کے خیال میں جن لوگوں کے ساتھ یہ تجارتی لین دین ہوتا ہے وہ شیاطین یا جنات ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ وحشی انسان ہیں۔ وہ ہندو جو (لنکا) کے ان علاقوں کے قرب وجوار میں رہتے ہیں یہ مانتے ہیں کہ چیچک ایک ہوا ہے جو لنکا سے روحوں کو لے جانے کے لئے چلتی ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق کچھ لوگ اس ہوا کے چلنے سے پہلے لوگوں کو خطرے سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ ملک کے مختلف علاقوں میں اس ہوا کے پہنچنے کا اصلی وقت بھی بتا دیتے ہیں۔ چیچک کی وبا پھیلنے کے بعد یہ لوگ مختلف علامات سے یہ پتہ چلا لیتے ہیں کہ یہ مہلک ہے یا نہیں۔ مہلک چیچک کے لئے ان کے ہاں جو علاج کیا جاتا ہے وہ جسم کے کسی ایک عضو کو کاٹ کر الگ کر دینا ہے مریض کو مارنا نہیں۔ دوا کے طور پر وہ لونگ استعمال کرتے ہیں جو مریض کو سونے کے برادے کے ساتھ ملا کر پلائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مرد مریضوں کے گلے میں لونگوں کا ہار بنا کر ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر اس قسم کی احتیاط ٹھیک سے کر لی جائے تو اس سے دس میں سے نو لوگوں کو وبا سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

ان تمام باتوں سے میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ جیسے ہندو لنکا کہتے ہیں وہ حقیقت میں لونگ کا ملک "لنگا" ہے اگرچہ ان کا بیان اس سے میل نہیں کھاتا۔ بہرحال' ان لوگوں سے رابطہ نہیں رکھا جاتا اور نہ کوئی وہاں جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے اگر کوئی اس جزیرے میں اتفاق سے ساتھیوں سے بچھڑ کر رہ جاتا ہے تو پھر اس کا کوئی پتہ نشان نہیں ملتا۔ میرے اس خیال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ "رام اور رامائن" کے مطابق مشہور ملک سندھ کے آگے "مردم خور" لوگ رہتے ہیں اور سمندری سیاحوں کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ جزیرہ لنگا بالو کے باشندوں کے خونخوار اور وحشی ہونے کا سبب ان کی مردم خوری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۱

ملکوں کے درمیان کا فاصلہ جس کے ہم دو طول البلد کا درمیانی فاصلہ کہتے ہیں

طول بلد قرار دینے کا ہندوؤں کا طریقہ

جو شخص اس معاملے میں صحت کو مقدم رکھتا ہے اس کو دو مقامات کے نصف النہار کے دائروں کے فاصلے کو معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مسلمان منجمین استوائی زمانوں کی بنیاد پر فاصلوں کا حساب لگاتے ہیں کیونکہ استوائی زمانے یا اوقات دو نصف النہار کے فاصلوں کے برابر ہوتے ہیں اور اپنی گنتی کو مغرب کی سمت واقع مقام سے شروع کرتے ہیں۔ استوائی دقیقوں (Minutes) کے حاصل جمع کو وہ دو طول بلد کے درمیان کا فاصلہ قرار دیتے ہیں۔ وہ ہر جگہ کا طول بلد دائرہ عظمٰی سے اس کے نصف النہار کے فاصلے کو قرار دیتے ہیں۔ یہ دائرہ عظمٰی استوا کے قطب سے گزرتا ہے اور اسی مقام کو آبادی کی انتہا قرار دیا گیا ہے اور پہلے نصف النہار کے تعین کے لئے انہوں نے آبادی کے مغربی کنارے کو بنیاد بنایا ہے۔ مشرقی کنارے کو نہیں۔ ان استوائی اوقات کو دائرہ کا تین سو ساٹھواں یا ساٹھواں درجہ شمار کیا جاتا ہے تاکہ وہی دن کا دقیقہ یعنی منٹ (Minute) بھی بن جائے اور پھر انہیں مقررہ پیمانے کے مطابق فرسخوں یا یوجنوں میں تبدیل کر لیا جاتا ہے۔

اس معاملے میں ہندوؤں کا طریقہ ہمارے طریقوں سے مختلف ہے لیکن اس کے باوجود وہ صحت سے دور ہیں۔ جس طرح ہم مسلمان ہر شہر کے لئے اس کو طول البلد حساب میں لیتے ہیں اسی طرح یہ لوگ شہر اجین کے دائرہ نصف النہار سے ہر شہر کے فاصلے کا شمار یوجنوں میں کرتے ہیں اور جو جگہ اجین سے جتنی زیادہ مغرب میں ہوگی اس کے یوجنوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی۔ اس کو یہ لوگ ''دیشانتر'' یعنی ملکوں کے درمیان کا فاصلہ کہتے ہیں۔ پھر وہ اس دیشانتر کو آفتاب کی یومیہ حرکت کے اوسط سے ضرب دے کر حاصل ضرب کو ۴۸۰۰ سے تقسیم کرتے ہیں۔ اس کا خارج سمت آفتاب کی حرکت کی وہ مقدار ہوتی ہے جو متعلقہ یوجنوں کے برابر ہوتی ہے یعنی اگر اس میں اجین کے نصف النہار یا نصف اللیل کا اوسط جوڑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دیا جائے تو مطلوبہ شہر کا طول البلد نکل آتا ہے۔

زمین کا محیط

۴۸۰۰ کا یہ عدد' جس سے حاصل ضرب کو تقسیم کرتے ہیں' زمین کے محیط کے یوجنوں کا عدد بھی ہے اس لئے کہ دو شہروں کے نصف النہار کے دائروں کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے اسی کا تناسب زمین کے پورے محیط کے ساتھ وہی ہوتا ہے جو دو شہروں کے درمیان سورج کی اوسط حرکت کا اس کی مکمل یومیہ حرکت کے ساتھ ہے۔

(اس کے بعد البیرونی نے زمین کے محیط کے بارے میں پلس اور برہم گپتا کے اقوال اور دیشانتر نکالنے کے طریقے پر ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے۔ اجین کے دائرہ نصف النہار کے متعلق آریہ بھٹ کے نظریہ پر بھی تنقید کی ہے)۔

اجین کا عرض البلد

یعقوب بن تارک نے اپنی کتاب ''ترکیب کروی'' میں اجین کا عرض البلد ۵/۴۳ درجے بتایا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ شمال میں ہے یا جنوب میں۔

اس کے برخلاف ہندوؤں کے تمام اصول' اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اجین کا عرض البلد ۲۴ درجے ہے اور یہ کہ سورج اعتدال فریقی کے دوران اس کی انتہائی بلندی پر ہوتا ہے۔

میں نے لاہور کے قلعے کا عرض البلد ۱۰' ۳۴ ڈگری پایا ہے۔ اس کے علاوہ جن دوسرے شہروں کا عرض البلد مجھے معلوم ہے' وہ یہ ہیں:۔

غزن ۳۵/ ۳۳° ' کابل ۴۷/ ۳۳° ' کندی ۵۵/ ۳۳° ' دون پور ۲۰/ ۳۴° ' لمغان ۴۳/ ۳۴° ' پرشاور ۴۰/ ۳۴° ' وے ہند ۳۰/ ۳۴° ' جیلم ۲۰/ ۳۳° ' قلعہ نندنا ۰/ ۳۲° ' سیالکوٹ ۵۸/ ۳۲° ' منڈکور ۵۰/ ۳۱° ' ملتان ۴۰/ ۲۹° ' ان کے ملکوں میں اپنے سفر کے دوران ہم مندرجہ بالا مقامات سے آگے نہ جا سکے۔ نہ ہی دوسرے مقامات (ہندوستان کے طول البلد اور عرض البلد کے متعلق ان کی کتابوں سے کچھ معلومات ہو سکیں۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۲

مدت اور زمانے' نیز دنیا کے پیدا اور فنا ہونے کی بابت ہندوؤں کے نظریات

زمانے کے متعلق رازی اور دوسرے حکماء کے خیالات

محمد ابن زکریہ الرازی کے بیان کے مطابق پرانے یونانی حکما' پانچ چیزوں کو ازلی مانتے تھے (۱) خالق (۲) نفس کلی (۳) ہیولائے اول (۴) مکان مطلق اور (۵) زمان مطلق۔ رازی نے اپنے مسلک کی بنیاد اسی قول پر رکھی ہے اور یہی ان کے سارے فلسفے کی تہہ میں کارفرما ہے۔ اس نے زمانے اور مدت میں یہ امتیاز قائم کیا ہے کہ اول الذکر پر عدد کا اطلاق ہوتا ہے آخر الذکر پر نہیں۔ کیونکہ جس چیز کو شمار کیا جاسکتا ہے وہ محدود ہوتی ہے جبکہ مدت لامتناہی ہے۔ اسی طرح حکماء نے زمانے کو ایسی مدت قرار دیا ہے جس کی ابتداء اور انتہا ہے اور ابد کو ایسی مدت مانا ہے جس کا اول اور آخر نہیں ہے۔

الرازی کے مطابق موجود دنیا میں پانچ چیزوں کا وجود مقدمات ضروریہ میں سے ہے (۱) وہ اشیاء جو حواس کے ذریعے محسوس ہوتی ہیں حقیقت میں ہیولیٰ ہیں جس نے ترکیب پا کر مختلف صورتیں اختیار کرلی ہیں۔ (۲) ہیولیٰ جگہ کو گھیرتا ہے اس لئے مکان (Space) کا وجود لازی قرار پاتا ہے۔ ان میں سے کچھ تبدیلیاں مقدم اور کچھ موخر ہیں اور کچھ وقت کے وقت ہوتی ہیں۔ ان میں امتیاز زمانے کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔ (۴) موجود اشیاء میں جاندار بھی شامل ہیں۔ اس سے نفس یا روح کا وجود لازم آتا ہے۔ ان جانداروں میں ایسے ذی عقل ہیں جو فنون کو معراج کمال تک لے جانے کی اہلیت رکھتے ہیں اور یہ' بات ہمیں ایسے خالق کا وجود فرض کرنے پر مجبور کرتی ہے جو حکیم اور عالم ہے جس نے ہر چیز کو نہایت اعلیٰ طور پر منظم کیا ہے اور انسانوں کو نجات حاصل کرنے کے لئے عقل عطا کی ہے۔ اس کے برعکس بعض فلاسفہ نے زمان اور ابد کو ایک ہی چیز سمجھا ہے اور حرکت کو جس سے ان کی پیائش ہوتی ہے' متناہی قرار دیا ہے۔ بعض مفکرین نے ابد کو دوری حرکت قرار دیا ہے۔ بلاشبہ اس حرکت سے وہ متحرک بھی جڑا ہوا ہے جس میں یہ حرکت ہوتی ہے اس لئے وہ بھی ابدی ہو جاتا ہے۔ پھر یہ متحرک ترقی کرتے کرتے محرک کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبے تک اور متحرک سے محرک اول تک پہنچ جاتا ہے جو خود متحرک نہیں ہے۔ اس قسم کی تحقیق نہایت دقیق اور موہوم ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اختلاف رائے اس حد تک نہ ہوتا کہ بعض لوگ وقت کے وجود سے ہی انکار کرنے لگے اور بعض یہ کہنے لگے کہ وہ قائم بالذات ہے۔ اسکندر افرودیسی کہتا ہے ''ارسطو نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہر حرکت کرنے والی چیز کو کوئی محرک حرکت دیتا ہے۔'' اور جالینوس کہتا ہے ''جب وقت کا نظریہ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا ہے تو میں اسے ثابت کیسے کر سکتا ہوں۔''

وقت کے متعلق ہندو مفکرّین کے نظریات

ہندوؤں نے اس موضوع پر بہت کم کہا ہے اور جو کچھ کہا ہے وہ بھی ناقص ہے۔ ورہ میر نے اپنی کتاب ''سمہت'' کے آغاز میں اس چیز کا ذکر کرتے ہوئے جو ازل سے موجود ہے' کہا ہے: پرانی کتابوں میں کہا گیا ہے کہ سب سے پہلی ازلی چیز تاریکی ہے لیکن یہ تاریکی سیاہ رنگ کا اندھیرا نہیں بلکہ ایک قسم کا عدم ہے جیسا سونے والے پر طاری ہوتا ہے۔ پھر خدا نے برہما کے واسطے کائنات کو پیدا کیا اور اسے گنبد جیسا بنایا۔ خدا نے کائنات کے دو حصے بنائے ایک اوپر کا اور ایک نیچے کا اور اس میں سورج اور چاند کو رکھ دیا۔ ''کپل نے کہا ہے'' خدا ہمیشہ سے موجود ہے اور اس کے ساتھ کائنات بھی اپنی اشیاء اور اجسام کے ساتھ موجود تھی۔ خدا دنیا کی علت ہے اور لطیف ہونے کی وجہ سے دنیائے کثیف سے بالا ہے۔' کمبھک کہتا ہے' مہا بھوت' یعنی پانچوں عناصر کا مجموعہ ہی ازلی ہے۔'' بعض مفکرین زمانے کو ازلی مانتے ہیں اور بعض کے نزدیک طبیعت ازلی ہے۔ اس کے برخلاف بعض مفکرین کرم یعنی عمل کو نظم قائم رکھنے والا سمجھتے ہیں۔

کتاب ''وشنو دھرم'' میں ہے وجر نے مارکنڈیہ سے کہا ''مجھے وقت کے بارے میں سمجھائیے'' اس پر اس نے جواب میں کہا' مدت آتم پرش ہے۔ آتم کے معنی ہیں سانس اور پرش کے معنی ہیں کائنات کا مالک' اس کے بعد اس نے وجر کو زمانے کی تقسیم اور ہر حصے کے حاکم کے بارے میں بتایا جیسا کہ ہم نے ان میں سے ہر ایک کا بیان مناسب ابواب (باب ۳۴) میں کیا ہے۔

ہندوؤں نے مدت کو دو عرصوں میں بانٹا ہے۔ ایک حرکت کا عرصہ ہے جسے زمانہ قرار دیا گیا ہے اور دوسرا سکون کا عرصہ ہے جس کو اول الذکر کی نظیر پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ہندوؤں کے مطابق خدا کی ابدیت کا حساب لگایا جا سکتا ہے لیکن اسے ناپا نہیں جا سکتا کیونکہ یہ لامتناہی ہے۔ ہم یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کسی چیز کا تعین کیا جا سکتا ہے لیکن ناقابل پیمائش ہونا فہم سے بالاتر اور بعید از قیاس ہے۔ اس کے متعلق ہم کو ان کے جتنے افکار و اقوال معلوم ہوئے ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخلیق کا عرصہ برہما کا دن اور عرصہ جس میں تخلیق نہیں ہوتی برہما کی رات

تخلیق کے بارے میں جیسا کہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں ہندوؤں کا معروف نظریہ یہ ہے کہ مادہ ازلی ہے اس لئے ان کے یہاں لفظ تخلیق کا مطلب عدم سے وجود میں لانا نہیں ہے بلکہ ایسا ہے جیسے مٹی سے مورتیں گھڑنا اور اسے اس طرح ترتیب دینا جس سے وہ مقاصد پورے ہوسکیں جن کی صلاحیت اس میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ تخلیق کو فرشتوں اور شیاطن بلکہ انسانوں تک سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ فرشتے، شیاطین اور انسان اس لئے تخلیق کرتے ہیں کہ اس سے ان پر عائد کسی فرض کی ادائگی ہو جائے اور مخلوقات کو بھی فائدہ پہنچے یا پھر حسد وغیرہ کا جس میں وہ مبتلا تھے کفارہ ادا کیا جاسکے۔ مثال کے طور پر جیسے وشوامتر نے بھینسوں کو اس لئے پیدا کیا کہ انسان ان سے حاصل ہونے والی اچھی اور مفید چیزوں سے لطف اندوز ہوں۔

اس سیاق وسباق میں ہندوؤں کے ہاں زمانے کی ایک اور مدت کا تصور بھی ملتا ہے جسے مسلمان مصنفین نے ہندوؤں کی پیروی میں سنین عالم یا دنیا کے سال کہا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ان سنین کے آغاز کے وقت تخلیق اور اختتام کے وقت فنا واقع ہوتی ہے جو نئی تخلیق وترکیب کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ لیکن اکثریت کا یہ مسلک نہیں ہے۔ ان کے نزدیک یہ عرصہ برہما کا ایک دن اور ایک رات ہے برہما کے سپرد تخلیق کا کام ہے۔ مزید یہ کہ وجود میں آنا ایک حرکت ہے جو وجود میں آنے والی کسی دوسری چیز سے آتی ہے اور اس حرکت کا سب سے نمایاں سبب ستارے ہیں۔ ان کی حرکت کا اثر نیچے کی دنیا پر اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ہر سمت کی طرف حرکت نہیں کرتے اور اپنی شکلیں نہیں بدل لیتے۔ اس لئے تخلیق کا کام برہما کے دن تک محدود ہے کیونکہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق اسی دن کے دوران میں ستارے اور آسمان اپنے مقررہ نظام کے مطابق گردش کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں سطح زمین پر تخلیق کا سلسلہ بغیر کسی خلل کے جاری رہتا ہے۔

اس کے برخلاف برہما کی رات میں آسمانوں کی حرکت رک جاتی ہے اور تمام ستارے بے حس وحرکت ایک جگہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اس وجہ سے زمین کے حالات وکوائف بھی ایک ہی حالت پر قائم رہتے ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور تخلیق کا کام بھی رک جاتا ہے کیونکہ وہ جو تخلیق کا کام انجام دیتا ہے آرام کررہا ہوتا ہے۔ پس تمام عمل، خواہ فاعلی ہو یا مفعولی، معطل ہو جاتا ہے اور عناصر کی ماہیت میں تبدیلی اور ترکیب پانے کا عمل بھی رک جاتا ہے اور وہ بھی رات میں آرام کرتے ہیں۔ تاکہ برہما کے آنے والے دن میں وجود پانے والی چیزوں کے لئے خود کو تیار رکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برہما کی زندگی میں وجود اسی طرح گردش کرتا رہتا ہے۔ اس مضمون کو ہم تفصیل سے اس کے مناسب موقع پر بیان کریں گے۔

مصنف کی تنقید

ہندوؤں کے ان افکار کے مطابق تخلیق اور فنا کا یہ عمل سطح زمین تک محدود ہے۔ اس طرح کے تخلیقی عمل سے مٹی کا ایک ڈھیلا بھی جو پہلے سے موجود نہیں تھا وجود میں نہیں آتا اور نہ فنا سے وہ ڈھیلا جو پہلے سے موجود تھا معدوم ہوتا ہے جب تک ہندو مادے کو ازلی تصور کرتے رہیں گے وہ تخلیق کے صحیح مفہوم یعنی عدم سے وجود میں لانا کو نہیں سمجھ سکتے۔

ہندوؤں نے اپنے عوام کو مذکورہ بالا مدتوں کے بارے میں یہی بتایا ہے کہ ان میں سے ایک برہما کا دن اور دوسری برہما کی رات ہے۔ بالفاظ دیگر ایک برہما کی بیداری اور دوسری برہما کا خواب ہے۔ ہمیں ان کے ان الفاظ پر اعتراض نہیں کیونکہ اس سے ایسی چیز مراد ہے جس کی ابتداء اور انتہا ہے۔ مزید یہ کہ برہما کی پوری زندگی ایک سلسلہ ہے یکے بعد دیگرے حرکت اور سکون کے وقفوں کا جو دنیا میں تسلسل کے ساتھ واقع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ پوری مدت وجود کی مدت ہے عدم کی نہیں کیونکہ ان کے دوران مٹی کا ڈھیلا بھی موجود رہتا ہے اور اس کی شکل وصورت بھی۔ برہما کی پوری عمر پرش (باب ۳۵) کے ایک دن کے برابر ہے کیونکہ پرش برہما سے اونچا ہے جب وہ مرتا ہے تو تمام مرکبات اس کی رات میں گھل کر ختم ہوجاتے ہیں اور ان کے مرکبات کے مٹتے ہی وہ چیز بھی معطل ہوجاتی ہے جس کا کام برہما کو نظام طبیعت پر قائم رکھنا تھا اور یہ پرش اور ہر وہ چیز جو اس کی تابع ہے حالت سکون میں آجاتی ہے۔

برہما کے خواب کے متعلق علماء اور عوام کے نظریات

جب ہندو عوام اس موضوع پر کلام کرتے ہیں تو وہ برہما کی رات کی وہی حالت بیان کرتے ہیں جیسی پرش کی رات کی ہے اور چونکہ پرش مرد کو بھی کہتے ہیں اس لئے وہی بیداری اور خواب کو اس سے منسوب کردیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جسم کو جو متضاد اخلاط سے بنا ہے آرام اور کھوئی ہوئی قوت کی بحالی کے لئے نیند کی ضرورت ہے۔ اسی طرح بدن کو اپنے وہ اجزاء جو حل ہوکر ختم ہوتے رہتے ہیں از سر نو پیدا کرنے کے لئے کھانے کی اور اپنی نسل کی بقاء کے لئے جماع کی ضرورت ہے۔ جسم کو ان کے علاوہ بعض بری چیزوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن وہ جو انسان سے مافوق ہے اور جس کا کوئی مثل نہیں، ان چیزوں سے بے نیاز ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے خاتمے کے متعلق ہندوؤں کے خیالات

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ دنیا بارہ سورجوں کے جو ایک ایک کر کے ہر مہینے طلوع ہوتے ہیں' ایک ساتھ طلوع ہو جانے کی وجہ سے جل کر خاکستر ہو جائے گی اور اس کی تمام رطوبت خشک ہو جائے گی اور یہ فنا ہو جائے گی۔ پھر چاروں بارشیں جو ایک ایک کر کے سال کے مختلف حصوں میں ہوتی ہیں۔ ایک ساتھ برس کر دنیا کو فنا کر دیں گی اور چونے اور راکھ کو بہا دیں گی۔ پھر روشنی ختم ہو جائے گی اور اندھیرے اور عدم چھا جائیں گے۔ ان سب سے دنیا ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو جائے گی۔

ان عبارتوں کے سیاق سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ''کلپ'' کے آخر میں فنا ہوتی ہے۔ اسی سے ابو معشر نے یہ نظریہ اخذ کیا ہے کہ ستاروں کے اجتماع کے وقت طوفان آتا ہے اور ستاروں کا یہ اجتماع ہر چترنگ کے آخر اور کل یگ کے آغاز میں ہوتا ہے۔ اگر یہ اجتماع مکمل نہیں ہوتا تو اس سے بربادی بھی پوری طرح نہیں ہو پاتی۔ ان امور کی تحقیق اور مطالعے میں ہم جیسے جیسے آگے بڑھتے جائیں گے ان کو سمجھنا آسان ہوتا جائے گا اور قاری اس سیاق و سباق میں آنے والی تمام اصطلاحات کے معنی اچھی طرح سمجھنے لگے گا۔

اس مسئلہ میں بدھوں کے خیالات جو ہم تک ایران شہری کے ذریعے پہنچے ہیں

ایران شہری نے اس مسئلہ میں بدھوں سے جو روایت نقل کی ہے وہ بھی اسی طرح کی خرافات ہے جیسی کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ بدھوں کے مطابق کہ میرو پہاڑ کے چاروں اطراف پر چار دنیائیں ہیں جو باری باری آباد اور ویران ہوتی رہتی ہیں۔ یہ اس طرح ویران ہوتی ہے کہ سات سورجوں کے یکے بعد دیگرے نکل آنے سے آگ لگ جاتی ہے چشموں کا پانی خشک ہو جاتا ہے اور آگ ہر طرف پھیل جاتی ہے اور ہر چیز کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ یہ آباد اس طرح ہوتی ہے کہ جب آگ اس میں سے نکل کر دوسری دنیا میں چلی جاتی ہے تو وہاں آندھی آتی ہے اور اس کے ساتھ آنے والے بادل اتنا پانی برساتے ہیں کہ زمین سمندر بن جاتی ہے پھر ان پانی کی جھاگوں سے سپیاں بنتی ہیں ان سپیوں میں روح پڑ جاتی ہے اور جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو انہیں سپیوں سے انسان پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض بدھوں کا خیال ہے کہ انسان مٹنے والی دنیا سے آباد ہونے والی دنیا میں اتفاق سے آ جاتا ہے اور تنہائی سے گھبراتا ہے۔ تب اس کے خیال سے اس کے لئے ایک عورت (بیوی) پیدا ہو جاتی ہے اور اس جوڑے سے نسل شروع ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۴

یوم کی قسمیں اور دن رات

دن اور رات کی تعریف

مسلمان' ہندو اور دوسری قوموں' سب کے نزدیک یوم سے مراد وہ مدت ہے جس میں سورج کائنات کے گرد ایک چکر پورا کر لیتا ہے یعنی دائرہ عظمیٰ کے نصف سے چل پھر کر وہیں واپس آ جاتا ہے۔ یوم کے دو حصے ہیں دن یعنی وہ مدت جس میں دنیا کے کسی حصے کے لوگوں کو سورج دکھائی دیتا رہتا ہے اور رات (جب سورج ان کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے) لیکن سورج کا ظاہر ہونا اور چھپنا اضافی حالت ہے جو افقوں کے اختلاف سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہے کہ خط استوا کا افق (جسے ہندو بغیر عرض کا ملک کہتے ہیں) نصف النہار کے متوازی دائروں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے ان جگہوں پر دن اور رات ہمیشہ برابر ہوتے ہیں۔ لیکن وہ افق جو متوازی دائروں کو کاٹتے ہیں لیکن ان کے قطب سے نہیں گزرتے وہ ان دائروں کو نابرابر حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ان جگہوں کے دن رات برابر نہیں ہوتے سوائے سال میں دو دن کے جب میرو اور وادومکھ کے علاوہ ہر جگہ دن اور رات برابر ہوتے ہیں۔ اس وقت دنیا کے تمام مقامات پر چاہے وہ استوا کے شمال ہوں یا جنوب میں وہی حالت ہوتی ہے جو استوا پر واقع مقامات پر یعنی ان دو موقعوں پر دنیا میں ہر جگہ دن اور رات برابر ہوتے ہیں لیکن ان دو موقعوں کے علاوہ دن اور رات کا فرق قائم رہتا ہے۔

منشیہ ہوراتر

ان کی ابتدا سورج کے افق سے بلند ہونے سے اور رات کی ابتدا سورج کے افق کے پیچھے چھپ جانے سے ہوتی ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک دن پہلے ہے اور رات بعد میں۔ اسی لئے انہوں نے اس کا نام "ساون" رکھا ہے۔ یعنی دن جس کا انحصار سورج نکلنے پر ہے۔ نیز وہ اسے منشیہ ہوراتر' یعنی انسانی دن بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندو عوام اس "یوم" کے علاوہ کسی اور "یوم" سے واقف نہیں ہیں۔ چونکہ قاری' ساون' سے اچھے طرح واقف ہے اس لئے دوسرے ایام' کو سمجھانے اور ان کی پیائش کے لئے ہم "ساون" کو بطور پیمانہ اور معیار استعمال کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(البیرونی نے ''یوم'' کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں۔ان بیانات کے منتخب اجزا کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے)۔

باپوں کے دن

انسانی ایام کے بعد پتر ناماہوراتر یعنی باپوں (آباؤ اجداد) کا دن ہے جن کی روحیں، ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق، چاند کے آسمان پر رہتی ہیں۔اس یوم کے دن اور رات چاند کی روشنی اور تاریکی سے بنتے ہیں افق پر اس کے نکلنے اور ڈوبنے سے نہیں۔جب چاند آسمان کے بلندترین حصے میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی اسلاف کی روحوں کی طرف ہوتی ہے تو ان کا دن ہوتا ہے اور جب چاند آسمان کے نچلے حصوں میں ہوتا ہے تو ان کی رات ہوتی ہے۔ظاہر ہے کہ ان کو چاند کی روشنی اس وقت دکھائی دیتی ہوگی جب چاند پورا ہوتا ہے اور ان کی رات اس وقت ہوتی ہے جب نیا چاند نکلتا ہے۔اس طرح آبا کے یوم کی مدت چاند کے پورے مہینے کے برابر ہوتی ہے۔دن اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب چاند آدھا ہوتا ہے اور اس کی روشنی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور پھر جب چاند گھٹتے گھٹتے آدھا ہو جاتا ہے تو ان کی رات شروع ہو جاتی ہے کیونکہ اس وقت چاند کی روشنی کم ہونے لگتی ہے۔

دیوتاؤں یا فرشتوں کا یوم

اس کے بعد دو یہ ہوراتر یعنی فرشتوں کا یوم ہے۔یہ معلوم ہے کہ سب سے چوڑا افق جو قطب پر ۹۰ کا زاویہ بناتا ہے خط استوا یا اس کے قریب دکھائی دینے والے افق کے نیچے اس جگہ پر ہے جہاں میرو پہاڑ واقع ہے کیونکہ افق اور خط استوا کچھ جنوب میں (تھوڑے سے نیچے) ہونے کے باوجود اس کی چوٹی اور پہلو کی سیدھ میں ہیں۔اس کے علاوہ استوا منطقہ بروج کو دو برابر حصوں میں تنصیف کر دیتا ہے۔ان میں سے ایک حصہ استوا کے اوپر شمالی جانب ہے اور دوسرا اس کے نیچے جنوب کی طرف۔سورج جب تک شمال کی طرف رہتا ہے آسیائی گردش کرتا ہے اور افق کے متوازی یومیہ دائرے بناتا ہوا چلتا ہے اور جب یہ افق پر ظاہر ہوتا ہے تو قطب شمالی کے لوگوں کا دن طلوع ہوتا ہے۔اس وقت یہ جنوبی قطب والوں سے پوشیدہ رہتا ہے اس لئے ان کی رات ہوتی ہے اور جب سورج جنوب کی طرف گردش کرتا ہے تو شمالی قطب والوں کی رات اور جنوبی قطب والوں کا دن شروع ہو جاتا ہے۔

دیوک یعنی روحانی ہستیوں کی آبادیاں قطبوں کے نیچے ہیں اس لئے ان کے نام پر اس یوم کو دیووں کا یوم کہا جاتا ہے۔آریہ بھٹ کسم پورا کہتا ہے کہ دیو شمسی سال کے ایک نصف کو دیکھتے ہیں اور دانوں دوسرے نصف کو اور قمری سال کے ایک نصف کو پتر اس اور دوسرے نصف کو انسان دیکھتے ہیں۔اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح فلک بروج میں سورج کی ایک گردش سے دیو اور دانوں دونوں کے لئے دن اور رات بنتے ہیں اور ان دونوں (دن اور رات) کا مجموعہ یوم ہے۔

اس اعتبار سے ہمارا ایک سال دیوا کا ایک یوم ہے لیکن فرشتوں کے اس یوم کے دن اور رات برابر نہیں ہوتے (جیسے کہ بزرگوں کے یوم کے ہیں) اس کی وجہ یہ ہے کہ سورج نصف شمال میں اپنے اوج کے گرد زیادہ دیر تک رہتا ہے جس کے نتیجہ میں دن بڑا ہو جاتا ہے لیکن یہ فرق دکھائی دینے والے افق اور حقیقی افق کے فرق کے برابر نہیں ہوتا اس لئے کرۂ آفتاب پر نہیں دیکھا جا سکتا پھر ہندوؤں کے خیال میں ان جگہوں کے رہنے والے سطح زمین سے بہت بلند ہیں کیونکہ وہ میرو پہاڑ پر رہتے ہیں۔ اس خیال کے ماننے والوں کے نزدیک میرو پہاڑ کی بلندی وہی ہے جو ہم اس کتاب کے باب ۲۳ میں بتا چکے ہیں۔ پہاڑ کی اتنی بلندی کی وجہ سے اس کا افق اتنا ہی نیچا (خط استوا سے آگے جنوب کی طرف) ہے اور اس لئے رات کے مقابلے میں دن کے طول کی شرح کم ہو جاتی ہے (یہاں سورج اپنے شمالی اوج کے قریب نہیں پہنچ پاتا اور اس واسطے دن اتنا طویل نہیں ہوتا) اگر یہ عقیدہ ہندوؤں کی مذہبی روایات پر مبنی نہ ہوتا اور اس کی بابت ان کے درمیان بھی اتنا اختلاف نہ ہوتا تو ہم میرو پہاڑ کے افق کی نیچائی کی پیائش نجوم کے حساب سے کر لیتے لیکن چونکہ میرو پہاڑ صرف ایک ذہنی اختراع ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں اس لئے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

برہما کا دن

اس کے بعد برہما ہوراتر ہے یعنی برہما کا یوم۔ یہ روشنی اور تاریکی سے نہیں بنتا جیسا کہ بزرگوں کا یوم ہے نہ کسی ستارے کے طلوع و غروب سے جیسا کہ دیوں کا یوم ہے بلکہ مخلوقات کے اسی طبعی اقتضا سے بنتا ہے کہ دن کا وقت حرکت کے لئے اور رات کا وقت آرام کے لئے ہے۔ برہما کا یوم ہمارے ۰۰۰'۲۴۰'۸ (آٹھ ارب چونسٹھ کروڑ) سال کے برابر ہے۔ اس یوم کے اس آدھے حصے میں جو دن ہے ایتھر (Ether) تمام چیزوں کے ساتھ جو اس میں ہیں حرکت کرتا رہتا ہے زمین پیدا کرتی رہتی اور اس کے سطح پر وجود اور فنا کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دوسرے حصے یعنی رات میں حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ زمین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ وہ اشیاء جو اس تبدیلی کا موجب ہیں ساکن ہو جاتی ہیں اور تمام حرکت رک جاتی ہے اور فطرت جس طرح رات کے وقت اور جاڑوں میں آرام کر کے صبح کے وقت اور گرمیوں کے موسم کے لئے تیار اور اپنی قوتوں کو جمع کرتی ہے اسی طرح تمام موجودات طبعی اس رات میں آئندہ دن کی تخلیقی سرگرمیوں کے واسطے تیار ہونے کے لئے آرام کرتے اور اپنی قوتوں کو مجتمع کرتے ہیں۔ برہما کا دن بھی ایک کلپ ہے اور رات بھی ایک کلپ اور یہی وہ مدت ہے جس کو مسلمان علما سند ہند' کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرش کا یوم

آخری پرش ہوراتر یعنی نفس کل کا یوم ہے جس کو مہا کلپ کہتے ہیں یعنی سب سے بڑا کلپ۔ ہندو اسے زمانہ جدید کے اظہار کے لئے استعمال کرتے ہیں لیکن اس میں دن اور رات کی تخصیص نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں مہا کلپ کا دن وہ مدت ہے جس میں نفس ہیولیٰ سے ملا رہتا ہے اور اس کی رات وہ مدت ہے جب نفس ہیولیٰ سے جدا ہوتا ہے۔ اس مدت میں روحیں آرام کرتی ہیں اور اس تھکن کو دور کرتی ہیں جو ہیولیٰ سے متصل ہونے کے سبب ان پر طاری ہو جاتی ہے اور روح کے ہیولیٰ سے اتصال اور جدائی کی مدت دونوں کے مجموعے سے مہا کلپ بنتا ہے۔ وشنو دھرم میں ہے ''برہما کی عمر پرش کا ایک دن ہے اور پرش کی رات بھی اتنی ہی لمبی ہوتی ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۴

یوم کی تقسیم وقت کے چھوٹے چھوٹے اجزا میں

گھٹی

ہندوؤں نے اگر چہ کسی معقول کے بنیاد کے بغیر وقت کو بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بانٹ رکھا ہے لیکن اس کے باوجود ان کے ہاں اس کا کوئی متفق علیہ نظام رائج نہیں ہے۔ ہر دوسرا آدمی اور ہر دوسری کتاب ایک نیا نام استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔

چشک

یوم کی پہلی تقسیم یہ ہے کہ اسے ساٹھ دقیقوں میں بانٹا گیا ہے اور ہر دقیقہ ایک گھڑی کہلاتا ہے پھر ہر دقیقہ کو ساٹھ ثانیوں میں تقسیم کیا گیا ہے جسے چشک یا چھلک اور وگھانک کہتے ہیں۔

پڑان

پھر ثانیے کے چھ حصے کیے گئے ہیں جو پڑان یعنی ''سانس'' کہلاتے ہیں۔ چاہے پران کا پیمانہ اختیار کریں (یعنی ایک یوم ۶۰۰، ۲۱ پران) یا گھٹی کو ۳۶۰ حصوں میں تقسیم کریں۔ ۲۱۶۰۰=۶۰×۳۶۰) یا آسمان کے ہر درجے کو ۶۰ حصوں میں بانٹیں۔ ۲۱۶۰۰۱=۳۶۰) سب برابر ہیں۔

ثن

اصطلاحات کے اختلافات کے باوجود وقت کے ان اجزا پر تمام ہندوؤں میں اتفاق ہے۔
لیکن بعض ہندو دقیقے اور ثانیے کے بیچ میں ایک تیسرا درجہ بڑھا دیتے ہیں اور وہ ہے ثن یہ ۴/ا دقیقے کے برابر یعنی ۱۵ ثانیے کا ہوتا ہے پھر ہر ثن کو ۱۵ حصوں میں بانٹا گیا ہے جو کل کہلاتے ہیں' ان میں سے ہر ایک دقیقے کا ساٹھواں حصہ ۶۰/ا ہے اسی کو چشک کہتے ہیں لیکن اس کا نام دوسرا ہے یعنی کل۔

یمش' لو اور ترتی

وقت کی اس تقسیم کے نچلے مرتبے میں تین نام آتے ہیں جن کو ہمیشہ ایک ہی ترتیب میں پیش کیا جاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ان میں سب سے بڑا نمیش ہے یعنی دو پلک جھپکنے کی درمیانی مدت پھر درمیان میں ''لَو'' ہے اور آخر میں ''ترتی'' جو وقت کی سب سے چھوٹی مقدار ہے۔ ترتی کا مطلب ہے چٹکی بجانا جو خوش ہونے کے اظہار کے طور پر بجائی جاتی ہے۔ان تینوں کے باہمی تناسب کے بارے میں بہت اختلاف ہے لیکن اکثر لوگ کہتے ہیں کہ:

۸ ترتی	=	الَو
اَنمیش	=	۸ لَو
اچشک	=	۸ نمیش

مندرجہ ذیل جدول میں ان کی تفصیل دی جاتی ہے۔

ان مقداروں کی وہ تعداد جن سے یوم بنتا ہے	چھوٹی مقداروں کی وہ تعداد جن سے بڑی مقدار بنتی ہے	وقت کے مقداروں کے نام
۶۰	۶۰	گھٹی (گھڑی)
۲۴۰	۴	ش ن
۳۶۰۰	۱۵	چشک' وناڈی' کل
۲۱۶۰۰	۶	پران
۱۷۲٬۸۰۰	۸	نمیش
۱۳۸۲،۴۰۰	۸	لو
۱۰۵۹،۲۰۰	۸	ترتی
۸۸،۴۷۳،۶۰۰	۸	انو

پر پر

ہندوؤں نے یوم کو آٹھ پر پر (یعنی پہر) میں تقسیم کر دیا ہے جو گھڑیال کی آٹھ نوبتیں ہیں۔بعض مقامات پر پانی کی گھڑیاں بھی اسی حساب پر درست رکھی جاتی ہیں۔ جب ایک نوبت جو ساڑھے سات گھڑی کی ہوتی ہے گزرتی ہے تو ڈھول پیٹتے اور سنکھ بجاتے ہیں۔ جسے فارسی میں سفید مہرہ کہتے ہیں۔ میں نے پرشر میں ایسا ہوتے دیکھا ہے۔ان گھڑیوں کے انتظام کے اخراجات کے لئے نیکوکار لوگوں نے جائیدادیں اور رقومات وقف کر دی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہورت

اس کے علاوہ دن کو تیس مہورتوں میں تقسیم کیا گیا ہے لیکن یہ تقسیم کچھ مبہم سی ہے کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ مہورتوں کا طول ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے۔ خصوصاً جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایک مہورت دو گھڑی یا ۴/۳/۳ نوبتیں ایک مہورت کے برابر ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ مہورت کی ایسی ساعتیں جن کی ایک مقررہ مقدار سے یوم بنتا ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ ہر عرض البلد پر ان کی مقدار میں فرق ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے دن کی مہورتوں کی مقدارات کی مہورتوں کی مقدار سے مختلف ہوتی ہے۔ پولس کا نظریہ کہ مہورت میں تبدیلی ہوتی ہے یا نہیں، بیان کر کے البیرونی نے اس پر تنقید کی ہے۔

ہندو نجوم میں ساعت یا گھنٹے کا استعمال

ہندو ساعت کو ہور کہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے یہاں ساعت معوجہ کا استعمال ہوتا ہے۔ (یعنی بروج کے مراکز) کیونکہ ہندو انہیں بھی ہور کہتے ہیں اور ہم مسلمان ان کو "نیم پہر" کہتے ہیں (باب ۸۰)، اس کی وجہ یہ ہے کہ دن اور رات ہر ایک میں ہمیشہ چھ برج افق سے نمودار ہوتے ہیں اس لئے اگر ساعت برج کے مرکز کا نام ہے تو دن اور رات میں بارہ بارہ ساعتیں ہوتیں اور ان کے نتیجے میں حاکموں کی ساعتیں بھی معوجہ ہوں گی جیسے کہ ہمارے یہاں استعمال ہوتی ہیں اور اصطرلاب پر نقش کی جاتی ہیں۔

چوبیس ساعتوں کے نام

ہندوؤں نے معوجہ ساعتوں کے نام بھی رکھ لیے ہیں۔ ان ناموں کو ہم نے ذیل کے نقشے میں جمع کر دیا ہے میرے خیال میں یہ نام "سرودھو" سے لئے گئے ہیں۔

مبارک ہے یا منحوس	رات کے ہور کا نام	مبارک ہے یا منحوس	دن کے ہور کا نام	ہور کا عدد
منحوس	کال راتری	منحوس	رودر	۱
مبارک	روؤنی	مبارک	سومیہ	۲
مبارک	ویراہم (؟)	منحوس	کرال	۳
منحوس	تراسینہ	مبارک	سترا	۴
مبارک	گوہنیہ (؟)	مبارک	ویگ	۵
منحوس	مایا	مبارک	وشال	۶
مبارک	دمرتیہ (؟)	منحوس	مرتیوسار	۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منحوس	جیوہرنی	مبارک	شبھ	۸
منحوس	شوشنی	مبارک	کرودھ	۹
مبارک	ورشنی	مبارک	چنڈال	۱۰
سب سے زیادہ منحوس	داہریہ	مبارک	کرتک	۱۱
مبارک	چنتما	مبارک	امرت	۱۲

مندرجہ ذیل جدول میں مہورت کے حاکموں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

رات کے مہورت کے حاکم	دن کے مہورت کے حاکم	مہورت کا عدد
رودر یعنی مہادیو	شیو یعنی مہادیو	۱
اجہ یعنی کھر والے جانوروں کا حاکم	بھوجگ یعنی سانپ	۲
اہر بدھنیہ یعنی اتر بھدر پد کا حاکم	متر	۳
پوشن یعنی ریوتی کا حاکم	پتری	۴
اتنک یعنی ملک الموت	واسو	۵
اگنی یعنی آگ	اپس یعنی پانی	۶
دھاتر یعنی حفاظت کرنے والا برہما	وشوا	۷
سوم یعنی مرگ سرش کا حاکم	ورچنیہ یعنی برہما	۸
گرو یعنی مشتری	کیشور (؟) یعنی مہادیو	۹
ہری یعنی نارائن	اندرگنی	۱۰
راوی یعنی سورج	راجا اندر	۱۱
یم یعنی ملک الموت	نشاکر یعنی چاند	۱۲
تواشتری یعنی چترا کا حاکم	ورن یعنی بادلوں کا حاکم	۱۳
انل یعنی ہوا	آریہ من	۱۴
	بھاگیہ	۱۵

ان ساعتوں کو منجموں کے علاوہ اور کوئی استعمال نہیں کرتا۔ صرف یہی لوگ ان ساعتوں کے حاکموں کا ذکر کرتے ہیں اور یہی حاکم یوم کے بھی ہیں اور یوم کے یہ حاکم رات اور دن دونوں کے حاکم ہیں کیوں کہ لوگ دن اور رات کے حاکموں کا الگ الگ ذکر نہیں کرتے اور رات کا بالکل ذکر نہیں کرتے اور ان حاکموں کی ترتیب مستوی ساعتوں کی بنیاد پر کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۵

مہینوں اور سالوں کی قسمیں

قمری مہینے کی تعریف

قمری مہینہ چاند کے ایک اجتماع سے دوسرے اجتماع تک کی گردش کی مدت ہے۔ ہم اسے طبعی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اسی طرح نشوونما پاتا ہے جس طرح دنیا کی تمام دوسری چیزیں' ان چیزوں کی ایک ابتدا ضرور ہوتی ہے (یعنی عدم سے وجود میں آنا) اور پیدا ہونے کے بعد یہ بڑھنا شروع کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ بالیدگی اور ترقی کی انتہا کو پہنچ کر ٹھہر جاتی ہیں۔ اس کے بعد ان میں کمزوری اور انحطاط پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ یہ رفتہ رفتہ اسی جگہ (عدم) واپس چلی جاتی ہیں جہاں سے ان کا ظہور ہوا تھا۔ یہی حال چاندکی روشنی کا ہے' پہلے وہ اندھیری راتوں کے بعد ہلال کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر تیسری رات کے بعد وہ قمر اور بعد میں بدر کامل (پورا چاند) بن جاتا ہے اور پھر انہیں منزلوں سے ہوتا ہوا پہلی حالت کی طرف پلٹ جاتا ہے اور آخری رات تک پہنچ جاتا ہے۔ (جو بمنزلہ عدم کے ہے) اور ہماری آنکھوں سے چھپ جاتا ہے۔ پھر وہ چند راتوں میں اسی طرح غائب رہتا ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے لیکن شاید یہ بات کم ہی لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ چند راتوں تک اپنی پوری حالت میں قائم کیوں نہیں رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چاند کا جسم سورج کے جسم سے بہت چھوٹا ہے۔ اس لئے اس کا روشن حصہ تاریک حصہ سے بڑا ہے یہی سبب ہے کہ پورا ہو کر چاند چند راتوں تک اسی حالت پر قائم رہتا ہے۔

چاندنی کے اثرات

چاند مرطوب چیزوں پر اثر کرتا ہے اور یہ چیزیں واضح طور پر اس سے متاثر ہوتی ہیں اور جوار بھاٹے میں کمی یا زیادتی کی حالتوں کے مطابق ہوتی ہے۔ ساحلوں پر رہنے والے اور سمندر میں سفر کرنے والے اس کیفیت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اسی طرح اطبا یہ بات جانتے ہیں کہ چاند کا اثر مریضوں کے اخلاط پر بھی ہوتا ہے اور بخار کی تیزی چاند کے دورے کے ساتھ ساتھ آتی جاتی ہے۔ ماہرین طبیعات اس بات سے واقف ہیں کہ جانوروں اور پودوں کی زندگی کا انحصار چاند پر ہے۔ مغز اور دماغ اور انڈوں پر اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مٹکوں میں رکھی شراب کے درد پر اس کا جو اثر ہوتا ہے اور چاندنی میں سونے والوں کے دماغ میں جو ہیجان اس کے اثرات سے پیدا ہوتا ہے اور کتان پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ تجربہ کار لوگ اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ کاشتکار اچھی طرح جانتے ہیں کہ ککڑی' خربوزے اور کپاس وغیرہ کے کھیتوں پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بیج بونے' پودے لگانے' پیوند کاری کرنے اور جانوروں سے بچہ لینے کے لئے انہیں جفت کرانے کے لئے چاند کی مختلف حالتوں کے مطابق اوقات مقرر کر رکھے ہیں اور علمائے نجوم اچھی طرح جانتے ہیں کہ چاند کی شکلوں کی تبدیلی (یعنی اس کے گھٹنے اور بڑھنے سے) موسمی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر یہ سلسلہ طبعی ہے اور بارہ قمری مہینوں کا سال اصطلاحاً قمری سال کہلاتا ہے۔

شمسی مہینہ

طبعی سال وہ مدت ہے جس کے دوران سورج فلک بروج کا ایک دورہ پورا کرتا ہے۔ ہم اسے طبعی اس لئے مانتے ہیں کہ یہ سال کے چاروں موسموں میں ہونے والے پیدائشی عمل کے ہر مرحلے پر محیط ہے۔ اس دورے کے دوران میں آفتاب کی جو شعاعیں کھڑکی کے شیشوں سے اندر آتی ہیں اور مقیاس کے سائے پھر اسی مقدار' حالت اور سمت کی طرف لوٹ جاتے ہیں جہاں سے ان کا آغاز ہوا تھا' اسی دورے کی مدت کا نام سال اور قمرل سال کے مقابلے میں شمسی سال کہلاتا ہے جس طرح قمری مہینہ قمری سال کا بارھواں حصہ ہے اسی طرح شمسی سال کا بارھواں حصہ شمسی سال کا ایک مہینہ ہوا۔ یہ وہ مدت بھی ہے جو آفتاب کسی ایک برج میں گزارتا ہے۔

شمسی' قمری حسابات

ہندو اجتماع کو اماوس کہتے ہیں جو پورنیا کی ضد ہے اور مہینے کے پہلے اور آخری ربع کو اتھو (؟) کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض قمری سال' قمری مہینے اور قمری دنوں سے حساب لگاتے ہیں اور بعض قمری سال لیکن شمسی مہینوں کی بنیاد پر حساب کرتے ہیں اور ہر برج کو ۳۰ فرض کر کے چلتے ہیں۔ سورج کے برج میں داخل ہونے کا سنکرانت کہتے ہیں۔ یہ ملا جلا شمسی قمری حساب اندازے کی طرح قیاسی ہے حقیقی نہیں اگر وہ اسے مستقل طریقے پر استعمال کریں تو جلد اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ شمسی سال اور مہینوں کا حساب صحیح تر ہے۔ مخلوط حساب میں انہیں مہینوں میں لوند لگانا پڑتا ہے۔

قمری مہینے کی ابتداء

قمری مہینے کو استعمال کرنے والے اس کی ابتدا اجتماعی (اماوس) سے کرتے ہیں اور یہی طریقہ عام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر رائج ہے لیکن بعض لوگ پورنماشی سے ابتدا کرتے ہیں۔

مہینے کا شمار دو نصف میں

قمری مہینے کے دنوں کا شمار نئے چاند سے شروع کیا جاتا ہے اور قمری مہینے کے پہلے دن کو "برب" کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد چاند پورا ہونے پر یعنی پورن ماشی سے پھر گننا شروع کرتے ہیں یعنی پندرہ پندرہ دن گنتے ہیں، پہلے پندرہ نئے چاند سے اور دوسرے پندرہ پورے چاند سے وہ دو دن جو نئے چاند یا پورے چاند سے برابر فاصلے پر ہیں ایک ہی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ان دونوں دنوں میں چاند کے جسم میں روشنی اور تاریکی برابر ہوتی ہیں اور ایک میں نکلنے اور دوسرے میں ڈوبنے کا وقت ایک ہی ہوتا ہے۔

مہینوں کی قسمیں

چونکہ مہینے دنوں سے بنتے ہیں اس لئے مہینوں کی بھی اتنی ہی قسمیں ہیں جتنی دنوں کی ہر مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے یہاں دن سے مراد ساون ہے۔ (دیکھئے باب ۳۳) ایک مہینے میں تیس قمری دن ہوتے ہیں کیونکہ مہینے کے لئے یہی تعداد مقرر ہے جس طرح سال کے لئے ۳۶۰ کی تعداد مقرر ہے۔ شمسی مہینے میں ۳۰ شمسی دن ہوتے ہیں اور ۴۰۰۷، ۳،۱۱۰/ ۳۶۲،۹۸۷، اطلوعی ایام ہوتے ہیں۔

شمسی سال میں ۳۲۰۰/ ۸۷۳/ ۳۶۵ طلوعی ایام ہوتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۶

وقت کے چاند ناپ جنہیں مان کہتے ہیں

مان اور پرمان مقدار کو کہتے ہیں۔ ان چار مقداروں یا ناپوں کا ذکر یعقوب ابن طارق نے اپنی کتاب ''ترکیب افلاک'' میں کیا ہے لیکن وہ ان سے اچھی طرح واقف نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ان کے نام بھی غلط لکھے ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہو۔ یہ مقداریں حسب ذیل ہیں۔

سورمان	یعنی شمسی مقدار
ساون مان	وہ مقدار جس کا مدار طلوع پر ہے یعنی سوئی مقدار
چندر مان	یعنی قمری مقدار
نکشتر مان	یعنی چاند کی منزلوں کی مقدار

سورمان، چندر مان اور ساون مان کا مصرف

سورمان کے ذریعے کلپ اور چتر یگ کے چاروں یگوں کے سالوں کا حساب لگایا جاسکتا ہے۔ پھر اس کو پیدائشوں کے سالوں کے لئے اور دن اور رات کے برابر ہونے کے دنوں اور سال کے چھٹے حصے یا موسموں اور یوم کے دن اور رات کا فرق نکالنے میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان تمام معاملات میں شمسی سال، مہینے اور دن میں حساب لگایا جاتا ہے۔

چندر مان کا استعمال گیارہ کرنوں (باب ۷۸) لوند کے مہینوں اُنار اتر (باب ۵۱) کے دنوں اور سورج اور چاند گرہنوں اور چاند کے نکلنے اور بدر کامل بننے وغیرہ کا حساب کرنے میں کیا جاتا ہے۔

ساون مان سے وار یعنی ہفتے کے دن کا حساب کیا جاتا ہے اور اہر گن یعنی کسی عہد کے سالوں کا حساب، شادیوں اور روزہ رکھنے کے دنوں کا حساب ساون مان سے لگایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ساون مان کو سوتک (باب ۵۱) یعنی ایام نفاس مردے کے گھر کے برتنوں اور گھر کی ناپاکی کے دن (باب ۷۲) چکتسا یعنی بعض دوائیں دینے اور علاج معالجے کے ایام، وغیرہ کا حساب لگانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر پراشچت یعنی کفارہ (جو گناہ گاروں کے لئے برہمنوں کی طرف سے ضروری قرار دیا گیا ہے) کے ایام (جن کے گناہ گار کو روزہ رکھنا اور جسم پر گوبر ملنا ہوتا ہے) وغیرہ کے حساب میں ساون مان ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف نکشتر مان سے کوئی کام نہیں لیا جاتا کیونکہ وہ چندر مان میں شامل ہیں۔ وقت کی ہر وہ مقدار جسے اتفاق رائے سے یوم کہا جاتا ہے مان کہلائی جاسکتی ہے۔ ایسے بعض ایام گزشتہ باب میں بیان کئے جاچکے ہیں (باب ۳۳) لیکن اصل چار مان وہی ہیں جو اس باب میں بیان کئے گئے ہیں۔

باب ۳۷

مہینے اور سال کے حصے

سال' فلک بروج میں آفتاب کی ایک گردش ہے۔ اسی لئے فلم بروج کی طرح سال کو بھی تقسیم کیا گیا ہے۔ فلک البروج کو وہ نقطہ دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے جہاں سے سورج سال میں ایک بار قطب شمالی کی طرف اور پھر ایک بار قطب جنوبی کی طرف مراجعت کرتا ہے اسی اعتبار سے سال کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک کو ''آین'' کہتے ہیں۔

جب سورج جاڑوں میں اس نقطہ سے قطب شمالی کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس حصہ کو اس لحاظ سے سورج اتر کی طرف راجع ہے اتر سے منسوب کر کے؟؟ اترائن'' کہتے ہیں۔ یہ حصہ اس مدت پر مشتمل ہے جس میں سورج قطب شمالی کے اپنے راستے پر چھ برجوں کو پار کرنے میں لیتا ہے۔ ان چھ بروج میں سے پہلا جدی ہے۔ اس لئے اس کو ''مکرادی'' کہتے ہیں۔ اسی طرح جب سورج گرمیوں میں اس نقطے سے ہٹ کر قطب جنوبی کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس حصے کو جنوب سے منسوب کر کے ''دکشی ناین'' کہتے ہیں یعنی وہ مدت جس میں آفتاب اپنے قطب شمالی کے سفر کے دوران سرطان سے شروع ہونے والے چھ برجوں کو پار کرتا ہے اس لئے اس کو ''کرکاوی'' یعنی سرطان سے شروع ہونے والا کہتے ہیں۔

عوام سال کے صرف انہیں دو حصوں کو جانتے ہیں اس لئے کہ وہ سورج کو شمال اور جنوب کی طرف رجوع ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

فلک بروج کی اس کے علاوہ بھی ایک تقسیم ہے اور یہ زیادہ مستند ہے کیونکہ یہ حساب لگانے کے بعد کی گئی ہے لیکن عوام اس سے واقف نہیں ہیں۔ اس قسم کی بنیاد خط استوا سے سورج کی دوری کی سمت پر ہے۔ اس تقسیم کے مطابق بھی فلک بروج کے دو حصے ہیں ان میں سے ہر ایک کو ''کل'' کہتے ہیں۔ جب سورج شمال کی جانب جھکا ہوتا ہے تو اسے اتر ''کل'' یا ''میشدی'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی ابتداء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حمل'' سے ہوتی ہے اور جب سورج کا جھکاؤ جنوب کی طرف ہوتا ہے تو اسے ''دکشاکل'' یا تلادی کہتے ہیں کیونکہ اس کی ابتدا میزان سے ہوتی ہے۔

موسم

ان دونوں تقسیموں کے اعتبار سے فلک بروج کے چار حصے ہیں اور ہر ایک حصے کو پار کرنے میں سورج کو جتنی مدت درکار ہوتی ہے ان کو سال کے موسم کہا جاتا ہے یعنی بہار، گرمی، خزاں اور سردی اور جو بروج جن موسموں کے سامنے پڑتے ہیں وہ انہیں کی طرف منسوب ہیں لیکن ہندوؤں نے سال کو چار کے بجائے چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ان میں سے)ہر ایک کو ''رتو'' کہتے ہیں۔ ہر رتو دو شمسی مہینوں پر مشتمل ہے یعنی وہ مدت جس میں سورج دو برجوں کو پار کرتا ہے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ سومناتھ کے علاقے میں سال کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حصہ چار شمسی ماہ پر مشتمل ہے۔ان میں پہلا حصہ ورشا کال ہے جو اساڑھ سے شروع ہوتا ہے۔دوسرا شیت کال یعنی جاڑا اور تیسرا Ushnakala اوشنا کال یعنی گرمی۔مہینے کے دو حصے ہوتے ہیں نئے چاند سے پورے چاند تک اور پورے چاند سے نئے چاند تک۔

باب ۳۸

وقت کی وہ مقداریں جو ایام سے بنتی ہیں اور جن میں برہما کی عمر بھی شامل ہے

مفرد اوقات

دن کو دِس کہتے ہیں لیکن لفظ دوس زیادہ فصیح ہے۔رات کو راتری اور تو م کو اہوراتر کہتے ہیں۔مہینے کو ''ماس'' اور آدھے مہینے کو ''پکش'' کہتے ہیں۔مہینے کا پہلا نصف یا سفید نصف ''شکل پکش'' کہلاتا ہے اس لئے کہ اس کی ابتدائی راتوں میں لوگوں کے سونے کے وقت سے پہلے چاندنی ہو جاتی ہے اور چاند کی روشنی بڑھتی اور اس کی تاریکی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔دوسرے نصف حصہ یا تاریک حصہ کو ''کرشن پکش'' کہتے ہیں کیونکہ اس کی راتوں کے ابتدائی حصے تاریک ہوتے ہیں اور چاندنی اس وقت پھیلتی ہے جب لوگ سو چکے ہوتے ہیں ان راتوں میں چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے اس کا روشن حصہ کم اور تاریک حصہ بڑھتا رہتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو مہینوں کے مجموعے کو "رتو" (رت) کہتے ہیں لیکن یہ مدت تقریباً دو مہینے کی ہوتی ہے کیونکہ دو پکش والا مہینہ قمری ہوتا ہے اور جن دو مہینے کے مجموعے سے رتو بنتی ہے وہ شمسی مہینے میں یعنی رت دو شمسی مہینوں کا مجموعہ ہے۔

چھ رت مل کر انسانوں کا ایک شمسی سال بنتا ہے۔ اسے برہ برکھ اور برش کہتے ہیں۔ ہندوؤں کی زبان میں "ک"، "کھ" اور "ش" کا تلفظ تقریباً ایک سا ہے (صحیح تلفظ ورش ہے)۔

انسانوں کے تین سو ساٹھ سال فرشتوں کا ایک سال ہے اور اسے دب برہ (دویہ ورش) کہتے ہیں اور اس بات پر سب متفق ہیں کہ فرشتوں کے بارہ ہزار سال ایک چتر یگ شمار ہوتے ہیں۔ اختلاف چتر یگ کے چار حصوں اور وہ زوابد میں ہے جن سے مانونتر اور کلپ بنتا ہے۔ اس مضمون کو مناسب جگہ پر زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے (دیکھئے باب ۴۱ اور ۴۵)۔

باب ۳۹

ایسی مدتیں جو برہما کی عمر سے زیادہ ہیں

بڑے اوقات کا کوئی نظام اور معیار مقرر نہیں ہے

جب کسی چیز میں کوئی نظم نہیں ہوتا یا وہ گزشتہ ابواب میں بیان کیے گئے اصولوں کے منافی ہوتی ہے تو طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور وہ کانوں پر بھی گراں گزرتی ہے۔ ہندو نام تو بہت سے استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نام ایک ہی ذات واحد کے ہیں جو اول ہے یا پھر اس کے بعد والے کے ہیں جس کی طرف اشارہ کیا جائے لیکن جب اس مضمون کی طرف آتے ہیں جو اس باب کا موضوع ہے تو ان ناموں سے بہت سی چیزیں مراد لیتے ہیں اور ان کی عمریں مقرر کرتے ہیں اور ان عمروں کو بڑے لمبے لمبے اعداد سے ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا مقصد غالباً صرف لمبے چوڑے اعداد استعمال کرنا ہی ہوتا ہے پھر ان اعداد کی کوئی حد اور حساب نہیں۔ چونکہ ان اعداد میں بھی یہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہیں اس لئے ہمارے لئے یہ اعداد بے کار ہیں۔

ان خیالی اعداد کے بارے میں ان کے درمیان ایسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ یوم کے ان اجزا کے بارے میں جو پران (سانس) سے کم ہیں۔

(اس کے بعد وقت کے بڑے اجزا کے ماخذ کا حوالہ دیا ہے اور کلپ اور ترتس سے بننے والی مدتوں کا ذکر کیا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۰

سمدھی، یعنی دو مدتوں کا وقفہ

دو سمدھیاں

اصل سمدھی دن اور رات کے درمیان کا وقفہ ہے یعنی صبح کا تڑکا جسے سمدھی اودے کہتے ہیں اور شام کے دھندلکے کا وقت ہے جسے سمدھی استھمن یا غروب کی سمدھی کہتے ہیں۔ ہندوؤں کو اس کی ضرورت مذہبی نقطہ نظر سے ہوتی ہے یعنی ان دو وقتوں میں برہمن غسل کرتے ہیں اور ان دونوں وقتوں کے درمیان دوپہر میں کھانا کھاتے ہیں جس کی وجہ سے کسی لاعلم کو یہ دھوکا ہو سکتا ہے کہ تیسری سمدھی بھی ہوتی ہے لیکن واقف کار صرف دو سمدھیاں ہی شمار کرتے ہیں۔

دوسری سمدھیاں

دن کی ان دو سمدھیوں کے علاوہ نجومیوں نے کچھ اور سمدھیاں بھی فرض کر رکھی ہیں جو نہ طبعی ہیں اور نہ محسوس بلکہ محض قیاس پر مبنی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ہر آین کی سمدھی بھی قائم کی ہے یعنی سال کے دونوں نصب کے لئے جس میں سورج چڑھتا اور اترتا ہے (چونتیسواں باب) اور ہر نصف کے شروع ہونے سے پہلے کے سات دن کو سمدھی قرار دیا ہے۔ اس کی نسبت میرے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ قرین قیاس بھی ہے کہ سمدھی کا نظریہ پرانا نہیں بلکہ قریب زمانے کی ایجاد ہے اور ایک ہزار تین سو سکندری یا ۹۸۹ عیسوی کے قریب ایجاد ہوا ہے یعنی اس وقت سے جب ہندوؤں کو یہ معلوم ہوا کہ ''انقلاب شمسی'' ان کے مقرر کردہ وقت ''انقلاب'' سے پہلے واقع ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۱

کلپ اور چتر یگ

چتر یگ اور کلپ کی مقدار

بارہ ہزار دیو سال کا جس کا طول بتایا جا چکا ہے (باب ۳۵) ایک یگ اور ایک ہزار چتر یگ کا ایک کلپ ہوتا ہے۔ کلپ وہ مدت ہے جس کی ابتدا اور اختتام پر ساتوں سیارے اپنے اوج و جوزہر سمیت برج حمل کے نقطۂ اول میں جمع ہو جاتے ہیں۔ کلپ کے دنوں کو اہر گن کہتے ہیں کیونکہ آہ کے معنی دن اور ارگن کے معنی مجموعہ ہیں۔ چونکہ یہ طلوعی ایام ہیں اور سورج افق سے نکلتا ہے اس لئے انہیں ''زمینی ایام'' بھی کہتے ہیں کیونکہ افق زمین کا ضروری جزو ہے۔

کسی عہد کے ایام کے مجموعے کو بھی بعض لوگ کلپ کہتے ہیں۔

مسلمان علما کلپ کے ایام کو ایام سندھ ہند یا ایام عالم کہتے ہیں اور ان کی تعداد ۱،۵۷۷،۹۱۶،۴۵۰،۰۰۰ ایام (ساون یا طلوعی ایام) شمار کرتے ہیں جو ۴،۳۲۰،۰۰۰،۰۰۰ شمسی سال اور ۴،۴۵۶،۷۷۵،۰۰۰ قمری سال ہیں۔

کلپ کے ضمن میں ۷۱ چتر یگ ایک منو یعنی منونتر کے برابر ہیں۔ منونتر سے مراد منو کا دور ہے اور ۱۴ منو ایک کلپ کے برابر ہوتے ہیں۔

منونتر اور کلپ کا تناسب

۷۱ کو ۱۴ سے ضرب دیں تو حاصل ضرب ۹۹۴ چتر یگ ہوگا اور کلپ پورا ہونے میں ۶ چتر یگ کی کمی رہے گی۔

(ہم نے اس باب میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ برہم گپتا کے نظریات اور دلائل پر مبنی ہے)۔

آریہ بھٹ کبیر پلس اور آریہ بھٹ صغیر کے نظریات

آریہ بھٹ کبیر اور پلس نے منونتر کو ۷۲ چتر یگ سے اور کلپ کو ایسے چودہ (۱۴) سے جن کے درمیان سدھی نہیں ہے مرکب قرار دیا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک ایک کلپ میں ۱۰۰۸ چتر یگ'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴،۳۲۰،۰۰۰ ادویہ سال اور ۱۵۵،۵۲۰،۰۰۰،۰۰۰ انسانی سال ہوتے ہیں۔

مجھے آریہ بھٹ کی کوئی کتاب نہیں ملی ہے۔ اس کے نظریات کے بارے میں ہمیں جو کچھ معلوم ہوا ہے اور وہ برہم گپتا کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے۔ آریہ بھٹ کسم پورا نے جو آریہ بھٹ کبیر کا پیرو ہے اپنی ایک چھوٹی کتاب النتف (؟) میں کہا ہے۔ ”۱۰۰۸ چتر یگ برہما کا ایک دن ہے۔ اس کے اول نصف یعنی ۵۰۴ سال کو اتسر پنی اور دوسرے نصف کو اوسراپنی کہتے ہیں۔ اس میں سورج نیچے اترتا ہے اس مدت کے وسط کو ”سم“ یعنی ”برابری“ کہتے ہیں کیونکہ یہ دن کا وسط یا نصف النہار ہے اور اس کے دونوں سروں کا نام ڈرتم (؟) ہے۔

باب ۴۲

چتر یگ کی یگوں میں تقسیم اور یگوں کے متعلق مختلف نظریات

وشنودھرم کے مطابق چتر یگ کے اجزا

کتاب وشنودھرم کا مصنف کہتا ہے ۱۲۰۰ ادویہ سال کا ایک یگ ہوتا ہے جس کا نام تشیہ ہے۔ اس کا دوگنا دواپر ہے، تین گنا ترت ہے اور چار گنا ”کرت“ ہے اور ان چاروں یگوں کا مجموعہ ایک چتر یگ ہے یعنی چار یگ یا ہم۔

۷۱ چتر یگ ایک منونتر اور ۱۴ منونترا جس میں ہر دو منونتر کے درمیان ایک کرت یگ کی مدت کے برابر ایک سمدھی ہو، ایک کلپ ہے دو کلپ برہما کا ایک یوم اور ان کی عمر سو سال یا پرش کا ایک دن ہے۔ پرش وہ پہلا مرد جس کی ابتداء اور انتہا معلوم نہیں ہے۔

(اس کے بعد البیرونی نے آریہ بھٹ کے نظریات پر برہم گپتا کا ”اہانت آمیز“ تنقید کا بیان ہے)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برہم گپتا نے جو بات بیان کی اور جس سے اتفاق ظاہر کیا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ آریہ بھٹ کی عداوت نے اس کو اندھا کر دیا ہے۔ اس نے آریہ بھٹ کی شان میں انتہائی ناشائستہ کلمات کہے ہیں ورنہ اس مسئلے پر آریہ بھٹ اور پلس دونوں کی رائے ایک ہے۔ اس کے ثبوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں برہم گپتا کا وہ بیان پیش کیا جا سکتا ہے جس میں اس نے یہ کہہ کر کہ آریہ بھٹ نے راس اور اوج قمر کے دوروں کو گھٹا کر چاند گرہن کا حساب خراب کر دیا ہے۔ آریہ بھٹ کو جہالت میں اس کیڑے سے تشبیہ دی جو لکڑی کو کھاتا ہے اور اتفاق سے اس لکڑی میں اس کے کاٹنے کی وجہ سے بعض حروف بن جاتے ہیں لیکن کیڑا نہ ان کو جانتا ہے اور نہ اس نے ارادتاً یہ نشان بنائے تھے۔ آریہ بھٹ کے خلاف اس نے ہر جگہ ایسی ہرزہ سرائی کی ہے۔

باب ۴۳

چاروں یگوں اور چوتھے یگ کے آخر میں ظاہر ہونے والے حالات کا بیان

قدیم یونانی زمین کے بارے میں جو مختلف عقیدے رکھتے تھے ان میں سے ایک کو نمونے کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

قدرتی آفات

زمین پر وقتاً فوقتاً اوپر یا نیچے سے جو آفتیں نازل ہوتی ہیں وہ اپنی شدت اور کیفیت میں مختلف ہوتی ہیں اور اکثر اس پر ایسی آفات بھی آتی ہیں جو شدت اور کیفیت دونوں میں اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہیں کہ ان کے مقابلے میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی اور نہ اس سے بچنے اور بھاگنے کا کوئی راستہ ہے۔ اس قسم کی آفات میں سیلاب اور زلزلے ہیں۔ ان میں سے اول الذکر ڈبو کر ہلاک کرتا اور آخر الذکر زمین کی سطح کو تہس نہس کر کے برباد کرتا ہے۔ کبھی زلزلے اتنے شدید ہوتے ہیں کہ زمین کے اندر سے پانی یا لاوا نکلنے لگتا ہے اور جلتی ہوئی چٹانیں اور سلگتی ہوئی بھوبل جو زمین سے نکلتی ہیں ہوا سے منتشر ہو کر بربادی پھیلا دیتی ہیں۔ پھر ان آفات میں برق و رعد کی آندھیاں، بیماریاں، وبائیں ہیں جو بڑی بڑی جگہوں سے ان کے رہنے والوں کا صفایا کر دیتی ہیں۔ لیکن جب یہ بلائیں گزر جاتی ہیں تو زمین پر زندگی کے آثار پھر سے ظاہر ہوتے ہیں اور جانوروں کی طرح پہاڑوں اور غاروں میں چھپے ہوئے لوگ پھر سے جمع ہونے لگتے ہیں۔ پھر وہ اپنے مشترکہ دشمنوں کے خلاف خواہ یہ دشمن درندے ہوں یا حملہ آور انسان، ایک

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور امن و مسرت کی زندگی بسر کرنے میں باہم تعاون کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور رشک و رقابت اور غصہ وحسد اپنے پر پھیلا کر ان پر چھا جاتا ہے اور ان کے سکون و مسرت کو برباد اور ان کی زندگی کو تلخ کر دیتا ہے۔ کبھی کوئی قوم اپنے نسب میں اس شخص سے منسوب ہو جاتی ہے جو سب سے پہلے یہاں آ کر بس گیا تھا اور جس نے کسی خاص میدان میں کوئی امتیاز حاصل کر لیا تھا اور زمانہ گزر جاتا ہے مگر لوگ اس کو نہیں بھولتے باقی سب کو بھول جاتے ہیں۔

چار زمانوں یا یگوں کے بارے میں ہندوؤں کے عقائد

چتر یگ کے بار میں ہندوؤں کی روایات بھی اسی طرح کی ہیں۔ کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ اس کے آغاز میں یعنی کرت یگ کی ابتدا میں خوشی اور سلامتی' زرخیزی اور افراط' صحت اور توانائی اور علم کا دور دور تک برہمنوں کی کثرت تھی' نیکی اپنی تکمیل کو پہنچ چکی تھی اور اس کی مقدار کل کے چار ربعوں کے بمنزلہ تھی۔ عمر ہر ایک کی ''بلا امتیاز'' چار ہزار سال تھی۔

اس کے بعد ان چیزوں میں کمی ہونے لگی اور ان کے ساتھ ان کی مخالف چیزیں ملنا شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ ترت یگ کے شروع میں بھلائی کم ہو کر برائی کا تین گنا رہ گئی اور مسرت وسعادت بھی گھٹ کر تین چوتھائی رہ گئی۔ چھتریوں کی تعداد برہمنوں سے بڑھ گئی لیکن عمر اب بھی وہی رہی جو اس سے پہلے والے دور میں تھی۔ وشنو دھرم میں یہی لکھا ہے لیکن قیاس یہ کہتا ہے کہ عمر بھی اسی قدر گھٹ گئی ہو گی یعنی ایک چوتھائی کے بقدر۔ اس یگ میں آگ کو قربانی پیش کرنے کے لئے لوگ جانور کو مارنے اور پیڑ اکھاڑنے لگے تھے جو پہلے نہیں کرتے تھے۔

اس طرح برائی بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ دواپر کے آغاز میں بھلائی اور برائی کا تناسب برابر ہو جاتا ہے اور اسی طرح خوشی اور دکھ کا' آب و ہوا میں تبدیلی آ جاتی ہے' عمر گھٹ کر ۴۰۰ سال رہ جاتی ہے جیسا کہ وشنو دھرم میں لکھا ہے اور تشیہ یعنی کل یگ کی ابتداء میں برائی بڑھ کر اچھائی کے تین گنا ہو جاتی ہے۔

ہندوؤں کے ترت اور دواپر یگوں میں مشہور تاریخی واقعات گزرے ہیں۔ مثلاً رام کا واقعہ جس نے راون کو مارا یا پرسورام برہمن کا واقعہ جو اپنے باپ کی موت کا بدلہ لینے کے لئے جس چھتری کو پاتا قتل کر دیتا تھا۔ ہندوؤں کے خیال میں پرسورام آسمان پر زندہ ہے اور اکتیس بار زمین پر آ چکا ہے اور پھر آئے گا' یا پانڈو کی اولاد اور کورو کی اولاد کی لڑائی۔ کل جگ میں برائی بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ یہ بڑھ کر برائی کو مٹا دیتی ہے۔ اس وقت زمین کے باشندے ہلاک ہو جاتے ہیں اور جو لوگ خبیث اور شیطان انسانوں سے بھاگ کر پہاڑوں میں یا غاروں میں چھپ گئے تھے ان سے نسل انسانی پھر سے شروع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔اس لئے اس یگ کو غار یگ کہا جاتا ہے جس کا معنی ہے کاموں سے فارغ ہو کر جانے کے لئے تیار ہونا۔

کل یگ کا بیان

سوناک کے قصے میں جو برہما کے حوالے سے بیان کیا ہے۔خدا نے اس سے ان الفاظ میں گفتگو کی:

''جب کل یگ آتا ہے تو میں مخلوق میں نیکی پھیلانے کیلئے سدودھن کے بیٹے بدھودن کو بھیجتا ہوں لیکن ''مہامر'' یعنی سرخ لباس والے جو خود کو اس کی نسل بتاتے ہیں اس کی لائی ہوئی تمام نیکیوں کو بدل دیں گے اور برہمنوں کا احترام اس درجے ختم ہو جائے گا کہ شودر تک ان سے گستاخی کریں گے، ذاتیں ایک دوسرے کے خلاف شورش کریں گی، نسب نامے خلط ملط ہو جائیں گے اور ذاتوں کی تقسیم (چار ذاتیں) مٹ جائے گی۔مذاہب اور فرقوں کی بہتات ہو جائے گی۔

(وشنو دھرم اور بعض دوسرے مآخذ کے مطابق کل یگ کے حالات کا بیان اگلے ابواب میں دیا گیا ہے)۔

پھر جب یگ کے آخر میں برائی اپنی انتہا کو پہنچ جائے گی تو جسور برہمن کا بیٹا گرگ یعنی کل ظاہر ہوگا۔اسی کے نام پر اس یگ کا نام کل یگ رکھا گیا ہے۔طاقت میں کل کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا اور ہتھیاروں کے استعمال میں بھی اس جیسا کوئی اور ماہر نہیں ہے۔پھر وہ برائی کو ختم کرنے کے لئے تلوار نکال لیتا ہے۔وہ زمین کو ان کی گندگی سے پاک کرتا اور ان سے خالی کرا لیتا ہے۔پھر نیک اور پاک باز لوگوں کو نسل جاری رکھنے کے لئے جمع کرتا ہے۔اب کرت یگ ان کے بہت پیچھے رہ جاتا ہے اور دنیا اور زمانہ پاکی، خیر کل اور مسرت کی طرف واپس آجاتے ہیں۔

یہ ہیں ان یگوں کے حالات جو چتر یگ میں گردش کرتے رہتے ہیں۔

چرک کتاب کے مطابق طب کا آغاز

علی ابن زین طبری نے کتاب چرک سے نقل کیا ہے کہ قدیم زمانے میں زمین، زرخیز اور تندرست تھی اور مہا بھوت یا عناصر اعتدال کی حالت میں تھے۔لوگ محبت کے ساتھ آپس میں مل جل کر رہتے تھے۔ ان میں حرص، جھگڑا اور بغض وحسد نہ تھا اور نہ کوئی ایسی چیز موجود تھی جس سے انسان کا بدن اور نفس بیمار ہو جاتا ہے۔لیکن جب حسد آیا تو حرص بھی پیدا ہوئی۔لوگ حرص میں مبتلا ہو کر جمع کرنے کی کوشش کرنے لگے جو بعض کے لئے آسان اور بعض کے لئے مشکل تھا۔چنانچہ لوگ فکر، پریشانی اور رنج میں مبتلا ہو گئے اور اس کا نتیجہ جنگ، مکر و فریب اور جھوٹ نکلا۔انسانوں کے دل سخت ہو گئے، طبیعتیں بدل گئیں اور بیماریاں پیدا ہو گئیں۔بیماریوں نے انسان کو خدا کی عبادت اور علم کے فروغ سے غافل کر دیا۔اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہالت میں اضافہ ہوا اور نفاق بڑھ گیا۔ اس وقت نیک لوگ اطری کے بیٹے کرس (؟) درویش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غور و فکر کرنے لگے۔ پھر درویش پہاڑ پر چڑھ گیا اور خود کو زمین پر گرا دیا اور دعا کی جس پر خدا نے علم طب کو اس پر القا کیا۔

(اسی طرح کی یونانی روایات بھی البیرونی نے نقل کی ہیں)۔

باب ۴۴

منونتر

منونتر، ان کے اندر اور اندر کی اولاد

جس طرح ۷۲،۰۰۰ کلپ برہما کی عمر کی مدت ہے اسی طرح منونتر یعنی منو کی مدت اندر کی عمر کی مدت ہے۔ اندر کی حکومت منونتر کی مدت ختم ہونے پر ختم ہو جاتی ہے اور ان کا عہدہ دوسرا اندر سنبھال لیتا ہے جو نئے منونتر کے دوران دنیا پر حکومت کرتا ہے۔

(اس کے بعد ایک جدول میں (۱۴) کا عدد، اور وشنو پُران کے مطابق منونتروں کے نام، اندر اور منو کی اولاد کے نام، جو ہر نئی مدت کے شروع ہونے پر دنیا پر حکومت کرتے تھے، درج کئے ہیں۔ نقطہ بعض منونتروں کے متعدد نام ہیں۔ ان کی وجہ البیرونی نے یہ بتائی ہے کہ ہندوؤں کو ناموں کی کثرت پسند ہے، وہ ترتیب کا مطلق لحاظ نہیں کرتے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۵

بنات النعش

وشِشٹ کی بیوی

ہندوستانی زبان میں بنات النعش کو سپت رشی یعنی سات رشی کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ سنیاسی تھے جو صرف حلال رزق پر گزارہ کرتے تھے اور ان کے ساتھ ایک پاک باز عورت سہا بھی تھی۔(Ursa Major Star 80 by Z) وہ کھانے کے لئے تالاب سے کنول کے ڈنٹھل چن رہے تھے کہ دھرم نے آ کر اس عورت کو ان سے چُھپا دیا۔ ان سب نے بہت ندامت کا اظہار کیا اور بے گناہی کی قسمیں کھائیں جن کو دھرم نے پسند کیا اور ان کی عزت افزائی کے لئے انہیں اٹھا کر اس جگہ پہنچا دیا جہاں پر وہ دکھائی دیتے ہیں۔

(پھر ورہ میر کی سمہت سے بنات النعش کے حالات نقل کئے ہیں۔ بنات النعش کے مطلع کے بارے میں ہندوستانی علماء میں جو اختلاف ہے اس پر تبصرہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں البیرونی نے ایک بڑی معرکتہ الآرا بات کہی ہے اور وہ یہ کہ ''ہمارا زمانہ'' یعنی اس کتاب کے لکھنے کا زمانہ ۱۰۳۰ء ہے جو ۹۵۲ ساکا کال کے مطابق ہے۔ البیرونی کے اس خیال کی تائید ساکا کال کی جنتریوں سے ہوتی ہے)۔

ہیئت کے مسائل کو مذہبی روایات کے ساتھ خلط ملط کر دیا گیا ہے

یہ تمام اختلاف جن کی ہم نے نشاندہی کی ہے اس وجہ سے ہیں کہ اول تو ہندوؤں کو ہیئتی تحقیق کی سمجھ نہیں اور دوسرے یہ کہ ان مسائل کو مذہبی روایات کے ساتھ مخلوط کر دیا گیا ہے۔ علماء مذہب بنات النعش کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ ''سات رشی'' ثوابت سے بلند ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہر منونتر میں ایک نیا منو ظاہر ہوتا ہے جس کی اولاد کو زمین فنا کر دیتی ہے لیکن اندر کی حکومت کی اور فرشتوں کی مختلف جماعتوں اور سات رشیوں (بنات النعش) کا احیاء نو یعنی ان کی از سرِ پیدائش ہوتی ہے۔ فرشتوں کی ضرورت اس لئے ہے کہ انسان ان کے لئے قربانی کرے اور ان کا حصہ آگ تک پہنچائے اور سات رشیوں (بنات النعش) کی اس لئے ضرورت ہے کہ وید کی تجدید کریں کیونکہ ہر منونتر کے ختم پر وید فنا ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نے یہ مضمون وشو پُران سے لیا ہے اور وہیں سے ہم نے ہر منونتر کے ساتھ رشیوں کے نام بھی لیے ہیں جو ایک جدول میں درج کیے گئے ہیں۔

(اس جدول میں ۱۴ منونتروں کے ساتھ رشیوں (بنات النعش) کے ساتھ ستاروں) کے نام بھی درج ہیں)۔

باب ۴۶

نارائن' اس کے نام اور مختلف زمانوں میں اس کا ظہور

نارائن کے نام

ہندوؤں کے نزدیک نارائن ایک مافوق فطرت قوت ہے جس کا مقصد نہ دنیا کی حالت کو اچھائی کے ذریعے اچھا بنانا ہے اور نہ برائی کے ذریعے بُرا بنانا' وہ صرف برائی اور ابتری کو تمام ممکن ذرائع سے دفع کرتا ہے۔ اس کے نزدیک اچھائی برائی سے پہلے سے موجود ہے لیکن اگر اچھائی کا سلسلہ جاری نہیں رہتا یا اچھائی موجود نہیں ہوتی تو برائی سے کام لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس سوار جیسی ہے جو اناج کے کھیت کے درمیان میں پہنچ گیا ہے۔ جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے اور وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے جہاں غلطی سے پہنچ گیا تھا تو اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارا نہیں کہ پھر اسی راستے سے واپس آئے جس سے گیا تھا اور اس کے واپس آنے سے اناج کی پھر وہی خرابی ہو جیسی پہلے ہوئی تھی لیکن اس کے علاوہ تلافی کی کوئی اور صورت نہیں ہے۔

ہندو اس قوت اور علت اولیٰ کے درمیان امتیاز نہیں کرتے۔ اس کا دنیا میں رہنا بالکل ویسا ہی ہے لیکن ایسا اس لئے ہے کہ ان کے خیال میں دنیا میں ظہور کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔

دوسرے اوقات کے علاوہ اور ایک مرتبہ پہلے منونتر کے تمام ہونے پر دال کھلیہ (؟) سے جو دنیا کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا نارائن حکومت چھیننے کے لئے ظاہر ہوا۔ نارائن نے دال کھلیہ سے حکومت چھین کر ''ست کرت'' کے حوالے کر دی جو پوری سو قربانیاں ادا کرتا تھا اور نارائن نے ست کرت کو اندر بنا دیا۔

(اس کے بعد چھٹے منونتر کے خاتمے پر نارائن کے ظہور کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس وقت نارائن نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درو چن کے لڑکے راجا بل کو قتل کیا تھا)۔

اسی کتاب وشنو پران میں دوسری جگہ لکھا ہے "وشنو نارائن کا دوسرا نام ہے جو ہر دواپر کے ختم پر وید کو چار حصوں میں تقسیم کرنے آتا ہے کیونکہ انسان کمزور ہے اور پورے وید پر عمل کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی شکل ویاس سے ملتی ہے۔"

پھر ساتویں منونتر کے ویاس کے ناموں کی فہرست پیش کی ہے)۔

باب ۴۷

واسودیو اور بھارت کی لڑائیاں

فطرت کے حالات بھی انسانی تاریخ جیسے ہیں

دنیا کی آبادی کا انحصار کھیتی اور اولاد کی پیدائش پر ہے۔ دونوں میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا ہے۔ ان کی زیادتی کی کوئی حد نہیں جبکہ دنیا محدود ہے۔ جب پودوں یا جانوروں کی کوئی نوع جسامت کے اعتبار سے نہیں بلکہ تعداد کے حساب سے بڑھتی رہتی ہے اور ایک بار پیدا ہو کر اور مر کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ بار بار اپنی نوع کو پیدا کرتی رہتی ہے اور ایک نہیں بلکہ ایک ایک بار میں کئی کئی کو پیدا کرتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ صرف ایک ہی نوع کے درخت یا ایک ہی نوع کے حیوان زمین پر اس قدر پھیل جائیں گے کہ ہر طرف وہی وہ دکھائی دیں گے۔

کسان اپنے کھیت کو صاف کرتا ہے اور جس چیز کی اسے ضرورت ہے وہی اگاتا ہے اور باقی کو اکھاڑ پھینکتا ہے۔ مالی پودوں کی ان شاخوں کو رکھتا ہے جنہیں وہ اچھا سمجھتا ہے اور باقی شاخوں کو چھانٹ دیتا ہے۔ شہد کی مکھیاں اپنی ان ہم جنسوں کو جو صرف کھاتی ہیں اور کام نہیں کرتیں مار کر ختم کر دیتی ہیں۔ فطرت کا یہی انتظام ہے لیکن وہ فرق نہیں کرتی۔ اس کے عمل سے ہر ایک متاثر ہوتا ہے وہ پتے، پھل اور شاخیں سب کو مٹا دیتی ہے اور درخت کو وہ کام کرنے سے روک دیتی ہے جس کے لئے وہ بنا تھا لیکن وہ ایسا اس لئے کرتی ہے کہ پرانے درختوں کو ہٹا کر نئے پودوں کے لئے گنجائش اور جگہ نکالے۔

اس طرح جب دنیا میں لوگوں کی کثرت سے خرابی پیدا ہو جاتی ہے یا پیدا ہونے کے قریب ہوتی ہے تو اس کا حاکم، جس کا تدبر اور حکمت اس کے ذرے ذرے سے ظاہر ہے اپنے کسی قاصد کو بھیجتا ہے تاکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس زیادتی کو کم کرے اور برائی کو قطع کرے۔

واسودیو کی پیدائش کا واقعہ

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ایسے قاصدوں میں سے ایک واسودیو ہے جس کو آخری بار انسان کی شکل میں واسودیو کے نام سے اس وقت بھیجا گیا تھا جب دنیا میں عفریتوں کی کثرت ہوگئی تھی اور انہوں نے ساری دنیا کو اپنے ظلم سے دہشت زدہ کر دیا تھا۔ زمین ان کے بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے لڑکھڑانے لگی تھی۔ اس وقت متھرا شہر میں واسودیو کا راجا کنس کی بہن کے بطن سے جنم ہوا۔ یہ لوگ جاٹ خاندان کے تھے اور مویشی پالتے تھے اور اصل میں یہ لوگ نیچ ذات کے شودر تھے۔ کنس کو ایک ندائے غیبی کے ذریعے جو اسے اپنی بہن کی شادی کے وقت سنائی دی تھی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی موت اس کے بھانجے کے ہاتھوں ہوگی۔ اس لئے اس نے چند لوگ مقرر کر دیئے تھے کہ وہ اس کے (بہن کے) جو بھی بچہ پیدا ہو لے آئیں۔ آخر میں اس کے (بہن کے) ہاں بھل بدر پیدا ہوا۔ اس بچے کو گلے بان کی بیوی یشودا نے لے لیا۔ اس کے بعد وہ آٹھویں بار حاملہ ہوئی اور بھادر پد ماہ کی ایک اندھیری برساتی رات میں واسودیو کو جنم دیا۔ جب قید خانے کے محافظ گہری نیند سو رہے تھے تو باپ اس بچے کو چھپا کر متھرا کے قریب نند کالے گیا۔ وہاں واسودیو کی پرورش یشودا کے ہاتھوں ہوئی۔ یشودا کو یہ پتہ نہیں تھا کہ واسودیو اس کا حقیقی بیٹا نہیں ہے...... لیکن پھر بھی کنس کو اس معاملے کی بھنک پڑ گئی تھی۔

کاروا اور پانڈو کی لڑائی کے واقعات درج ذیل ہیں:

کورو کی اولاد (یعنی دھرت راشٹر) اپنے چچا زاد بھائیوں (پانڈو کی اولاد) کے درپے آزار رہتی تھی۔ دھرت راشٹر نے انہیں مہمان بنایا اور ان کے ساتھ جوا کھیلا اور ان کی تمام املاک کو جیت لیا۔ پانڈو ہر ہر چیز ہارتے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دھرت راشٹر نے ان سے یہ شرط لی کہ وہ دس برس سے زیادہ جلاوطن رہیں اور اس مدت کے بعد ملک کے کسی ایسے دور دراز گوشے میں جہاں انہیں کوئی نہ جانتا ہو روپوش ہو جائیں۔ اگر وہ یہ شرط پوری نہ کریں تو انہیں اتنے ہی سال اور جلاوطن رہنا ہوگا۔ یہ شرط پوری کی گئی اور آخر کار لڑائی کے لئے ان کے سامنے آنے کا وقت آ گیا۔ ہر فریق اپنی پوری جماعت اور مددگاروں کے ساتھ "تھانیسر" کے میدان میں پہنچ گیا اور میدان میں اتنے لوگ جمع ہو گئے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ لوگ اٹھارہ اکشوہنی تھے۔ ہر فریق نے واسودیو کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی۔ اس پر واسودیو نے یہ پیش کش کی کہ یہ لوگ یا تو تنہا اس کی ذات کو لے لیں یا اس کے بھائی بل بھدر اور اس کی فوج کو۔ لیکن پانڈوؤں نے تنہا واسودیو کو ساتھ لینے کو ترجیح دی۔ پانڈو پانچ بھائی تھے یدھشٹر ان کا سردار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا' ارجن جو سب سے بہادر تھا اور ان دونوں کے علاوہ سہدیو' بھیم سین اور نکل تھے۔ ان کے ساتھ اکشوہنی تھے جبکہ ان کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اگر واسودیو کی تیاریاں اور تدبیریں ان کے ساتھ نہ ہوتیں تو ان کو فتح حاصل نہ ہوتی۔ واسودیو کی وجہ سے ان کو فتح حاصل ہوئی مگر تمام کی تمام فوج موت کے گھاٹ اتر گئی اور صرف یہ پانچ بھائی زندہ بچے۔ لڑائی کے بعد واسودیو اپنے گھر واپس آ کر اپنے خاندان والوں سمیت وجو یادو کہلاتے تھے چل بسے اور پانچوں بھائی بھی لڑائی ختم ہونے کے ایک سال کے اندر وفات پا گئے۔

البیرونی نے واسودیو اور پانچ پانڈو بھائیوں کے خاتمے کے بارے میں کچھ مزید تفصیل بھی بیان کی ہے' واسودیو کا ایک بھائی اور عزیز ایک کڑھائی کو کرتے میں چھپا کر رشی درداسا کے پاس گئے اور پوچھا کہ ہمارے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ رشی کو اس مذاق پر سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کہ تمہارے عزیز کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسی سے تمہاری اور تمہارے عزیز کی موت ہوگی۔ واسودیو نے یہ سوچ کر کہ یہ بددعا صحیح ثابت ہوگی کڑھائی کو دریا میں پھینکوا دیا۔ کڑھائی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ایک مچھلی نے کھا لیا۔ جب مچھیرے نے اس مچھلی کو پکڑا اس نے اس کے پیٹ سے نکلے لوہے کے ٹکڑے سے تیر بنوا لیا۔ اسی تیر سے واسیودیو جو ایک پیڑ کے نیچے پالتی مار کے بیٹھے تھے ہلاک ہوئے' مچھیرے نے انہیں ہرن سمجھ کر ان پر تیر چلایا تھا۔ کڑھائی کے دوسرے ٹکڑوں سے بردی کی ایک جھاڑی پیدا ہوگئی' جب یادو اس کے قریب پہنچے اور بیٹھ کر شراب پینے لگے تو ان میں تکرار ہوگئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو اس کے گٹھوں سے مار ڈالا ارجن جس کو واسیودیو نے اپنی لاش پھونکنے اور خواتین کو واپس لے جانے کا حکم دیا تھا راستے میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں مارا گیا۔ گرچہ ارجن نے ڈاکوؤں کو پسپا کر دیا تھا لیکن اسے محسوس ہوا کہ اس کی طاقت جواب دے رہی تھی۔ وہ اور اس کے بھائی شمال کی طرف چلے گئے اور پہاڑوں میں داخل ہو گئے لیکن وہاں سردی کی شدت سے وہ سب یکے بعد دیگرے ہلاک ہو گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۸

اکشوہنی سے کیا مراد ہے؟

ایک اکشوہنی میں	۱۰ (دس)	انت کنی ہوتے ہیں
ہر انت کنی میں	۳	چم ہوتے ہیں
ہر چم میں	۳	پری تن ہوتے ہیں
ہر پری تن میں	۳	واہنی ہوتی ہیں
ہر واہنی میں	۳	گن ہوتے ہیں
ہر گن میں	۳	گلم ہوتے ہیں
ہر گلم میں	۳	سینا مکھ ہوتے ہیں
ہر سینا مکھ میں	۳	پتی ہوتی ہیں
ہر پتی میں	۳	رتھ ہوتے ہیں

شطرنج میں رتھ کا نام رخ ہے۔ یونانی اس کو لڑائی کا رتھ کہتے ہیں' اس کو منقالوس نے ایجاد کیا تھا۔ ایتھنز والوں کا دعویٰ ہے کہ سب سے پہلے وہ جنگ کے رتھوں پر سوار ہوتے تھے۔ اس سے پہلے افروڈیسیس ہندو' جب وہ مصر کا بادشاہ تھا' طوفان سے تقریباً ۹۰۰ سال قبل اس کو ایجاد کر چکا تھا۔ اس مصری رتھ کو دو گھوڑے کھینچتے تھے۔

ہر رتھ سے متعلق ایک ہاتھی تین سوار اور پانچ پیادے ہوتے ہیں۔ یہ ترتیب لڑائی کی تیاری خیموں کی تنصیب اور کوچ کرنے کی غرض سے قائم کی گئی ہے۔ ایک اکشوہنی میں ۲۱،۸۷۰ رتھ ۲۱۸۷۰ ہاتھی ۳۵۱۰،۰۹،۱ پیادے ہوتے ہیں۔

ہر رتھ میں چار گھوڑے اور چار کوچوانوں کے علاوہ گاڑی کا سردار ہوتا ہے جو تیر کمان سے لیس ہوتا ہے پھر ہر ہاتھی پر اس کا مہاوت اور ایک نائب مہاوت جو ہودج کے پیچھے سے جس پر سردار تیر انداز اپنے دو معاون نیزہ بازوں کے ساتھ بیٹھا ہوتا ہے ہاتھی کو انکش مارتا رہتا ہے۔ ہاتھی پر اس فوجی عملے کے علاوہ ایک مسخرہ (ہاؤ ہاؤ) بھی ہوتا ہے۔ عام حالات میں یہ مسخرا ہاتھی کے آگے آگے چلتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حساب سے رتھوں اور ہاتھیوں پر ۲،۸۴،۳۲۳ سوار ہوتے ہیں۔ گھوڑا سواروں کی تعداد ۸۷،۴۸۰ ہوتی ہے۔ ایک اکشوہنی میں ۲۱،۸۷۰ ہاتھی ۲۱،۸۷۰ رتھ ۵۳،۹۰ گھوڑے اور ۱۴،۵۹،۲۸۳ افراد ہوتے ہیں۔

ایک اکشوہنی میں جان داروں (ہاتھی گھوڑے اور افراد) کی مجموعی تعداد ۶۳۴،۲۴۳ ہوتی ہے اس حساب سے ۱۱۸ اکشوہنی میں ان کی تعداد ۴۱۶،۳۷۴ ہوتی ہے جس میں ۳،۹۳،۶۶۰ ہاتھی ۲۷۵۶۲۰ گھوڑے اور ۹۴۰،۲۶۷،۸ افراد ہوتے ہیں۔

یہ ہے تفصیل ایک اکشوہنی اور اس کے اجزاء کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۹

تاریخی ادوار کا مختصر بیان

ادوار سے تاریخ اور نجوم کی مدتوں کو متعین کیا جاتا ہے۔

ہندوؤں کے چند ادوار

ہندو بڑے بڑے اعداد کے استعمال سے اکتاتے نہیں بلکہ اسے پسند کرتے ہیں لیکن اکثر اوقات بعض عملی دشواریوں کی وجہ سے چھوٹے اعداد استعمال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ان کی تاریخ کے ادوار میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) برہما کے وجود کی ابتدا

(۲) برہما کے موجودہ یوم کی ابتدا یعنی کلپ کی ابتدا

(۳) ساتویں منونتر کی ابتدا جو ہمارا زمانہ ہے

(۴) اٹھائیسویں چتر یگ کی ابتدا جس میں ہم لوگ اس وقت ہیں

(۵) موجودہ چتر یگ کے چوتھے یگ یعنی ''کالی کال'' (کالی کا زمانہ) کی ابتدا۔ کیونکہ یگ اسی کی طرف منسوب ہے' اگرچہ اس کا صحیح زمانہ اس یگ کا آخری حصہ ہے۔ ہندو ''کالی کال'' سے کل یگ کی ابتدا امراد لیتے ہیں۔

(۶) پانڈو کال یعنی پانڈوؤں اور بھارت کی لڑائیوں کا زمانہ۔ یہ سب زمانے یا ادوار بہت قدیم ہیں جن کو گزرے ہوئے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے ان سے کام لینا منجموں اور دوسرے لوگوں کے لئے دشوار ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

مصنف ۴۰۰ یزدجرد کو معیار بناتا ہے

ہندوؤں کے ان زمانوں یا ادوار کو سمجھانے کے لئے ہم ہندوؤں کا وہ سن لیتے ہیں جس کا بڑا حصہ ۴۰۰ یزدجرد میں پڑتا ہے۔ یہ عدد صرف سیکڑے کا ہے اس میں اکائی اور دہائی نہیں ہیں۔ اس خصوصیت کی وجہ سے یہ سال دوسرے سالوں سے ممتاز ہے۔ پھر یہ سال اس لیے بھی یادگار رہے کہ اس سے تقریباً ایک سال قبل دین کا مضبوط ترین ستون گر پڑا یعنی سلطان محمودؒ علیہ الرحمۃ جیسے شیر عالم اور یگانہ روزگار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کا انتقال ہوا۔ ہندوؤں کا یہ سال یزدجری سال کے نوروز (یعنی پہلے دن) کے صرف بارہ دن پہلے اور سلطان کی وفات کے ٹھیک دس ایرانی ماہ بعد شروع ہوتا ہے۔

اس یزدجردی سنہ کی بنیاد پر ہم ان سالوں کا حساب لگالیں گے جو اس ہندو سال کے آغاز پر ختم ہوتے ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا اور جو نوروز سے صرف بارہ دن پہلے شروع ہوتا ہے۔

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے اقتباسات اور بعض دوسری علمی کتابوں کی مدد سے البیرونی نے مندرجہ ذیل باتوں کا حساب لگایا ہے (۱) برہما کی کتنی عمر گزر چکی ہے (۲) رام کا زمانہ اور (۳) موجودہ کل یگ کی کتنی مدت گزر چکی ہے۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل نسبتاً زیادہ اہم ادوار کے آغاز کی تاریخیں بھی متعین کی ہیں (۱) شری ہرش کا زمانہ (۲) وکرمادتیہ کا زمانہ (۳) شک کا زمانہ (۴) ولبھ کا زمانہ (۵) گپت کال

شری ہرش کا دور

شری ہرش کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وہ مٹی کو دیکھ کر زمین کے ساتوں طبقے کی گہرائی تک جو خزانے دفن ہیں ان کا پتہ چلا لیتے تھے اور انہیں نکال لیتے تھے جس کی وجہ سے انہیں اپنی رعایا پر سختی کرنے کی ضرورت نہیں تھی (یعنی محصول، لگان وغیرہ کے معاملے میں) ان کا سنہ متھرا اور قنوج کے نواح میں مستعمل ہے۔ شری ہرش اور در کرمادتیہ کے درمیان ۴۰۰ سال کی مدت ہے جیسا کہ مجھے اس علاقے کے بعض باشندوں نے بتایا ہے لیکن کشمیری جنتری میں میں نے یہ پڑھا ہے کہ ہرش، وکرمادتیہ کے ۶۶۴ سال بعد ہوا ہے۔ اس اختلاف نے مجھے شبہ میں ڈال دیا ہے اور مجھے اب تک اس معاملے میں کوئی مستند معلومات حاصل نہیں ہو سکی ہیں۔

وکرمادتیہ کا عہد

وکرمادتیہ کا سنہ استعمال کرنے والے ہندوستان کے جنوبی اور مغربی حصوں میں رہتے ہیں۔ یہ سنہ مندرجہ ذیل طریقہ پر کام میں لایا جاتا ہے۔

۳۴۲ کو ۳ سے ضرب دیتے ہیں اور حاصل ضرب ۱۰۲۶ میں موجودہ "ششٹ یابد" یعنی ساٹھ سالہ "سموتسر" کے گزرے ہوئے سال جوڑ دیتے ہیں۔ یہی وکرمادتیہ کا سن ہے۔

شک سال

شک کا زمانہ یا شک کال وکرمادتیہ کے زمانے کے ۱۳۵ سال بعد ہے۔ مذکورہ شک نے ان کے ملک کے اس حصہ پر جو دریائے سندھ اور سمندر کے بیچ میں ہے، قبضہ کر کے اس کے وسط میں آریہ ورت کو اپنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدر مقام بنایا۔ اس نے ہندوؤں کو اس بات سے منع کر دیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو "شک" کے علاوہ کسی اور ذات سے منسوب کریں۔ بعض ہندوؤں کا خیال ہے کہ وہ شہر منصورہ کا شودر تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ ہندوستان کا رہنے والا نہیں تھا بلکہ پچھم سے آیا تھا۔ ہندو اس کے ہاتھوں سخت مصیبت میں مبتلا رہے یہاں تک کہ پورب سے وکرمادتیہ نے پیش قدمی کر کے اس پر حملہ کیا اور شکست دی اور کرور کے اطراف میں جو ملتان اور لونی قلعہ کے درمیان واقع ہے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ تاریخ مشہور ہوگئی اور اس کو اس زمانے کا سن بنالیا گیا۔ منجموں نے خاص طور پر اس سن کو استعمال کیا۔ انہوں نے اس فاتح کی تعظیم کے لئے اس کے نام میں شری کا لفظ بڑھا دیا۔ چونکہ وکرمادتیہ کی طرف یہ سن منسوب ہے وہ وکرمادتیہ نام کا کوئی دوسرا شخص تھا' وہ وکرمادتیہ نہیں تھا جس نے شک کو مارا تھا۔

ولبھ کا سال

یہ سن ولبھ کے نام پر ہے جو شہر ۵ ولبھ کا حاکم تھا۔ یہ شہر انہلواڑا سے تقریباً ۳۰ یوجن جنوب میں واقع ہے یہ سن شک (شاکا) سن کے ۲۴۱ سال بعد کا ہے۔ لوگ اسے اس طرح کام میں لاتے ہیں وہ شک کال کا سن سے ۶ کے مکعب اور ۵ کے مربعے کو گھٹاتے ہیں یعنی (۲۴۱ = ۲۵ × ۲۱۶) ۲۴۱ کم کرتے ہیں جو بچتا ہے وہی ولبھ کا سن ہے۔ ولبھ کی تاریخ مناسب مقام پر بیان ہوئی ہے۔ (دیکھئے باب ۱۷)

گپت کال

اب آیئے گپت کال کی طرف گپت لوگوں کے متعلق یہ خیال کہ وہ شریر اور طاقتور قوم تھی اور جب یہ قوم فنا ہوگئی تو اسی کو ان کا سن بنالیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ولبھ ہی اس قوم کا آخری شخص تھا کیونکہ گپت سن اور ولبھ سن معاصر ہیں اور دونوں شک کے سن سے ۲۴۱ سال پیچھے ہیں۔

منجموں کا سن

منجموں کا سن شک کال کے ۵۸۷ سال بعد شروع ہوتا ہے۔ برہم گپت کی زیچ "کھنڈ کھڈ ایک" جو مسلمانوں میں ارکند کے نام سے مشہور ہے کی بنیاد اسی سن پر ہے۔

سموت سرس کے حساب سے مستعمل تاریخوں کو نکالنے کا طریقہ

عام لوگ سالوں کو ایک ایک کر کے صدی شمار کرتے ہیں اور اس کو "سموت سرس" کہتے ہیں۔

جب ایک صدی پوری ہو جاتی ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں اور نئی صدی کا شمار کرنے لگتے ہیں۔ اس کو "کال لوک" یعنی پوری قوم کا سن کہتے ہیں لیکن اس صدی کے متعلق لوگوں کے بیانات اس قدر مختلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ میرے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان میں سے صحیح کون سا ہے۔ ایسا ہی اختلاف سال کے آغاز کے متعلق بھی ہے۔ میں نے اس کے بارے میں جو کچھ سنا ہے وہ بیان کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن یہ ابہام رفع ہو جائے گا اور میں اس کی حقیقت کو دریافت کرلوں گا' (اس کے بعد ملک کے مختلف حصوں میں سال کی جو ابتدا تسلیم کی گئی ہے اس کا بیان کیا ہے)۔

ہم پہلے ہی یہ عذر کر چکے ہیں کہ اس باب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کی تحقیق نہیں ہو سکی ہے۔

ہندوؤں کے یہاں تاریخ شماری کے مشہور طریقے

اس باب میں جن سنوں کا ذکر ہوا ہے اس کی عملی توجیہہ نہیں کی جا سکتی کیونکہ ان میں جو مدتیں استعمال ہوتی ہیں وہ صدی سے زیادہ ہیں اور سو سال سے قبل کے واقعات کے بارے میں روایات میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔

کابل کے راجاؤں کے خاندان کی ابتدا

ہندوؤں کے راجا کابل میں بھی تھے۔ یہ وہ ترک تھے جن کا خاندان تبت کا تھا۔ ان کا پہلا شخص ''برہا تاکن'' کابل آیا اور ایک غار میں داخل ہو گیا۔ اس غار میں صرف لیٹ کر یا کھسک کر داخل ہوا جا سکتا تھا۔ غار میں پانی موجود تھا۔ کھانے کا کئی دن کا سامان بھی اس نے وہاں رکھ لیا تھا۔ یہ غار ہمارے زمانے تک ''ور'' کے نام سے مشہور ہے جو لوگ ''برہا تاکن'' کے نام کو مبارک سمجھتے ہیں وہ تکلیف اٹھا کر اس غار میں جاتے اور وہاں کا پانی لے کر واپس آتے ہیں۔ اس غار کے دہانوں میں کسانوں کی کئی ٹولیاں کام کرتی تھیں۔ اس قسم کے کام بغیر کسی کو شریک کیے انجام نہیں پا سکتے اور اس وقت تک راز میں نہیں رکھے جا سکتے جب تک کہ رازداروں سے قول و قرار نہ لے لیے جائیں۔ جس شخص کو اس نے ملایا اور اپنا رازدار بنایا تھا اس نے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ باری باری دن رات وہاں کام کرتے رہیں تاکہ وہ جگہ کسی وقت لوگوں سے خالی نہ رہے۔

غار میں داخل ہونے کے چند دن بعد اس نے لوگوں کی موجودگی میں غار سے اس طرح باہر کی طرف کھسکنا شروع کیا جیسے ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ ترکی لباس' سامنے سے کھلی ہوئی قبا' اونچی ٹوپی اور جوتے پہنے ہوئے تھا اور ہتھیاروں سے لیس تھا۔ لوگ اس کے اس طرح نمودار ہونے کو ایک معجزہ سمجھے اور انہوں نے یہ خیال کر کے کہ اسے بادشاہ بنا کر پیدا کیا ہے اس کی تعظیم کرنے لگے اور وہ واقعی ان مقامات پر قابض ہو کر حکمرانی کرنے لگا اور اپنے لئے شاہ کابل کا لقب اختیار کیا۔ اس کے بعد اس کے خاندان کے دوسرے لوگ وہاں کئی نسلوں تک حکومت کرتے رہے۔ ان راجاؤں کی تعداد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریباً ۶۰ ہے۔

بد قسمتی سے ہندو واقعات کی تاریخی ترتیب کا بالکل خیال نہیں کرتے اور نہ بادشاہوں کی تخت نشینی کو تاریخی ترتیب سے بیان کرتے ہیں اور جب انہیں کوئی الجھن یا دقت پیش آتی ہے تو من گھڑت کہانیاں بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم وہ تمام روایات بیان کر دیتے جو ہمیں بعض لوگوں نے سنائی ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ اس شاہی خاندان کا شجرۂ نسب ریشم کے پارچے پر لکھا ہوا نگر کوٹ کے قلعے میں موجود ہے۔ میں اسے دیکھنا چاہتا تھا لیکن بعض وجہ سے ایسا نہ کر سکا۔

(اس کے بعد ان کے ایک بادشاہ ''کنک کا'' جس نے پرشادروہار بنوایا تھا اپنے وزیر کے ہاتھوں معزول اور قید کر دیئے جانے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس کے معزول ہونے کے بعد حکومت برہمن بادشاہوں کے ہاتھوں میں آ گئی)

تبتی خاندان کا خاتمہ اور برہمن خاندان کی ابتدا

اس خاندان کا آخری بادشاہ ''لگ تورمان'' تھا۔ اس کا وزیر کلر ایک برہمن تھا۔ کلر کے مقدر نے یاوری کی اور اسے چھپا ہوا خزانہ مل گیا جس سے اس کا اثر اور طاقت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تبتی خاندان کا آخری بادشاہ اپنے خاندان کی طویل حکومت کو گنوا بیٹھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ لکتورمان کے اخلاق و عادات اتنے بگڑ گئے تھے کہ لوگوں نے وزیر سے اس کی شکایت کی۔ وزیر نے اس کو گرفتار کر لیا اور اصلاح کے لئے قید کر دیا۔ مگر اب اقتدار کا مزہ وزیر کے منہ لگ چکا تھا چنانچہ اس نے اپنی دولت اور اس سے حاصل ہونے والے اثر و رسوخ کے بل بوتے پر تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد دوسرے برہمن بادشاہوں نے حکومت کی اور سمندر (سامنت) کملو، بھیم، جے پال، آنند پال اور تروجن پال یکے بعد دیگرے) تخت نشین ہوئے۔ آخر الذکر یعنی (تروجن پال (۴۱۲ ہجری (۱۰۲۱ عیسوی) میں قتل کیا گیا اور اس کا بیٹا پانچ سال بعد یعنی ۱۰۲۶ عیسوی میں قتل ہوا۔

ہندو بادشاہوں کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اب اس کے خاندان کا ایک بھی فرد باقی نہیں ہے۔ ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس خاندان کے سلاطین اپنے جاہ و حشم کے باوجود لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے اور اچھے کام کرنے میں پیش پیش تھے اور نہایت شریف النفس تھے۔ مجھے آنند پال کے اس خط کا جو اس نے سلطان محمود کو اس وقت لکھا تھا جب دونوں کے تعلقات نہایت کشیدہ تھے۔ مندرجہ ذیل ٹکڑا بہت پسند آیا:

''میں نے سنا ہے کہ ترکوں نے آپ کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور خراسان میں پھیل گئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر آپ منظور کریں تو پانچ ہزار سوار' دس ہزار پیادے اور سو ہاتھی کے ساتھ ہم خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اگر آپ فرمائیں تو اپنے بیٹے کو اس سے دو چند کمک کے ساتھ بھیج دیں۔ ہماری اس پیش کش کا آپ پر کیا اثر ہوگا۔ مجھے اس کا مطلق کوئی خیال نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ آپ مجھے شکست دے چکے ہیں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ کسی سے شکست کھائیں''۔

یہ راجا اس وقت سے مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا تھا جب سے اس کے بیٹے کو قید کیا گیا تھا لیکن اس کا بیٹا ترلوچن پال اس معاملے میں اپنے باپ کی ضد تھا۔

باب ۵۰

ایک کلپ اور ایک چتر یگ میں ستاروں کی گردش

الفزاری اور یعقوب ابن طارق کے اقوال

کلپ کی ایک شرط یہ ہے کہ اس میں سیارے اپنے اپنے اوج اور جوزہر کے ساتھ حمل کے OO میں اعتدال ربعی کے نقطہ پر جمع ہو جائیں۔ اس کے نتیجے میں ایک کلپ کے دوران ہر سیارہ اپنی چند گردشیں مکمل کرتا ہے۔

الفزاری اور یعقوب ابن طارق نے اپنی زیچوں میں ان گردشوں کو ایک پنڈت سے معلوم کر کے بیان کیا ہے۔ یہ پنڈت ۱۵۴ ہجری (۷۷۱ عیسوی) میں سندھ کے وفد کے ساتھ خلیفہ منصور کے دربار میں بغداد آیا تھا۔ جب ہم اس پنڈت کے بیان کا مقابلہ ہندوؤں کے اصل بیانات سے کرتے ہیں تو ان دونوں میں بہت فرق نظر آتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ اختلاف الفزاری اور یعقوب کے ترجمے سے پیدا ہوا یا ہندو پنڈت نے ایسا ہی لکھوایا یا بعد میں برہم گپت یا کسی اور شخص کی تصحیح سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ جب کوئی عالم ستاروں کے حساب میں کوئی غلطی پائے گا تو اسے صحیح کرنے کی کوشش ضرور کرے گا جیسا کہ مثال کے طور پر محمد ابن اسحاق سرخ نے کہا ہے۔

برہم گپت کے یہاں آریہ بھٹ کا حوالہ

برہم گپت نے آریہ بھٹ کے حوالے سے چاند کے اوج اور جوزہر کے دوروں کے متعلق دوسرا نظریہ پیش کیا ہے جس کو ہم نقل کرتے ہیں۔ ہم نے خود آریہ بھٹ کی کتاب میں اسے نہیں پڑھا ہے بلکہ برہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گپت نے آریہ بھٹ کا جو اقتباس دیا ہے ہم نے صرف اسے پڑھا ہے۔

(اس کے بعد سیاروں کے نام ایک کلپ میں ان کی گردشوں کی تعداد اور ان کے اوجوں اور جوزہروں کے دوروں کی تعداد ایک جدول میں درج کی ہے)۔

عرب مصنفین کے ہاں لفظ آریہ بھٹ کی تحریف

الفزاری اور یعقوب نے کبھی کبھی اپنے ہندو پنڈت کو یہ کہتے سنا کہ اس کے دوروں کا حساب سدھانت کبیر سے بیان کیا ہے اور آریہ بھٹ کا حساب اس کے ہزارویں حصے کی بنیاد پر ہے۔ یہ لوگ یہ سمجھے کہ آریہ بھٹ (عرب ارجبھد) کے معنی ہزارواں حصہ ہیں۔ ہندو اس لفظ کے دال کو اس طرح بولتے ہیں کہ اس کی آواز ''دال'' اور ''ر'' کے درمیان ہوتی ہے اس طرح ''دال'' ''ڈ'' میں تبدیل ہو گیا اور ارجبھد بدل کر ارجبھر ہو گیا اس کے بعد اس میں ایک بار پھر تبدیلی ہوئی اور ''ر'' مبدل بہ ''ز'' ہو گئی اور یہ لفظ ارجبھر سے ارجبھز ہو گیا۔ اب اگر یہ لفظ ہندوؤں کو سنایا جائے یا ان کے سامنے لایا جائے تو اسے پہچان نہ سکیں گے۔

باب ۵۱

ادھی ماسہ' اُنراتر اور اہرگن وغیرہ اصطلاحوں کی توضیح

لوند کا مہینہ

ہندوؤں کے مہینے قمری ہیں لیکن ان کے سال شمسی ہیں۔ اس لئے ان کے سال کی ابتدا شمسی سال سے اتنے دن پہلے ہوتی ہے جتنے دن قمری سال شمسی سال سے چھوٹا ہوتا ہے اور جو تخمیناً گیارہ دن ہیں اور جب اس طرح کرتے کرتے یہ فرق ایک مہینے کے برابر ہو جاتا ہے تو ہندو بھی وہی کرتے ہیں جو یہودی لوند کے سال میں کرتے ہیں یعنی اذار کے مہینے کو دوبارہ شمار کر کے سال کو تیرہ مہینے کا بنا دیتے ہیں یا جیسا کفار عرب کیا کرتے تھے اور جسے ''انس'' کہتے ہیں۔ وہ نئے سال کی ابتداء کو اتنا پیچھے کر دیتے تھے جس سے پہلے والا سال تیرہ مہینے کا ہو جاتا تھا۔

ہندو ایسے سال کو جس میں کوئی مہینہ مکرر ہوتا ہے' عام زبان میں ''مل ماس'' کہتے ہیں' مل ہاتھ کے میل کو کہتے ہیں اور جیسے میل کو پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح اس مہینے کو بھی حساب سے نکال کر پھینک دیا جاتا ہے اور سال کے بارہ مہینے ہی شمار ہوتے ہیں۔ کتابوں میں لوند کے مہینے کو ''آدھی ماس'' کہا گیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس مہینے میں شمسی سال اور قمری مہینے کے حساب سے ہونے والا فرق ایک مہینے کے برابر ہو جاتا ہے وہی مہینہ دہرا دیا جاتا ہے۔

جب مہینے کو دہرایا جاتا ہے تو پہلے (یعنی اصل) مہینے کا نام وہی رہتا ہے جو تھا لیکن دوسرے کے (دہرائے ہوئے) نام کے آگے ''ذرا'' بڑھا دیتے ہیں تا کہ اس کے اور پہلے کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ مثال کے طور پر اگر اساڑھ کا مہینہ مکرر ہو تو پہلے کا نام اساڑھ اور دوسرے کا نام ''ذرا اساڑھ'' ہوگا۔ حساب کرنے میں، پہلا مہینہ شمار نہ کیا جائے گا، ہندو اسے منحوس سمجھتے ہیں اور اس میں تقریبات منعقد نہیں کرتے۔ مہینے کی سب سے منحوس ساعت وہ ہے جس دن مہینہ ختم ہوتا ہے۔ آدھی ماس سے مراد پہلا مہینہ ہے کیونکہ آدھی کے معنی ابتدا کے ہیں۔ یعقوب ابن طارق اور الفزاری نے اس لفظ کو پد ماس لکھا ہے۔ پد کے معنی اختتام کے ہیں۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ ہندو اسے دونوں ناموں سے پکارتے ہوں لیکن قاری کو یہ بھی جان لینا چاہئے کہ یہ دونوں مصنف اکثر ہندی الفاظ کے ہجے غلط لکھتے ہیں یا انہیں بگاڑ دیتے ہیں اس لئے ان کی روایت پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے اس کا ذکر اس لئے کر دیا ہے کہ پلس نے دونوں ہم نام مہینوں میں سے بعد والے کو حساب سے خارج قرار دیا ہے۔

پورا اور جزوی مہینہ اور دن

مہینہ سورج اور چاند کے ایک برج میں جمع ہونے سے دوسرے ایسے ہی اجتماع تک کے وقت کا نام ہے اور یہ چاند کی ایک گردش ہے جس کے دوران وہ برجوں میں سورج سے ہٹ کر گردش کرتا ہے اور دونوں میں اجرام فلکی یعنی سورج اور چاند کی گردش کا فرق ہے کیونکہ دونوں کی گردش کی سمت ایک ہی ہے۔ اگر ہم کسی کلپ کی شمسی گردشوں کو اسی کلپ کی قمری گردشوں سے گھٹائیں تو جو باقی بچے گا وہ ان قمری مہینوں کی تعداد ہوگی جو ایک کلپ میں شمسی مہینوں سے زیادہ ہوں گے۔ پورے کلپ کے مہینے اور دن پورے مہینے اور دن کہلاتے ہیں اور جو کلپ کے کسی حصے مثلاً چتر یگ کے ہیں انہیں آسانی کے لئے جزوی مہینے اور دن کہیں گے۔

پورے ادھی ماس مہینے

سال میں بارہ شمسی اور بارہ قمری مہینے ہوتے ہیں۔ قمری سال بارہ مہینے میں مکمل ہو جاتا ہے لیکن شمسی سال اس فرق کی وجہ سے جو دونوں سالوں میں ہے ادھی ماس سمیت تیرہ مہینے کا ہوتا ہے۔ کل شمسی اور قمری مہینوں کا فرق یہی زائد مہینے ہیں جن سے سال تیرہ مہینے کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہی مہینے پورے ادھی ماس مہینے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انراتر کی حقیقت

انراتر کی ضرورت کی وجہ اس لئے پیش آتی ہے کہ:

جب ایک یا چند سالوں میں ہر ایک سال بارہ مہینے کا قرار دیا جاتا ہے تو یہ اس کے شمسی مہینے ہوئے اور مہینوں کی اس تعداد (یعنی ۱۲) کو ۳۰ سے ضرب دینے سے سال کے شمسی دنوں کی تعداد نکل آتی ہے۔ اس مدت میں کتنے قمری مہینے اور دن ہوں گے ان کا حساب قمری ایام میں ادھی ماس کے زائد مہینوں کو جمع کر دینے سے معلوم ہوگا اور اگر اس اضافے کو ادھی ماس مہینوں میں تبدیل کر لیں اور اس میں کل شمسی مہینوں اور کل آدھی ماس مہینوں کے تناسب کا خیال رکھا جائے اور پھر ان تبدیل شدہ مہینوں میں سال کے مہینوں یا دنوں کی تعداد جمع کر دیں تو حاصل جمع جزوی قمری ایام ہوں گے۔ لیکن ہمارا مقصد اس تعداد کو جاننا نہیں بلکہ ان سالوں کے ایام طلوعی کو جاننا ہے جن کی تعداد قمری دنوں سے کم ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک طلوعی یوم ایک قمری یوم سے بڑا ہوتا ہے' اس لئے طلوعی ایام معلوم کرنے کے لئے قمری ایام کی تعداد میں سے کچھ گھٹانا ہوگا اور یہی تعداد جو گھٹائی جاتی ہے ''انراتر'' کہلاتی ہے۔

باب ۵۲

اہر گن یعنی سالوں اور مہینوں کے دن بنانے اور مہینوں کو سالوں میں تبدیل کرنے کا طریقہ

ساون اہر گن معلوم کرنے کا عام قاعدہ

سالوں کے مہینے اور مہینوں کے دن بنانے کا عام قاعدہ یہ ہے:

پورے سالوں کو ۱۲ سے ضرب دیا جائے اور اس میں موجود ہر سال کے گزرے ہوئے مہینوں کی تعداد جوڑ دی جائے (اور حاصل جمع کو ۳۰ سے ضرب دیا جائے) اور جو عدد برآمد ہو اس میں موجودہ مہینے کے گزرے ہوئے ایام جمع کر دیئے جائیں تو ان سب کا مجموعہ ''ساون اہر گن'' کہلاتا ہے یعنی جزوی شمسی ایام کا مجموعہ۔

اس تعداد کو دو جگہ لکھو۔ ان میں سے ایک کو ۱۵۹۳۳۶ (پورے ادھی ماس مہینوں کی تعداد) سے ضرب دو اور اس حاصل ضرب کو ۵۱٫۸۴۰٫۰۰۰ (یعنی پورے شمسی مہینوں کی تعداد) سے تقسیم کرو اور خارج قسمت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے دنوں کی تعداد کو دوسری جگہ لکھے ہوئے عدد میں جمع کرو تو ان کا مجموعہ چندرا گرہن، یعنی جزوی قمر ایام کا مجموعہ ہوگا۔

اب اس عدد کو بھی دو جگہ لکھو۔ ایک کو ۵۵,۷۳۹ سے (جو پور اُنراتر دنوں کی تعداد ہے) اسے ضرب دو اور حاصل ضرب کو ۳,۵۶۲,۲۲۰ (جو پورے قمری دنوں کی تعداد ہے) سے تقسیم کرو۔ خارج قسمت کے پورے دنوں کی تعداد کو دوسری جگہ لکھے ہوئے عدد سے گھٹاؤ۔ جو باقی بچے گا وہی "ساون اہرگن" یعنی مطلوبہ ایام طلوعی کی تعداد ہے۔

قاری کو یہ جان لینا چاہئے کہ یہ طریقہ صرف ان تاریخوں کے لئے ہے جن میں ادھی ماس اور اُنراتر دونوں پورے ہوں اور ان میں کسر نہ ہو۔ اس لئے اگر دیئے ہوئے سالوں کی ابتدا کلپ، چتر یگ سے ہوگی تو یہ طریقہ صحیح ہوگا لیکن اگر دیئے ہوئے سالوں کی ابتدا دوسرے وقت سے ہوگی تو ہوسکتا ہے کہ اتفاق سے یہ طریقہ صحیح ہو جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے ادھی ماس وقت کی موجودگی ثابت ہو جائے اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو بلکہ اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ سال کلپ، چتر یگ یا کل یگ کے کسی خاص لمحے سے شروع ہوتا ہے تو اس کے ساب کا ایک خاص طریقہ ہے جس کی مثالیں آگے بیان ہوں گی۔

(اس باب کے باقی ماندہ حصے میں مندرجہ ذیل نکتوں پر بحث کی گئی ہے۔ آخر الذکر طریقہ کا اطلاق مندرجہ ذیل ہوتا ہے:

(I) شک کال ۹۵۳ (II) چتر یگ، پلس کے نظریہ کی روشنی میں (III) آریہ بھٹ اور یعقوب ابن طارق نے اہرگن کا جو قاعدہ بیان کیا ہے۔ (IV) انراتر معلوم کرنے کا برہم گپت کا بتایا ہوا طریقہ (V) کلپ، چتر یگ اور کل یگ کے سالوں کے ادھی ماس دریافت کرنے کا طریقہ (IV) دنوں کی بنیاد پر مہینوں اور سالوں کو دریافت کرنا یعنی اہرگن کا برعکس)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۳

اہر گن یعنی سالوں کے مہینوں اور دنوں میں تبدیل کرنے کا طریقہ جو مختلف اوقات کے لئے مخصوص ہیں

خاص تاریخوں کے لئے اہر گن کا قاعدہ

زیچوں میں جن تاریخوں کو دنوں میں تبدیل کیا جاتا ہے ان میں سے تمام کی ابتدا ایسے اوقات سے نہیں ہوتی جن میں ادھی ماس اور اُنزاتر پورے ہوتے ہوں اس لئے زیچ کے مرتبین کو ادھی ماسوں اور انزاتر کا حساب لگانے کے لئے گھٹانے یا بڑھانے کے لئے بعض اعداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہندوؤں کی جنتریوں اور زیچوں کے مطالعے سے اس عمل کے قاعدوں کے متعلق ہمیں جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ بیان کرتے ہیں۔

پہلے ہم ''کھانڈ کھڈ ایک'' کے قاعدے بیان کریں گے کیونکہ یہ سب سے مشہور زیچ ہے اور منجمین اس کو تمام دوسری زیچوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

(آگے چل کر البیرونی نے ''کھانڈ کھڈ ایک'' جسے تمام دوسری زیچوں پر فوقیت حاصل ہے' کا اصول بیان کیا ہے۔ اس کے بعد بعض دوسری زیچوں کے قاعدے بیان کئے ہیں اور ان کو اپنے مقرر کردہ آزمائشی سال پر منطبق کیا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۴

سیاروں کا وسط معلوم کرنا

کسی دیئے ہوئے وقت پر سیارے کا وسط متعین کرنے کا طریقہ

اگر کسی کلپ یا چتر یگ کے دوران سیاروں کی گردشوں یا دوروں کی تعداد معلوم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ دیئے ہوئے وقت تک کتنے دور گزر چکے ہیں تو ہم اس کلپ یا چتر یگ کے گزرے ہوئے ایام کی تعداد معلوم کرلیں گے اور ان گزرے ہوئے ایام کی تعداد ان سیاروں کی گردش کی تعداد کے برابر ہوتی ہے۔ اس کا سب سے زیادہ استعمال ہونے والا طریقہ یہ ہے:

کلپ یا چتر یگ کے گزرے ہوئے ایام کی تعداد کو سیارے کے دوروں یا اس کے اوج یا جوزہر کے دوروں کی تعداد سے ضرب دو اور حاصل ضرب کو کلپ یا چتر یگ کے پورے ایام کی تعداد سے تقسیم کرو۔ خارج قسمت سیارے کے مکمل شدہ دوروں کی تعداد ہے۔ چونکہ ہمیں یہ عدد دریافت کرنا نہیں' اس لئے اس کو خارج کردو اور تقسیم کے بعد جو کچھ باقی بچا تھا' اسے ۱۲ سے ضرب دو اور حاصل ضرب کو کلپ یا چتر یگ کے مجموعی دنوں کی تعداد سے جس طرح پہلے کیا تھا تقسیم کردؤ خارج قسمت برجوں کی تعداد ہے۔ اس تقسیم سے جو بچا ہوا' اسے ۳۰ سے ضرب دو اور حاصل ضرب کو اسی عدد سے تقسیم کرو جس سے ابھی کیا تھا' اب جو خارج قسمت آیا وہ درجوں کی تعداد ہے۔ اس تقسیم سے بچا ہوا' اسے ۶۰ سے ضرب دے کر پھر اسی عدد سے تقسیم کرو تو خارج قسمت دقیقوں کی تعداد ہوگا۔

اگر یہ عمل اسی طرح کیا جاتا رہے تو اس سے ثانیے اور وقت کی دوسری مقداریں معلوم ہوں گی اور اس کے خارج قسمت سے اس سیارے کا مقام' اس کی رفتار کی نسبت سے معلوم ہو جائے گا اور اس کے اوج یا جوزہر کا وسط بھی معلوم ہو جائے گا۔

(اس کے بعد سیاروں کا وسط دریافت کرنے کا پولس کا بتایا ہوا طریقہ بیان کیا ہے اور برہم گپت کے طریقے کا ذکر کرتے ہوئے ''کھانڈ کھڈ ایک'' اور کرن تلک کے اقتباسات پیش کئے ہیں اور اس باب کو یہ کہہ کر ختم کر دیا ہے کہ......

...........یہ طریقے بہت پیچیدہ ہیں اور ان کا کوئی شمار نہیں ہے اور ان میں سے کسی کو استناد کا درجہ حاصل نہیں۔ اس لئے ان کا بیان بے فائدہ طول کلام کا باعث ہوگا۔ اس کے بعد کی تقویم اور اس سے متعلق حسابات کا ہماری کتاب کے موضوع سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۵

سیاروں کی ترتیب' ان کے فاصلے اور جسامت

لوگوں کے ذکر میں وشنو پران اور پاتنجلی کی شرح کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے کہ ان کتابوں کے مطابق سیاروں کی ترتیب میں چاند کی جگہ سورج کے نیچے ہے۔ ہندوؤں کا مذہبی عقیدہ بھی یہی ہے۔

اب ہم اس نظریے کی تائید کرنے والی کتابوں سے چاند' سورج اور ستاروں کے بارے میں پہلے کچھ حوالہ پیش کریں گے اور پھر علمائے نجوم کی رائے بیان کریں گے۔ اگر چہ ہمیں اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔

(اس کے بعد سورج کی شکل' اس کی حرارت اور روشنی وغیرہ کے بارے میں وایو پران' کے اقتباسات نقل کئے ہیں)۔

ستاروں کی ماہیت

ستاروں کے اجسام کے بارے میں ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سب کروی شکل کے ہیں' آبی جوہر رکھتے ہیں اور بے نور ہیں۔ لیکن سورج اپنے مزاج میں آتشی اور اپنی ذات سے روشن ہے اور جب کسی دوسرے ستارے کے سامنے آتا ہے تو اسے بھی کچھ وقت کے لئے روشن کر دیتا ہے۔ وہ دکھائی دینے والے ستاروں میں ان چمک دار چیزوں کو بھی گن لیتے ہیں جو حقیقت میں ستارے نہیں ہیں بلکہ ثواب پانے والوں کی روحیں ہیں جنہیں روشنیوں میں بدل دیا گیا ہے اور جو آسمان کی بلندی پر بلور کی کرسیوں پر متمکن ہیں۔

ہندو تمام ستاروں کو ''تارا'' کہتے ہیں۔ لفظ تارا ترن سے مشتق ہے جس کے معنی راستے کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کی برائی سے گزر کر آرام کی جگہ پہنچ گئے ہیں اور ستارے بھی اسی طرح دورہ کر کے آسمان کو عبور کر لیتے ہیں۔ لفظ نکشتر چاند کی منزلوں کے ستاروں کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ ان سب کو ''ثوابت'' (غیر متحرک ستارے) کہا جاتا ہے اس لئے نکشتر کا اطلاق ثوابت پر بھی ہوتا ہے کیونکہ اس لفظ کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو نہ بڑھے اور نہ گھٹے۔ میرے خیال میں ''نہ گھٹنا اور نہ بڑھنا'' کا اطلاق ان کی تعداد اور باہمی فاصلے پر ہوتا ہے لیکن وشنو پران کے مصنف نے اسے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی پر بھی منطبق کر دیا ہے۔

(اس کے بعد ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے حوالے سے سیاروں کا قطر اور محیط بھی بیان کیا ہے اور ثوابت کا بھی' البیرونی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

......اس موضوع پر ہندوؤں کے موہوم و مبہم نظریات جن سے ہم واقف ہو سکے یہی ہیں۔ اب ان کے منجموں کے نظریات بیان کرتے ہیں۔

ہندو منجموں کے نظریات

سیاروں کی ترتیب وغیرہ کے بارے میں ہم میں اور ہندو منجموں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہماری ہی طرح وہ بھی اس کو مانتے ہیں کہ سورج سیاروں کے وسط میں ہے اور زحل اور چاندان سیاروں کے دونوں کناروں پر اور ثوابت ان کے (یعنی سیاروں کے) اوپر ہیں۔ ان میں سے بعض کا بیان گزشتہ ابواب میں ہو چکا ہے۔

ہندو علمائے مذہب اور ان سے بھی بڑھ کر ہندو منجموں کا عقیدہ ہے کہ چاند سورج اور دوسرے سیاروں کے نیچے ہے۔

یعقوب ابن طارق کے مطابق ستاروں کے فاصلے

ستاروں کے درمیانی فاصلوں کے متعلق ہم کو ہندوؤں کی وہی روایتیں ملی ہیں جن کو یعقوب ابن طارق نے اپنی کتاب ''ترکیب افلاک'' میں نقل کیا ہے۔ ان روایتوں کو یعقوب نے اس ہندو پنڈت سے حاصل کیا تھا جو ۱۶۱ ہجری میں ایک وفد کے ساتھ بغداد آیا تھا۔

(اس کے بعد ایک نقشے میں ستاروں کے نام اور زمین کے وسط سے ان کا فاصلہ اور ان کے قطر درج کئے ہیں)۔

یہ بات بھی جانتے ہیں کہ یہ معلوم کرنے کا کہ دو ستاروں میں سے اوپر کون سا ہے اور نیچے کون سا ہے صرف ایک طریقہ ہے یعنی ایک ستارے کا دوسرے کو ڈھک لینا یا اختلاف منظر کا بڑھ جانا۔ اول الذکر کا وقوع شاذ ہی ہوتا ہے اور اختلاف منظر صرف ایک سیارے یعنی چاند کا دکھائی دیتا ہے کسی دوسرے ستارے کا نہیں۔ پھر ہندوؤں کا یہ بھی خیال ہے کہ تمام ستاروں کی حرکتیں مساوی ہیں لیکن باہمی فاصلہ مختلف ہے۔ اس بنیاد پر ان کا خیال ہے کہ اوپر کے سیاروں کی حرکت کے سست ہونے کی وجہ سے ان کے مداروں کی مقابلتاً زیادہ وسعت ہے۔ اس کے برخلاف نیچے کے سیاروں کی رفتار کی تیزی کی وجہ سے یہ ہے کہ ان کا فلک یا مدار چھوٹا ہے۔ مثال کے طور پر فلک زحل کا ایک دقیقہ فلک قمر کے ۲۶۲ دقیقوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے برابر ہے۔ اس لئے ان دونوں ستاروں کو ایک ہی فاصلہ طے کرنے میں دونوں کی حرکت مساوی ہونے کے باوجود مختلف وقت لگتا ہے۔ اس ضوع پر ہندوؤں کی کوئی مستقل تصنیف میری نظر سے نہیں گزری۔ صرف اعداد مختلف جگہوں پر نظر سے گزرے ہیں اور وہ بھی غلط۔

(اس باب کے بقیہ حصے میں البیرونی نے مندرجہ ذیل امور پر گفتگو کی ہے:

۱ زمین سے ستاروں کا فاصلہ یا ان کا نصف قطر

۲ ستاروں کے قطر

۳ کسی دیئے ہوئے وقت پر سورج اور چاند کی جسامت معلوم کرنے کا طریقہ

۴ برہم گپت کا قطر ظلل کے حساب کا طریقہ

۵ ہندوؤں کے دوسرے مآخذ کے مطابق آفتاب اور ماہتاب کے قطر معلوم کرنے کا طریقہ)

باب ۵۶

چاند کی منزلیں

ہندوؤں کا چاند کی منزلیں مقرر کرنے کا طریقہ وہی ہے جو بروج کے متعین کرنے کا ہے۔ جس طرح منطقہ بروج کو ۱۲ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کو ایک برج شمار کرتے ہیں اسی طرح منطقہ بروج کو ۲۷ برابر حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کو چاند کی ایک منزل قرار دیا ہے۔ ہر منزل ۳/۱/۱۳ درجے اور ۸۰۰ دقیقے کی ہے۔ سیارے ان میں داخل ہوتے اور ان سے باہر نکل کر اپنے شمالی اور جنوبی عرض البلد میں آتے جاتے ہیں۔ منجمین کے نزدیک ان منزلوں کی وہی صفات ہیں جو دوسرے بروج کی ہیں اور حالات کی طرف اشارہ کرنے میں بھی ان کی حالت وہی ہے جو دوسرے بروج کی۔

۲۷ کا عدد اس لئے رکھا گیا ہے کہ چاند ۳/۱/۲۷ یوم میں پورے منطقے کو طے کر لیتا ہے۔ اس عدد کی کسر حساب میں نہیں لی گئی ہے۔ عرب مغرب میں چاند کی پہلی رویت سے شروع کر کے مشرق کی رویت تک چاند کی منزلوں کا حساب کرتے ہیں۔

لیکن عرب ان پڑھ تھے جو نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ حساب کر سکتے تھے وہ صرف گننے اور آنکھ سے دیکھنے پر انحصار کرتے تھے۔ ان کے پاس مشاہدہ کے علاوہ تحقیق کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا وہ غیر متحرک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستاروں (ثوابت) کے وجود کے بغیر قمری منزلوں کا تعین نہیں کر سکتے تھے۔ ہندوؤں نے بھی اس قسم کی حد بندی کرنی چاہی تو بعض ستاروں کے متعلق عربوں سے اتفاق کیا۔ لیکن دوسرے معاملات میں اختلاف کیا۔ مجموعی طور پر عرب چاند کے راستوں سے دور نہیں ہٹتے اور چاند کی منزلیں متعین کرتے وقت صرف ان سیاروں کو شمار کرتے ہیں جن کے ساتھ چاند اپنے دور میں یا تو یکجا ہو جاتا یا ان کے قریب ہوتا ہے۔

ہندوؤں کے یہاں چاند کی منزلیں ستائیس ہیں یا اٹھائیس

ہندو اس کی پابندی نہیں کرتے اور ستاروں کے آمنے سامنے ہونے اور ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہونے کو بھی شمار کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ نسر واقع (Falling Eagle) کو بھی چاند کی منزل شمار کرتے ہیں جس سے ان منازل کی تعداد ۲۸ ہو جاتی ہے۔

اس سبب سے ہمارے منجموں اور کتب ''انوء'' کے مصنفوں کو دھوکا ہوا اور انہوں نے بیان کر دیا کہ قمری منزلیں ہندوؤں کے نزدیک اٹھائیس ہیں لیکن ایک منزل کو جو ہمیشہ سورج کی کرنوں سے ڈھکی رہتی ہے حساب میں شامل کیا ہے شاید ان لوگوں نے سنا تھا کہ ہندو اس منزل قمر کو ''جلتی ہوئی'' اور اس منزل کو جس سے چاند نکل کر اس میں داخل ہوا ہے اجتماع کے بعد متروکہ کہتے ہیں اور جس منزل میں چاند اس کے بعد جائے گا اسے ''دھویں والی'' کہتے ہیں۔ بعض مسلمان عالموں نے صراحت کی ہے کہ ہندو جس منزل قمر کو حساب سے خارج سمجھتے ہیں وہ ''زبانا'' ہے اور اس کی توجیہہ یہ کرتے ہیں کہ میزان کے آخر اور عقرب کی ابتدا میں چاند کا جو راستہ ہے وہ جلتا ہوا (محرقہ) ہے۔

ہمارے علماء کا یہ خیال اس وجہ سے ہے کہ وہ ہندوؤں کے نزدیک چاند کی منزلوں کی تعداد ۲۸ سمجھتے ہیں اور یہ کہ بعض اوقات ان میں سے ایک منزل کو ساقط کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے یعنی یہ کہ چاند کی منزلیں ان کے ۲۷ ہی ہیں اور بعض حالات میں ان میں ایک کا اضافہ کر کے ان کی تعداد ۲۸ کر دی جاتی ہے۔

''کھانڈ کھاڈ ایک'' کے مطابق چاند کی منزلوں کی جدول

ہندو ثابت ستاروں سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں، مجھے ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ملا جو چاند کی منزلوں کے ستاروں کو دیکھ کر پہچان سکتا اور انگلی کے اشارے سے انہیں مجھ کو بتا سکتا۔ ہم نے ان ستاروں کی تحقیق میں بڑی محنت کی ہے اور اپنی تحقیق کے نتائج کو اپنے ایک رسالے ''تحقیق منازل قمر'' میں درج کیا ہے۔ یہاں ان کے صرف وہی نظریات پیش کیے جائیں گے جو موقع کے مناسب ہیں لیکن ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے ہم ''کھانڈ کھڈ ایک'' کے مطابق چاند کی منزلوں کے طول اور عرض اور ان کی تعداد بیان کرتے ہیں تا کہ اس موضوع کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

ورہ میر کے اقوال پر مصنف کی تنقید

ہم نے اس موضوع پر ہندوؤں کے خیالات کی پراگندگی کی جو کیفیت بیان کی اس کی تائید شرتن (اشونی) کے متعلق ورہ میر کے قول سے بھی ہوتی ہے حالانکہ ہندو خود اپنے خیالات کی اس پراگندگی سے لاعلم ہیں۔ ورہ میر کا قول ہے کہ ''ان چھ منزلوں میں جن میں سے ایک اشونی بھی ہے مشاہدہ حساب سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ حالانکہ ہمارے زمانے میں اس کے دونوں ستارے حمل کے ۲/۳ کے اندر ہیں (یعنی ۱۰۵ اور ۲۰ کے درمیان) اور ورہ میر کا زمانہ ہمارے زمانے سے تقریباً ۵۲۶ سال پہلے ہے۔ اس لئے ثوابت کی حرکت کا کسی بھی قاعدے سے حساب لگایا جائے ورہ میر کے زمانے میں اشونی کسی حساب سے بھی حمل کی ۳/۱ سے کم میں نہیں تھا۔

(اس کے بعد البیرونی نے ثوات کی حرکت سے ہندوؤں کی بہت کم واقفیت پر تنقید کی ہے اور اس کم علمی کی مثال کے طور پر ورہ میر کی سمہت کا ایک اقتباس نقل کیا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۷

تحت الشعاع سے ستاروں کا طلوع اور اس وقت ادا کی جانے والی رسمیں

ستارے کی رویت کے لئے آفتاب سے کتنا فاصلہ ضروری ہے

ستاروں اور ہلال کی رویت سے متعلق ہندوؤں کے حساب کا طریقہ وہی ہے جو سند ہند کی زیچوں میں درج ہے۔ وہ سورج سے ستارے کے اس فاصلے کے درجوں کو جو اس کی رویت کے لئے ضروری ہے کالم شک کہتے ہیں۔

اس اعتبار سے ستاروں کو تین قسموں میں بانٹا گیا ہے۔ پہلی قسم میں وہ ستارے ہیں جن کو یونانی اول اور دوئم درجہ اہمیت کے سمجھتے تھے۔ دوسری قسم میں وہ ستارے ہیں جو اہمیت میں تیسرے اور چوتھے درجے کے اور آخری قسم وہ ہے جن کا شمار اہمیت میں پانچویں اور چھٹے درجے میں ہوتا ہے۔

برہم گپت کو "کھانڈ کھڈ ایک" کی تصحیح میں یہ تفصیل بیان کرنی چاہئے تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اس نے مجموعی طور پر صرف یہ کہا ہے کہ تمام قمری منزلوں کے ستاروں کی رویت کے لئے سورج سے ۱۴ درجے کا فاصلہ ضروری ہے۔ (پھر اگستیہ یعنی سہیل کے طلوع کو دریافت کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے اور برہم گپت کی تصحیح "کھانڈ کھڈ ایک" کے اقتباسات نقل کئے ہیں)۔

بعض ستاروں کی رویت کے وقت کی رسمیں

کتاب سمہت میں مختلف ستاروں کی رویت کے وقت کی رسوم اور قربانیاں مذکور ہیں۔ اب ہم ان کو درج کرتے ہیں اور ان حصوں کا ترجمہ بھی درج کرتے ہیں جو بالکل خرافات ہیں کیونکہ ہم نے اپنے اوپر یہ فرض کرلیا ہے کہ ہم ہندوؤں کی کتابوں میں جو کچھ ہے اسے جوں کا توں پیش کردیں گے۔

(اس کے بعد اگستیہ روہنی، واتی اور ساون کے طلوع اور ان کے طلوع کے وقت کی قربانیوں کے بارے میں ورہ میر کے طویل اقتباسات نقل کئے ہیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۸

سمندر میں مدوجزر کس طرح آتا

اس بات کے آغاز میں راجا اور وا کا قصہ متسیا پُران سے نقل کیا ہے اور سمندر کے پانی کا ایک حال میں ٹھہرے رہنے کا سبب جیسا کہ کتاب مذکور میں بیان ہوا ہے۔ درج کیا ہے راجا فرشتوں سے برہم ہو گیا تھا لیکن بعد میں مان گیا تھا اور جب اس نے ان سے پوچھا کہ میں اپنے غصے کی آگ کو کیا کروں تو فرشتوں نے مشورہ دیا کہ اسے مندر میں ڈال دے۔ یہ آگ سمندر کا پانی پیتی رہتی ہے اور اس میں سیلاب نہیں آنے دیتی۔ اس کے بعد پرجاپتی کے چاند کو بددعا دینے اور چاند کے جسم پر جذام کے داغ پیدا ہونے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ بعد میں چاند نے ندامت کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ اس کے چہرے کے داغ دور کر دیئے جائیں۔ پرجاپتی نے کہا کہ اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ مہادیو کے لنگ کی صورت کھڑی کر کے چانداس کی پرستش کرے۔ چاند نے اس کی تعمیل کی اور سومنات کا پتھر وہی لنگ ہے۔

اس کے بعد البیرونی نے سلطان محمود کے ہاتھوں سومنات کے انہدام کا واقعہ نقل کیا ہے حالانکہ البیرونی نے عام طور پر سیاسی واقعات کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ اس ضمن میں اس نے سومنات کی اہمیت کے اقتصادی اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ سومنات کی تجارت یا اہمیت اس وجہ سے تھی کہ یہ ایک بندرگاہ تھی جسے مشرقی افریقہ اور چین سے تجارت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا...... سوم کے معنی چاند کے اور ناتھ کے معنی ہیں حاکم یعنی سومنات کا مطلب ہوا چاند کا حاکم۔

سومنات کا بت

سومنات کا بت سلطان محمودؒ نے ۴۱۶ھ ہجری میں اکھڑوا دیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس کا اوپری حصہ توڑ دیا جائے اور باقی ماندہ حصے کو اس کے جڑاؤ غلاف اور جواہرات کے ساتھ اس کے دارالسلطنت غزنی بھجوایا جائے' اس کا ایک ٹکڑا ایک دوسرے بت چکرسوامی کے ساتھ (جو پیتل کا بنا ہوا تھا اور تھانیسر سے لایا گیا تھا) غزنی کے میدان میں پڑا ہے۔ سومنات کے بت کا دوسرا ٹکڑا غزنی کی جامع مسجد کے دروازے کے سامنے پڑا ہے جس پر لوگ اپنے پیروں کی مٹی اور کیچڑ صاف کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لنگ کی بنیاد

لنگ مہادیو کے عضو تناسل کی صورت ہے۔

(اس کے بعد البیرونی نے لنگ کی پرستش کی ابتدا اور لنگ کی تعمیر کی شرائط ورہ میر کی برہمت سمہت سے نقل کی ہیں)

سومنات کے بت کی پرستش

ملک سندھ کے جنوب مغرب کے علاقے میں ہندوؤں کے اکثر مندروں میں لنگ کی صورت موجود ہے لیکن ان سب مندروں میں سومنات سب سے زیادہ مشہور تھا۔اس پر چڑھانے کی لئے روزانہ گنگا سے ایک گھڑا پانی اور کشمیر سے ایک ٹوکرا پھول لائے جاتے تھے۔ ہندوؤں کا یہ اعتقاد تھا کہ لنگ سے پرانی بیماریوں کو شفا ہو جاتی ہے اور ہر لا علاج مرض اچھا ہوتا ہے۔

سومنات کی شہرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایک بندرگاہ تھا اور سفالہ (افریقہ میں) اور چین آنے جانے والے تاجروں کی ایک منزل تھی۔

مدوجزر کے اسباب کے متعلق عوام کا اعتقاد

بحر ہند کے مدوجزر (ہندی میں مد کو بھرن (؟) اور جزر کو دہر کہتے ہیں) کے متعلق ہندو عوام کا عقیدہ یہ ہے کہ اس سمندر میں ایک آگ ہے جس کا نام ''وڑوانل'' ہے۔ یہ آگ ہمیشہ بھڑکتی رہتی ہے۔ مد کی وجہ آگ کا سانس کو اندر کھینچنا اور سانس کے ذریعے اندر جانے والی ہوا کا آگ کو بھڑکا دینا ہے اور جزر اس وقت واقع ہوتا ہے جب آگ سانس باہر نکالتی ہے اور آگ کا بھڑکنا بند ہو جاتا ہے۔

سومنات کا نام اسی مدجزر سے پڑا ہے۔(یعنی چاند کا حاکم) کیونکہ سومناتھ کے لنگ کا پتھر پہلے ساحل پر سرسوتی کے دہانے سے تقریباً تین میل پر سونے سے بنے ہوئے قلعے بروئی کے مشرق میں (جو واسودیو کی رہائش کے لئے ظہور پذیر ہوا تھا) ان کے اور ان کے اہل خانہ کے قتل ہونے اور جلائے جانے کی جگہ پر نصب ہوا تھا۔ جب بھی چاند نکلتا یا ڈوبتا ہے تو سمندر کے پانی میں تلاطم پیدا ہوتا ہے اور پانی مذکورہ جگہ تک پھیل کر اسے چھپا لیتا ہے۔ جب چاند دائرہ نصف النہار اور نصف اللیل پر پہنچتا ہے تو پانی جزر کی وجہ سے اترتا اور اس کو ظاہر کر دیتا ہے۔اس طرح چاند گویا برابر اس کی خدمت اور اسے غسل دینے میں لگا رہتا ہے اور اسی وجہ سے یہ جگہ چاند سے منسوب کر دی گئی۔ جو قلعہ اس بت اور اس کے خزانوں کے گرد بنا ہوا تھا وہ پرانا نہیں تھا بلکہ تقریباً سو برس پہلے تعمیر ہوا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۹

سورج اور چاند گرہن

کسوف وخسوف کے متعلق جن نظریات کا اظہار ورہ میر نے کیا تھا ان کے اقتباسات ''سمہت'' سے پیش کیے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ورہ میر چاند گرہن کے بارے میں یہ مانتے تھے کہ یہ اس وقت واقع ہوتا ہے جب چاند زمین کے سائے میں آجاتا ہے اور سورج گرہن اس وقت واقع ہوتا ہے جب چاند اس کو ہماری نظروں سے چھپالیتا ہے یہی وجہ ہے کہ چاند مغرب سے اور سورج گرہن مشرق سے شروع نہیں ہوتا۔ ورہ میر نے گرہن کے متعلق مشہور لیکن غیر سائنسی نظریات کا بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے ''عوام نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ راس سورج گرہن کا سبب ہے۔ اگر راس ظاہر ہو کر گرہن نہ لگائے تو برہمن اس وقت کا واجب غسل نہ کریں''۔

البیرونی نے اس بات پر حیرت ظاہر کی ہے کہ ورہ میر نے اپنی اول الذکر توجیہہ کے بعد جو اس کو ایک عالم ثابت کرتی ہے' ان خیالات کو کیوں پیش کیا۔ شاید اس نے ایسا اس لئے کیا کہ وہ برہمنوں سے بگاڑنا نہیں چاہتا کیونکہ وہ خود برہمن تھا اور ان سے ناتا توڑنا نہیں چاہتا تھا پھر بھی ہم اسے مورد الزام قرار نہیں دے سکتے کیونکہ اس کے پیر مضبوطی سے سچ کی بنیاد پر جمے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد البیرونی نے گرہن کے متعلق برہم گپتا کے نظریات پیش کیے ہیں اور برہم سدھانت کے پہلے باب سے مندرجہ ذیل اقتباسات پیش کیے ہیں اور برہم سدھانت کے پہلے باب سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کیا ہے۔

برہم سدھانت کا اقتباس

''بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ گرہن کا سبب راس نہیں ہے۔ ایسا سمجھنا محض حماقت ہے کیونکہ وہی گرہن لگانے والا ہے اور ساری دنیا کے لوگ کہتے ہیں کہ راس ہی گرہن لگاتا ہے وید' جو برہما کے منہ سے نکلا ہوا خدا کا کلام ہے یہی کہتا ہے کہ راس گرہن لگاتا ہے۔ منو کی تصنیف کردہ کتاب سمرتی اور برہما کے بیٹے گرگ کی سمہت بھی یہی کہتی ہے۔ اس کے برعکس ورہ میر' سریشن آریہ بھٹ اور وشنو چندر یہ کہتے ہیں کہ گرہن کا سبب راس نہیں بلکہ وہ چاند اور زمین کے سائے کی وجہ سے پڑتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ کہنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثریت کی مخالفت اور مذکورہ کلام الٰہی سے انکار کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اگر گرہن کا سبب راس نہ ہوتی تو جو کچھ برہمن گرہن کے وقت کرتے ہیں (یعنی گرم تیل کی مالش اور وہ تمام عبادات و رسوم جو گرہن کے وقت کے لئے مقرر ہیں) وہ سب اکارت جاتا اور اس پر کوئی ثواب نہ ملتا۔ ان رسموں کو لغو ٹھہرانا اکثریت کی متفقہ رائے سے انحراف کرنا ہے جو جائز نہیں ہے۔

البیرونی نے پھر اس بات پر حیرت ظاہر کی ہے کہ برہم گپتا نے جو ان کے منجموں میں سب سے زیادہ ممتاز تھا ایسے غیر سائنسی نظریات کا اعادہ کیوں کیا ہے' برہم گپتا نے ایک لفظ جمہور کی رائے استعمال کیا ہے۔ اگر جمہور کی رائے کا مطلب ساری آباد دنیا کے لوگوں کی رائے سے ہے تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ساری دنیا کے لوگوں کی رائے معلوم کرنا ناممکن ہے۔ ہندوستان تمام دنیا کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی جگہ ہے اور ہندوؤں سے دینی اور عقلی امور میں اختلاف رائے رکھنے والے لوگوں کی تعداد ان سے اتفاق رکھنے والوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہے اور اگر اس کی مراد ہندوؤں کی اکثریت سے ہے تو یقیناً ہندو عوام کی تعداد پڑھے لکھے ہندوؤں سے بہت زیادہ ہے لیکن ان کے تمام دینی معاملات میں عوام کو ہمیشہ جاہل' شکی اور ناشکرا سمجھا گیا ہے یعنی ان کی رائے کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

میرا اپنا یہ خیال ہے کہ برہم گپتا نے جو کچھ کہا ہے کہ اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ کم سنی میں غیر معمولی علم و فضل اور ذکاوت کا حامل ہونے کی وجہ سے سقراط جیسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس نے جس وقت ''برہم سدھانت'' لکھی اس وقت وہ صرف تیس سال کا تھا۔ اگر ایسا ہے تو وہ قابل معافی ہے۔ اس لئے اس معاملے کو یہیں پر ختم کر دینا چاہئے۔ اس سے قبل البیرونی یہ کہہ چکا تھا کہ شاید برہم گپتا نے یہ نظریات اس لئے پیش کئے کہ وہ برہمن تھا اور برہمنوں کے بتائے ہوئے نظریات کی تائید کرنا چاہتا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ ان نظریات کے اظہار سے ان کے مبلغین کا مذاق اڑانا چاہتا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ٦٠

پرَو

پروے کے معنی

جن وقفوں کے درمیان گرہن کا واقع ہونا ممکن ہے اوران کے درمیان جتنے مہینے ہوتے ہیں ان کا مدلل بیان مجسطی کے چھٹے مقالے میں درج ہے۔ ہندو اس مدت کو کہتے ہیں جس کی ابتدا یا اختتام پر چاند گرہن ہوتا ہے۔

(اس موضوع پر ورہ میر کے اقوال اس کی سمہت سے نقل کیے ہیں۔ اسی کے ساتھ گرہنوں کا دورہ ہر پرو کے حاکم اور احکامات ایک جدول میں پیش کیے ہیں' ورہ میر نے پرو کے جو احکام بیان کیے ہیں البیرونی کے خیال میں وہ ورہ میر کے علم وفضل کے شایان شان نہیں ہیں۔

پرووں کو دریافت کرنے کے قاعدے ''کھانڈ کھڈ ایک'' سے نقل کیے ہیں۔

باب ٦١

وقت کی مختلف مقداروں کے مذہبی اور نجومی حاکم اوران سے متعلقہ امور

کن اوقات کے حاکم ہیں اور کن کے نہیں

زمانہ یا وقت خدائے خالق سے منسوب ہے اور اسی کی طرح ابدی ہے۔ نہ اس کی انتہا ہے اور نہ ابتدا۔ حقیقت میں یہ اس کی ابدیت ہے۔ یہ لوگ اکثر اسے ''روح'' یا پرش سے تعبیر کرتے ہیں لیکن عام وقت جس کا شمار حرکت سے ہوتا ہے اور اس کے اجزا کا اطلاق ان موجودات پر ہے جو خالق (خدا) کے علاوہ ہیں اور ان اشیاء پر جو روح کے علاوہ ہیں ہوتا ہے کلپ کا تعلق برہما سے ہے کیونکہ وہ برہما کا دن اور رات ہے اور اس کی عمر کا حساب اسی سے لگایا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر منونتر کا ایک حاکم ہوتا ہے جسے منو کہتے ہیں۔ منو کے خاص اوصاف بیان کیے گئے ہیں جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے لیکن میں نے چتر یگوں کے حاکموں کے بارے میں کبھی کچھ نہیں سنا۔
(البیرونی نے سال اور مہینے کے حاکموں کو دریافت کرنے کا طریقہ "کھانڈ کھڈ ایک" سے نقل کیا ہے۔ یہ طریقہ تمام دوسرے طریقوں کے مقابلے میں زیادہ رائج ہے۔ اس کے علاوہ البیرونی نے کتاب "وشنودھرم" سے سیاروں کے حاکموں کی جدول بھی نقل کی ہے)۔

باب ۶۲

ساٹھ سال یعنی سموتسر جسے ششت یابد کہتے ہیں

سموتسر اور ششت یابد کی تشریح

لفظ سموتسر جس کے معنی "سالوں" ہیں اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد سالوں کے وہ دور لئے جاتے ہیں جن کی بنیاد (مشتری اور سورج کی گردش پر ہے اور اس کی ابتدا مشتری کے تحت الشعاع سے نمودار ہونے کے وقت سے شمار کی جاتی ہے۔ اس کا دور ساٹھ سال میں مکمل ہوتا ہے اسی لئے اس کو "ششت یابد" یا ساٹھ سال کہتے ہیں۔

بڑے بڑے یگ منزل دھنشٹ کی ابتدا اور ماگھ مہینے کے آغاز میں مشتری کی تشریق کے وقت سے شروع ہوتے ہیں۔ ہر بڑے یگ کے اندر چھوٹے چھوٹے یگوں کا باقاعدہ سلسلہ ہے جو مختلف اقسام میں بٹے ہوئے ہیں۔ یہ چھوٹے یگ چند سالوں پر پھیلے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ حاکم ہوتا ہے۔ ان چھوٹے یگوں کی قسمیں ایک جدول میں درج ہیں۔

سموتسر سالوں کے نام

سموتسر کے ساٹھ سالوں میں سے ہر ایک سال کا اپنا الگ نام اور یگوں کے بھی الگ الگ نام ہیں جو ان کے حاکموں کے ناموں پر ہیں۔

جدول کو استعمال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو اس سے قبل جدول کا ہے۔ یعنی ہر سال کا نام اس کے عدد کے نیچے درج ہے۔ ان ناموں کے معنی اور ہر سال کی خصوصیات اور اس کے احکام کی تشریح بیان کرنا طول کلام کا سبب ہوگا۔ یہ تفصیلات کتاب سمہت میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

جب میں نے "سم وتسرا" کے ان لغوناموں میں قوموں، درختوں اور پہاڑوں کے ناموں کو سنا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے اپنے مخبروں پر شک ہوا کیونکہ بات کو کچھ کا کچھ بنا دینا ان کے لئے ایک عام بات تھی۔ چنانچہ میں نے ہر نام کی نہایت احتیاط سے تحقیق کی اور دوسرے لوگوں سے ان کی ترتیب بدل کر پوچھا لیکن ہر جگہ سے مختلف جواب ہی ملا۔ واللہ اعلم۔

باب ۶۳

وہ باتیں جو برہمنوں کے لئے مخصوص ہیں اور جن کا عمر بھر کرنا ان پر فرض ہے

برہمن کی زندگی کا پہلا دور

سات سال کی عمر کے بعد برہمن کی زندگی چار حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ پہلا حصہ آٹھویں سال سے شروع ہوتا ہے، جب برہمن اس کے پاس آ کر اسے اس کے فرائض سناتے ہیں اور ان کو تمام زندگی ادا کرتے رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ پھر وہ اس کی کمر میں ایک پٹکا باندھتے اور گلے میں ایک ''یجن پوتیا'' پہناتے ہیں۔ ان یجن پوتیاؤں میں سے ایک مضبوط سوت کے نو تاروں سے بٹی ہوئی اور ایک کپڑے سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اسے وہ بائیں کندھے پر رکھ کر دائیں بغل کے نیچے لٹکا لیتا ہے۔ اس کے علاوہ اسے ایک چھڑی دی جاتی ہے اور ''دربھ'' گھاس سے بنی انگوٹھی دی جاتی ہے۔ یہ انگوٹھی اس کی دائیں چھنگلی میں پہنا دی جاتی ہے اور ''پوتر'' کہلاتی ہے اور اس کو دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہنانے کی یہ غرض ہوتی ہے کہ اس ہاتھ سے وہ جو کچھ دے اس میں برکت ہو لیکن انگوٹھی پہننا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ ''یجن پوتیا'' کیونکہ ''یجن'' کو کسی صورت میں بھی اتار نہیں سکتا۔ اگر اس کو کھانا کھانے یا رفع حاجت کے لئے بھی اتارے تو یہ ایسا گناہ ہے جس کا کفارہ روزہ رکھ کر اور صدقہ دے کر ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔

برہمن کی زندگی کا پہلا دور پچیسویں سال تک رہتا ہے اور وشنو پران کے مطابق اڑتالیسویں سال تک رہتا ہے۔ اس دور میں ترک لذات اس پر فرض ہے یعنی زمین پر سوئے، وید اور اس کی تفسیر پڑھے اور شریعت کے احکام سیکھے اور رات دن اپنے استاد یا گرو کی خدمت کرتا رہے۔ ہر روز تین بار غسل کرے اور صبح اور شام آگ کی قربانی کرے۔ قربانی کے بعد استاد کو سجدہ کرے، ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن کھائے لیکن گوشت کھانا اس کے لئے حرام ہے۔ استاد کے گھر رہے اور وہاں سے صرف پانچ گھر سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیک مانگنے نکلے۔ جو کچھ بھیک میں ملے اسے پہلے استاد کے آگے رکھے تاکہ اس میں جو چیز اسے پسند آئے وہ لے لے اور باقی چیزیں استعمال کرنے کی اسے اجازت دے دے۔ وہ استاد کے پس خوردہ کو کھا کر گزران کرے' آگ کی قربانی کے لئے پلاس اور دربھ کی لکڑی لائے کیونکہ ہندو آگ کو مقدس سمجھتے ہیں اس پر پھولوں کی نذر چڑھاتے ہیں۔ تمام دوسری قوموں کا بھی یہی حال ہے۔ سب کا عقیدہ یہی تھا کہ قربانی اس وقت مقبول ہوتی ہے جب اس پر آگ نازل ہو جائے اور بتوں ستاروں' گایوں' گدھوں اور صورتوں کی پرستش بھی انہیں آگ کی پرستش سے باز نہ رکھ سکی عربی شاعر بشار ابن برد نے کہا ہے "آگ جب سے وجود میں آئی ہے معبود ہی رہی ہے۔"

برہمن کی زندگی کا دوسرا دور

برہمن کی زندگی کا دوسرا دور پچیس سال سے پچاس سال کی عمر تک اور وشنو پران کے مطابق ستر سال کی عمر تک رہتا ہے۔ اس دور میں گرو اسے شادی کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔ چنانچہ وہ شادی کر کے گھر بساتا اور اولاد پیدا کرنے کی نیت کرتا ہے لیکن اسے مہینے میں صرف ایک بار بیوی کے پاس جانے کی اجازت ہے اور وہ بھی اس وقت جب وہ حیض سے پاک ہو چکی ہو۔ اسے ایسی عورت سے شادی کرنے کی اجازت نہیں جس کی عمر بارہ سال سے زیادہ ہو۔ اس کی گزر بسر کا ذریعہ برہمنوں اور چھتریوں کو پڑھانا ہے لیکن وہ ان سے اجرت نہیں لے سکتا صرف نذرانہ لے سکتا ہے۔ اس کی گزر بسر کا ذریعہ وہ نذرانے ہیں جو لوگ اسے قربانی کرانے کیلئے دیتے ہیں یا راجاؤں اور امیروں سے سوال کرنے پر حاصل ہونے والی رقومات یا تحائف ہیں لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اپنے سوال پر اصرار نہ کرے اور دینے والے اپنی خوشی سے جو چاہیں دے دیں۔ ان لوگوں کے گھروں میں مذہبی کاموں کو انجام دینے کے لئے ایک برہمن ہمیشہ رہتا ہے۔ یہ برہمن پروہت کہلاتا ہے۔ اس کے گزارے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ زمین سے کچھ چن لے (اناج وغیرہ) یا پیڑوں سے پھل وغیرہ توڑے اسے کپڑے اور سپاری کی تجارت کرنے کی اجازت ہے لیکن اچھا یہ ہے کہ وہ خود تجارت کا کام نہ کرے بلکہ کسی درویش کو یہ کام سپرد کر دے۔ شاید یہ اس وجہ سے ہے کہ تجارت میں دغا اور جھوٹ شامل رہتا ہے۔ پھر تجارت کی اجازت صرف اس صورت میں ہے جب اس کے پاس گزارے کی کوئی اور صورت نہ ہو۔ برہمنوں کے لئے راجا کو وہ ٹیکس یا محصول ادا کرنا لازم نہیں جو دوسرے لوگوں کے لئے لازم ہیں لیکن مویشی مثلاً گھوڑے اور گائے رکھنا اور سود لینا اس کے لئے جائز نہیں۔ نیلا رنگ اس کے لئے ناپاک ہے اور اگر اس کے بدن پر لگ جائے تو غسل کرنا واجب ہے۔ اس پر واجب ہے کہ وہ آگ کے سامنے ڈھول بجائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مقررہ منتر پڑھے۔

تیسرا دور

برہمن کی زندگی کا تیسرا دور پچاس سال سے پچھتر سال کی عمر تک اور وشنو پران کے مطابق نوے سال کی عمر تک ہے۔ اس دور میں وہ خانہ داری کی زندگی کو ترک کر دیتا ہے اور اپنی بیوی اور گھر بار کو اپنے بچوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ البتہ اگر اس کی بیوی اس کے ساتھ بیابان میں رہنا پسند کرے تو اسے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ وہ آبادی سے دور کسی صحرا میں اسی طرح زندگی گزارتا ہے جس طرح پہلے دور میں گزارتا تھا' وہ چھت کے نیچے نہیں رہتا اور کپڑے نہیں پہن سکتا۔ پتوں وغیرہ سے ستر چھپا سکتا ہے۔ وہ زمین پر بغیر بستر کے سوتا ہے اور صرف پھل' ترکاریاں اور جڑیں کھاتا ہے' بال بڑھا لیتا ہے مگر ان میں تیل نہیں لگاتا۔

چوتھا دور

برہمن پر ساری عمر نیک کام کرنا' صدقہ دینا اور لینا لازم ہے۔ اس لئے کہ برہمن جو دیتے ہیں اس کا ثواب پتروں کو پہنچتا ہے۔ برہمن کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ ہمیشہ پڑھتا رہے' قربانیاں انجام دیتا رہے آگ کی نگرانی کرتا رہے' اس کو قربانیاں پیش کرے' اس کی پرستش کرے اور اس کو بجھنے نہ دے تاکہ مرنے کے بعد اسی میں جلایا جائے' اس کا نام ہوم ہے۔

ہر روز تین بار غسل کرے' طلوع کی سدھی کے وقت' غروب کی سدھی کے وقت اور ان دونوں وقتوں کے درمیان دوپہر میں۔ صبح کا غسل اس لئے واجب ہے کہ بدن کے مسامات ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اس غسل سے نیند کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور اتفاقی ناپاکی دُھل جاتی ہے اور وہ عبادت کے قابل ہو جاتا ہے۔ ان کی عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ خدا کی تعریف بیان کرتے اور اسے قاعدے کے مطابق سجدہ کرتے ہیں۔

اس طرح کہ دونوں ہتھیلیاں جڑی رہتی ہیں اور ان کا رخ سورج کی طرف ہوتا ہے کیونکہ ان کا قبلہ سورج ہے چاہے اس کا رخ' جنوب کے علاوہ' کسی بھی طرف ہو۔ ہندو ثواب کا کوئی کام جنوب کی طرف رخ کر کے نہیں کرتے۔ صرف برائی اور بدبختی کے کاموں میں جنوب کی طرف رخ کرتے ہیں۔

آفتاب کے ڈھلنے کا وقت ثواب حاصل کرنے کے لئے نہایت مناسب وقت ہے۔ اس لئے اس وقت برہمن کا پاک رہنا لازم ہے اور اسی لئے شام کا وقت رات کے کھانے اور عبادت کا وقت ہے۔ یہ دونوں کام بغیر غسل کے بھی کیے جا سکتے ہیں اسی لئے شام کے غسل (تیسرے غسل) کا حکم اتنا سخت نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنا کہ پہلے اور دوسرے غسل کا ہے۔ گرہن کی صورت میں برہمن پر رات کا غسل بھی واجب ہے اور یہ اس لئے ہے تا کہ گرہن کی قربانیاں اور دوسری رسمیں ادا کرنے کے لئے وہ پاک ہو جائے۔

برہمن زندگی بھر صرف دو وقت کھاتا ہے' دو پہر کے وقت اور رات کے وقت۔ کھانا کھانے سے پہلے اسے ایک دو آدمیوں کی خوراک صدقے کے لئے نکالنا ہوتی ہے۔ خصوصاً ان برہمنوں کے لئے جو شام کے وقت بھیک مانگنے آتے ہیں' ان کا خیال نہ رکھنا گناہ عظیم ہے۔ پھر کھانے کا کچھ حصہ جانوروں' چڑیوں اور آگ کے لئے بھی نکالا جاتا ہے۔ جو کچھ بچتا ہے اسے خدا کا نام لے کر کھاتا ہے۔ اس میں سے بھی اگر کچھ بچ جائے تو اسے گھر سے باہر رکھ دیتا ہے اور اس کے پاس بھی نہیں پھٹکتا۔ وہ کھانا اس کے لئے جائز نہیں بلکہ یہ اس حاجتمند کا حق ہے جو اتفاقاً ادھر سے گزرے' خواہ انسان ہو' جانور ہو یا کتا اور چڑیا۔

برہمن کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے پانی کا برتن علیحدہ ہو۔ اگر کوئی دوسرا شخص اسے منہ لگا لے تو اسے توڑ دیا جاتا ہے۔ اس کے کھانے کے برتنوں کے لئے بھی یہی شرط ہے۔ میں نے ایسے برہمن دیکھے ہیں جو اپنے عزیزوں کے ساتھ ایک برتن میں کھانا جائز سمجھتے ہیں مگر ان کی اکثریت اسے پسند نہیں کرتی۔

برہمن کو چاہئے کہ وہ ایسی جگہ رہے جو اتر کی طرف دریائے سندھ اور دکھن کی طرف دریائے ''چرمن دتی'' کے درمیان واقع ہو۔ ان دونوں حدوں کو پار کر کے ترکوں یا کرناتوں کی حدود میں جانا اس کے لئے منع ہے۔ مزید برآں اسے ایسے مقام پر رہنا چاہئے جو پوربی سمندر اور پچھمی سمندر کے درمیان ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ برہمن کا ایسے ملک میں رہنا جائز نہیں جہاں وہ گھاس نہیں پیدا ہوتی جس سے چھنگلی میں پہننے والی انگوٹھی بنتی ہے اور جہاں سیاہ بالوں والے ہرن نہیں ہیں' جو ممالک ان حدود کے آگے ہیں برہمن کا ان میں جانا گناہ ہے۔

ایسی جگہوں پر جہاں کھانا کھانے کے لئے گھروں کی پوری زمین مٹی سے لیپی نہیں جاتی بلکہ صرف کھانے والوں کے آگے کی تھوڑی زمین پر پانی ڈال کر گوبر کا لیپ کر دیا جاتا ہے' وہاں برہمن کے آگے کی لپی ہوئی زمین مربع کی شکل کی ہونی چاہئے۔ جہاں اس قسم کے دستر خوان استعمال ہوتے ہیں وہاں کے لوگ اس رواج کی توجیہہ یہ پیش کرتے ہیں کہ کھانا کھانے کی جگہ کھانا گرنے کی وجہ سے گندی ہو جاتی ہے چنانچہ اسے دھویا جاتا ہے اور لپائی کر دی جاتی ہے لیکن چونکہ محض لپائی کی بنیاد پر اسے باقی گھر سے ممیز نہیں رکھا جا سکتا اس لئے پہچاننے میں آسانی کے لئے ایسا کیا جاتا ہے۔

دھرم کی رو سے برہمن پر پانچ سبزیاں کھانا حرام ہیں' پیاز' لہسن' کدو' گاجر کی مانند پودے کی جڑ جو کرنن (؟) کہلاتی ہے اور تالابوں (نالیوں) کے کنارے اگنے والی ایک قسم کی سبزی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۶۴

دوسرے طبقے پر زندگی میں جن رسوم کی پابندی واجب ہے

مختلف طبقات کے فرائض

چھتری وید کو پڑھ اور سیکھ سکتا ہے۔ آگ کی قربانی کر سکتا ہے اور پرانوں کے احکام پر عمل کر سکتا ہے وہ جب کھانا کھانے کی ایسی جگہ پر بیٹھے گا جہاں کھانا کھانے کے لئے زمین پر چوکے بنائے جاتے ہیں اور جن کا ذکر ہم ابھی کر چکے ہیں تو اس کے لئے جو چوکا بنایا جائے گا وہ تکونا ہوگا۔ اس کا کام لوگوں پر حکومت کرنا اور ان کا دفاع کرنا ہے اور وہ اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جب اس کی عمر بارہ سال کی ہو جائے تو اسے ایک یجن پوتیا تیں دھاگوں سے بٹا ہوا اور ایک موٹے دھاگے کا پہننا چاہئے۔

ویش کے فرائض میں کاشت کرنا، مویشی پالنا اور برہمنوں کی ضرورتیں پوری کرنا شامل ہے۔ اس کے لئے صرف دو دھاگوں کا ایک یجن پوتیا پہننا کافی ہے۔ شودر کی حیثیت برہمن کے غلام کی ہے۔ اس کو برہمن کے کاموں میں مصروف اور اس کی خدمت کرنا چاہئے۔ اگر افلاس کے باوجود وہ یجن پوتیا کے بغیر نہ رہنا چاہے تو موٹے کپڑے کی ایک پٹی پہن لے۔ ہر وہ کام جو برہمن کے لئے مخصوص ہے مثلاً پوجا کرنا، وید پڑھنا اور آگ کی قربانی دینا، وہ شودر اور ویش کے لئے اس درجہ منع ہے کہ اگر شودر یا ویش کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے وید پڑھا تو برہمن اسے اس الزام میں حاکم کے سامنے پیش کرے گا اور حاکم اس کی زبان کٹوا دے گا۔ البتہ خدا کا دھیان، نیک کام اور صدقہ دینا ممنوع نہیں ہے۔

جو شخص ایسا پیشہ کرے جو اس کے طبقے کے لئے جائز نہیں، مثلاً برہمن تجارت کرے یا شودر کھیتی کرے تو وہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور اس گناہ کی حیثیت چوری سے کچھ ہی کم ہے۔

(البیرونی نے یہاں ہندوؤں کی ایک روایت نقل کی ہے کہ رام کے زمانے میں لوگوں کی عمر بہت لمبی ہوتی تھی اور وہ بہت صحت مند ہوتے تھے اور کوئی بچہ اپنے باپ سے پہلے نہیں مرتا تھا۔ اتفاق سے ایک بار برہمن کا بیٹا باپ کے سامنے ہی فوت ہو گیا۔ برہمن اس کو راجا رام کے محل لے گیا اور آہ وزاری کرنے لگا۔ رام نے تحقیقات کا حکم دیا۔ ایک دن مخبروں نے اطلاع دی کہ گنگا کے کنارے ایک چنڈال ریاضت کرتا ہے۔ راجا وہاں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک پیڑ سے الٹا لٹکا ہوا ہے۔ راجا نے کمان میں تیر جوڑ کر اس کے پیٹ میں مارا۔ تب وہ بولا "میں انہیں اس لئے مارتا ہوں کہ مجھے اس کے بدلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نیکی ملتی ہے جبکہ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ نہیں۔" جب راجا محل میں واپس آئے تو انہوں نے برہمن کے مردہ بیٹے کو زندہ پایا)

مذہبی نقطۂ نظر سے سب برابر ہیں

چنڈالوں کے علاوہ وہ سب لوگ جو ہندو نہیں ہیں ملیچھ یعنی ناپاک کہلاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قتل کرتے' ذبح کرتے اور گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں درجات کی کمی بیشی اور ذات کی اونچ نیچ کا نتیجہ ہیں اور ایک طبقے نے دوسرے کو احمق سمجھ رکھا ہے۔ ورنہ سب برابر ہیں۔ واسودیو نے طالب نجات کے متعلق کہا ہے "عقلمند کے نزدیک برہمن اور چنڈال' دوست اور دشمن' وفادار اور دھوکے باز' یہاں تک کہ سانپ اور نیولا برابر ہیں لیکن جاہلوں کو وہ علیحدہ اور مختلف نظر آتے ہیں۔

باب ۶۵

قربانیاں

اسومیدھ

وید کا بڑا حصہ آگ کی قربانیوں اور ان کی اقسام اور احکام کے بیان پر مشتمل ہے۔ ان کی حیثیت اس درجہ مختلف ہے کہ ان میں سے بعض کو صرف بڑے بڑے راجا ہی انجام دے سکتے ہیں۔ ایسی ایک قربانی اسومیدھ ہے۔ یہ ایک ایسی گھوڑی کی قربانی ہے جسے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ بے روک ٹوک سارے ملک چرتی پھرتی ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے سپاہی ہوتے ہیں جو اسے ہانکتے اور اعلان کرتے جاتے ہیں "یہ گھوڑی دنیا کی بادشاہ ہے جو اس سے انکار کرے' سامنے آئے' برہمن اس کے پیچھے رہتے ہیں اور جہاں جہاں وہ لید کرتی ہے وہاں آگ کی قربانی کرتے ہیں۔ جب وہ اس طرح ساری دنیا کا چکر لگا لیتی ہے تو اپنے مالک اور برہمنوں کا لقمہ بن جاتی ہے۔

قربانیوں میں ان کی مدت کے اعتبار سے فرق ہے اور ان میں بعض تو ایسی ہیں جنہیں انجام دینے کا موقع صرف اس شخص کو مل سکتا ہے جس نے بہت طویل عمر پائی ہو اور ایسے طویل عمر لوگ ہمارے زمانے میں ہوتے نہیں' اس لئے بہت سی قربانیاں اب متروک ہو گئی ہیں اور اب ان میں بہت کم قربانیاں رائج ہیں اور انجام دی جاتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگ کی عام قربانیاں

ہندوؤں کے نزدیک آگ ہر چیز کو کھا جاتی ہے اس لئے اگر اس میں کوئی نجس چیز پڑ جاتے تو یہ بھی پانی کی طرح ناپاک ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ ایسی آگ اور پانی کو جو کسی غیر ہندو کے پاس ہیں استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتے کہ اس کے لمس سے یہ دونوں چیزیں ناپاک ہو جاتی ہیں۔

آگ کو جو چیز کھلائی جاتی ہے وہ دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتی ہے' اس لئے کہ آگ ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ برہمن آگ کو تیل اور اناج مثلاً گیہوں' جو اور چاول وغیرہ کھلاتے ہیں' جب وہ خود اپنے لئے یہ قربانی کرتے ہیں تو آگ پر وید کے مقررہ منتر بھی پڑھتے جاتے ہیں اور جب وہ دوسروں کے لئے آگ کی قربانی انجام دیتے ہیں تو کچھ نہیں پڑھتے۔

(اس کے بعد وشنو دھرم سے آگ کے جذام میں مبتلا ہونے کا واقعہ نقل کیا ہے)۔

باب ٦٦

یاترا' اور مقدس مقامات کی زیارت

مقدس تالابوں کی تعمیر

ہندوؤں پر یاترا فرض نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت نفل اور ثواب کے کام کی ہے۔ یاترا کرنے والا کسی مقدس شہر' کسی بڑے بت یا کسی مقدس دریا پر جاتا ہے۔ وہاں وہ پوجا کرتا ہے' بت کی پوجا کرتا اور نذر چڑھاتا ہے۔ منتر اور دعائیں پڑھتا ہے' برت رکھتا ہے برہمنوں اور پجاریوں وغیرہ کو صدقہ دیتا ہے اور سر اور داڑھی منڈا کر گھر واپس آ جاتا ہے۔

پاک اور واجب التعظیم تالاب میرو کے گرد سرد پہاڑوں میں واقع ہیں۔ ہم ہندوؤں کا یہ عقیدہ بیان کر چکے ہیں کہ دو یپوں میں دریائے گنگا جیسے مقدس دریا ہیں۔ ہندو ہر اس مقام پر جس کی کوئی فضیلت مشہور ہے تالاب بناتے ہیں۔ یہ تالاب غسل کے لئے ہوتے ہیں۔ تالاب بنانا ان لوگوں کا خاص ہنر ہو گیا ہے اور جب ہماری قوم کے لوگ ان کو دیکھتے ہیں تو عش عش کرتے ہیں اور ایسے تالابوں کو بنانا تو درکنار ان کو بیان بھی نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ ان تالابوں کو بڑے بڑے پتھروں سے جو مضبوط نوک دار میخوں سے جڑے رہتے ہیں کئی درجوں کا چبوترا نما بناتے ہیں۔ یہ درجے یا زینے تالاب کے چاروں طرف گولائی میں بنائے جاتے ہیں اور قد آدم سے زیادہ بلند ہوتے ہیں۔ پھر ان درجوں کے درمیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برجی نما سیڑھیاں ہوتی ہیں اس طرح گولائی میں بنے ہوئے زینے تالاب کے گرد آنے جانے کے لئے اور برجی نما سیڑھیاں تالاب میں اترنے اور واپس آنے کا کام دیتی ہیں۔ یہ برجی نما سیڑھیاں چونکہ متعدد ہوتی ہیں اس لئے کتنے ہی آدمی تالاب میں جائیں یا اوپر آئیں ان کا راستہ کبھی نہیں رکتا۔

مقدس تالاب

ملتان میں ایک تالاب ہے جس میں نہانا عبادت ہے بشرطیکہ انہیں روکا نہ جائے (اس کے بعد ورہ میر کی سمہت سے تھانیسر کے ایک تالاب کا ذکر کیا ہے جسے بہت زیادہ مقدس مانا جاتا ہے)۔

کسی تالاب کی فضیلت اس وجہ سے مشہور ہوتی ہے کہ یا تو اس مقام پر کوئی اہم اور بڑا واقعہ پیش آیا ہے یا کتابوں اور روایات میں ان کے بارے میں کچھ لکھا ہے۔ ہم شیولنگ کی باتوں کا ذکر کر چکے ہیں۔ دیوی زہرہ نے یہ باتیں برہما کے حوالے سے سونک سے کہی تھیں۔ اس گفتگو میں راجا بل اور اس کے ان افعال کا ذکر ہے جو تب تک کرتا رہے گا جب تک نارائن اس کو زمین کے سب سے نچلے طبقے میں دھنسا نہیں دیں گے۔

مخلوق میں اختلاف مدارج

اس روایت میں ہے کہ ''ہم اس کے ساتھ ایسا اس لئے کریں گے کہ وہ انسانوں کے درمیان جو مساوات قائم کرنا چاہتا ہے وہ مٹ جائے اور ان کی حالت میں فرق باقی رہے اور اس طریقے سے دنیا میں انتظام قائم ہو اور لوگ اس کی عبادت چھوڑ کر میری عبادت کریں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ متمدن لوگوں کے درمیان باہمی امداد و تعاون اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کی حالتوں میں فرق ہو اور اس وجہ سے ایک کو دوسرے کی ضرورت ہو۔ اسی طرح اللہ نے دنیا کی طبیعتیں اور ملکوں کی حالتیں جداگانہ بنائی ہیں۔ کوئی ملک نہایت سرد ہے اور کوئی گرم' ایک کی مٹی اور آب و ہوا پاکیزہ ہے' دوسری کی زمین ناقص اور پانی میلا اور بدبودار اور ہوا مضر صحت ہے اور اسی قسم کے دوسرے اختلافات بھی ہیں مثلاً کہیں خوش حالی اور سامان معیشت کی فراوانی کہیں کمی' کہیں قدرتی آفات کا بار بار آتے رہنا اور کہیں مطلق نہ آنا اور انہیں حالات کے لحاظ سے لوگ شہر بسانے کے لئے جگہ کا انتخاب کرتے ہیں۔

''جو چیز انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ ان کے مروجہ رسوم ہیں۔ لیکن مذہبی احکام رسوم و عادات سے زیادہ طاقتور ہوتے اور رسوم و عادات کے مقابلے میں انسانی طبائع کو زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ رسوم و عادات کو دلائل پر پرکھتے اور اسی اعتبار سے انہیں اختیار کرتے یا چھوڑتے ہیں لیکن مذہبی احکام کو جوں کا توں رہنے دیا جاتا ہے' ان کی تحقیق نہیں کی جاتی اور زیادہ تر لوگ ان کو اعتقاد کی وجہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کر لیتے ہیں اور اس کے بارے میں موشگافیاں نہیں کرتے۔ جس طرح بنجر ملک کے رہنے والے زمین کے بنجر ہونے) کے بارے میں کوئی برائی نہیں کرتے کیونکہ وہ یہیں پیدا ہوئے یہی ان کا وطن ہے اور انہیں اپنے وطن سے محبت ہے اور اس کو چھوڑ کر جانا ان پر گراں ہوتا ہے۔ جب وطن کی محبت کا یہ حال ہے تو مذہب کی محبت کا کیا حال ہوگا۔ اس سے لوگوں کو اس قدر لگاؤ اور تعلق ہوتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔"

بنارس

ہندوؤں میں بعض مقامات کو اس لئے مقدس مانا جاتا ہے کہ ان کا تعلق ان کے مذہب اور شریعت سے ہے جیسے بنارس (وارانسی) ہندو سادھو بن کر وہاں سکونت اختیار کر لیتے ہیں جس طرح کعبہ کے مجاورین مکہ میں۔ ان کی تمنا ہوتی ہے کہ ان کی موت بنارس میں ہوتا کہ مرنے کے بعد ان کی عاقبت اچھی ہو۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ قاتل اپنے جرم کی سزا ہر جگہ پائے گا لیکن اگر وہ بنارس میں داخل ہو جائے تو اس کا گناہ بخش دیا جاتا ہے۔

ان مقدس مقامات میں سے ایک تھانیسر ہے۔ اسے کروکشیتر یعنی کرو کا ملک بھی کہتے ہیں۔ کرو ایک نیک اور پاکباز کسان تھا جس سے کرامات صادر ہوتی تھیں۔ اس لئے یہ سرزمین اس کی طرف منسوب ہو کر واجب التعظیم قرار پائی۔ پھر اسی جگہ بھارت کی لڑائی کے دوران واسودیو نے اپنے کارنامے انجام دیئے اور بدکاروں کی ہلاکت ہوئی۔ اسی وجہ سے لوگ اس جگہ کی زیارت کرتے ہیں۔

متھرا بھی ہندوؤں کا مقدس مقام ہے جہاں برہمنوں کی کثرت ہے' یہ اس لئے واجب التعظیم ہے کہ واسودیو کی پیدائش اور پرورش یہاں سے قریب نندکول نامی مقام پر ہوئی تھی۔

آج کل ہندو زیارت کے لئے کشمیر بھی جاتے ہیں' جب تک ملتان کا بت خانہ برباد نہیں ہوا تھا اس وقت یہ لوگ زیارت کے لئے ملتان جایا کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۶۷

صدقات' نیز یہ کہ آمدنی کو کس طرح خرچ کرنا چاہیے

ہندوؤں پر روزانہ' جتنا زیادہ سے زیادہ ممکن ہو' صدقہ خیرات کرنا فرض ہے۔ مال پر سال گزرنے کا انتظار نہیں کیا جاتا کیونکہ اس طرح صدقہ کی ادائیگی ایک ایسے وقت پر ٹل جاتی ہے جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ اس وقت تک زندہ رہے گا یا نہیں۔

کسی شخص کو جو آمدنی فصلوں یا مویشیوں سے ہوتی ہے اس میں سے ملک کے حاکم کو زمین یا چراگاہ کے مقررہ محصول کی ادائیگی سب پر مقدم ہے۔ اس کے بعد آمدنی کا چھٹا حصہ حاکم کو اس حفاظت کے عوض ادا کرنا ہوتا ہے جس کا انتظام اس کے جان و مال کے لئے حکومت کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ عام لوگوں پر بھی یہ حفاظتی محصول اسی طرح عاید ہے لیکن یہ لوگ اپنی آمدنی اور مال واسباب کے بارے میں جھوٹے بیانات دے کر مقررہ محصول ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ محصول تجارت پر بھی ہے لیکن برہمن تمام محصولوں سے مستثنیٰ ہیں۔ ان محصولوں کی ادائیگی کے بعد آمدنی میں سے جو باقی بچتا ہے اس کے مصرف کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کی رائے میں اس کا نواں حصہ صدقہ کر دینا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ آمدنی کی اس رقم کو تین حصوں میں بانٹا جائے۔ ایک تہائی آئندہ کے لئے جمع رکھا جائے تا کہ دل کو اطمینان رہے۔ دوسری تہائی کو تجارت میں لگا دیا جائے تا کہ نفع سے مال میں اضافہ ہوتا رہے اور باقی ماندہ تہائی مال کا ایک تہائی (کل کا نواں حصہ) صدقہ کر دیا جائے اور دو تہائی گھر میں خرچ کرنا چاہیے۔

بعض اس آمدنی کے چار حصے کرتے ہیں۔ ایک چوتھائی گھر کے خرچ کے لئے' ایک چوتھائی کار خیر کے لئے' ایک چوتھائی صدقے کے لئے اور ایک چوتھائی آئندہ کے لئے محفوظ رکھا جائے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ جمع شدہ مال تین سال کے خرچ سے زیادہ نہ ہو۔ اگر جمع شدہ رقم اس سے زیادہ ہو تو فاضل رقم صدقہ کر دی جائے۔

سود لینا حرام ہے اور اس ذریعے سے اصل مال میں جتنا اضافہ ہو گا اسی قدر زیادہ گناہ ہو گا۔ صرف شودروں کو سود لینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نفع اصل کے پچاسویں حصے سے زیادہ (یعنی دو روپیہ سیکڑہ) نہ ہونے پائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۶۸

کھانے پینے کی حلال اور حرام چیزیں

ہندوؤں پر کسی کو جان سے مارنا اسی طرح حرام تھا جس طرح عیسائیوں اور مانویوں پر حرام ہے۔ لیکن چونکہ لوگوں کو گوشت کی طرف رغبت ہے اس لئے وہ اس کی حرمت کے ہر حکم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ حکم اب برہمنوں کے لئے مخصوص ہو گیا ہے اس لئے کہ وہ دین کے محافظ ہیں اور دین انہیں نفسانی خواہشات کو پورا کرنے سے روکتا ہے۔

حلال اور حرام جانوروں کی فہرست

اس صورت میں بعض جانوروں کو گلا گھونٹ کر مارنے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کو کھانے کے لئے مارا نہیں جا سکتا۔ جو جانور حلال ہیں ان میں اگر کوئی خود اپنی موت سے مر جائے تو اس مرے ہوئے جانور کا گوشت حرام ہے۔ جن جانوروں کا مارنا جائز ہے ان میں بھیڑ، بکری، ہرن، خرگوش، گینڈا، بھینس، مچھلی اور پانی کے پرندے شامل ہیں۔ خشکی کے پرندوں میں گوریا، فاختہ، تیتر، کبوتر، مور اور تمام وہ پرندے جن سے کراہت نہ ہو حلال ہیں۔

جن جانوروں کا کھانا حرام ہے وہ گائے، گھوڑا، خچر، گدھا، اونٹ، ہاتھی، پالی ہوئی مرغی، کوا، توتا، کوئل ہیں۔ انڈے اور شراب بھی مطلق حرام ہے لیکن شراب پینا شودر کے لئے جائز ہے جبکہ اس کا بیچنا اس کے لئے اسی طرح حرام ہے جس طرح کہ گوشت بیچنا۔

گائے کا گوشت کیوں حرام کیا گیا؟

بعض ہندوؤں کا خیال ہے کہ ''بھارت'' (نام) کے اقتدار سے پہلے گائے حلال تھی اور بعض قربانیوں میں گائے ماری جاتی تھی لیکن بھارت کے بعد جب لوگ کمزوری کی وجہ سے فرائض ادا کرنے کے قابل نہیں رہے تو گائے حرام کر دی گئی۔ اسی طرح وید جو پہلے ایک تھا، چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تاکہ لوگوں کے لئے اس کا پڑھنا آسان ہو جائے لیکن یہ بات خلاف عقل معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ گائے کو حرام کرنے سے آسانی اور وسعت نہیں پیدا ہوئی بلکہ پرانے قانون کے مقابلے میں یہ شدت اور تنگی پیدا کرنے کا سبب ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض ہندوؤں نے مجھے یہ بتایا کہ برہموں کو گائے کا گوشت کھانے سے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ ان کا علاقہ گرم ہے اور وہاں اندرونی بدن ٹھنڈا رہتا ہے۔ حرارت غریزی کمزور اور قوت ہاضمہ اتنی کم ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اس کو طاقت پہنچانے کے لئے کھانے کے بعد پان اور سپاری چباتے ہیں۔ پان اپنی تیزی سے بدن کی حرارت کو بھڑکاتا ہے' چونا رطوبت کو مارتا ہے اور سپاری دانتوں' مسوڑوں اور معدے کو مضبوط کرتی ہے۔ اس وجہ سے گائے کا گوشت' جو ثقیل اور سرد ہوتا ہے حرام کر دیا گیا۔

اس معاملے میں وثوق سے کچھ کہہ سکتا ور نہ کوئی رائے دے سکتا ہوں۔

(یہاں سے کتاب کی عبارت مٹی ہوئی ہے)

جہاں تک گائے کی حرمت کی معاشی مصلحت کا تعلق ہے ہم کو یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ گائے ایک ایسا جانور ہے جو سفر میں بار برداری کے کام آتا ہے اور کاشتکاری میں جوتنے اور تخم ریزی کے کام آتا ہے اور گھر کے لئے دودھ اور جو چیزیں دودھ سے بنتی ہیں انہیں مہیا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا گوبر بھی استعمال ہوتا ہے اور جاڑوں میں اس کے سانس سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اسی لئے اسے حرام قرار دے دیا گیا۔ جس طرح حجاج نے اس وقت کیا تھا جب لوگوں نے اس سے یہ شکایت کی تھی کہ بابل غیر آباد ہوتا جا رہا ہے۔

باب ٦٩

شادی' حیض' جنین اور نفاس

ازدواج کی ضرورت

کوئی قوم ازدواج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس سے شہوانیت' جس کو ہر مہذب ذہن برا سمجھتا ہے بے لگام ہونے سے رک جاتی ہے اور ان وجوہات کا انسداد ہو جاتا ہے جو حیوانات کو ایسا مشتعل کر دیتے ہیں جن سے ان کو نقصان پہنچتا ہے۔ اگر آپ ان جانوروں پر غور کریں جو جوڑے کی شکل میں رہتے ہیں اور دیکھیں کہ اس جوڑے کا ہر فرد کس طرح دوسرے کی مدد کرتا ہے اور جوڑا بن کر رہنے کی وجہ سے یہ کس طرح دوسرے جانوروں کی شہوت سے محفوظ رہتے ہیں تو آپ بلا تامل یہ کہہ اٹھیں گے کہ ازدواج ایک ضروری ادارہ ہے اور زنا ایک ایسا شرمناک عمل ہے جو انسان کو جانوروں کی سطح سے بھی نیچے گرا دیتا ہے حالانکہ حیوانات کا درجہ انسان سے بہت نیچے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی کا قانون

ہر قوم میں اور خاص طور پر اس قوم میں جو الٰہی شریعت اور احکام کی پابندی کی دعوے دار ہے' شادی کا دستور مقرر ہے۔

ہندوؤں کے یہاں بیاہ بہت کم عمری میں ہو جاتا ہے اور والدین رشتہ طے کرتے ہیں۔ بیاہ کی تقریب میں برہمن قربانی کی رسمیں ادا کرتے ہیں اور برہموں اور دوسرے لوگوں کو خیرات تقسیم کی جاتی ہے۔ شادی کے موقع پر خوشی کے شادیانے بجائے جاتے ہیں۔ زوجین کے درمیان مہر کا کوئی ذکر نہیں آتا۔ مرد اپنی مرضی سے عورت کو کوئی تحفہ دیتا ہے اور جو کچھ دینا ہوتا ہے اسی وقت دے دیا جاتا ہے اور واپس نہیں لیا جاسکتا البتہ اگر عورت چاہے تو اپنی خوشی سے واپس دے سکتی ہے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان صرف موت ہی تفریق کر سکتی ہے اس لئے کہ ان میں طلاق نہیں ہے۔ مرد کو ایک سے زیادہ چار بیویاں تک رکھنے کا حق ہے لیکن چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر چار میں سے کوئی بیوی مر جائے تو ایک شادی اور کر سکتا ہے تاکہ چار کی تعداد پوری ہو جائے لیکن اس سے زیادہ کی قطعی اجازت نہیں ہے۔

بیوہ

اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو وہ دوسرا بیاہ نہیں کر سکتی۔ اسے دو صورتوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے یا تو زندگی بھر بیوہ رہے یا خودسوزی کر لے اور خودسوزی یعنی ستی ہو جانے کو بہتر تصور کیا جاتا ہے۔ راجاؤں کی بیویوں کو جلا دیا جاتا ہے وہ جلنا چاہیں یا نہ چاہیں۔ یہ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر سکیں جس سے ان کے نامور شوہر کے نام کو بٹہ لگے۔ صرف عمر رسیدہ عورتیں اور وہ عورتیں جن کے بچے ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے بیٹوں پر چھوڑ دی جاتی ہے۔

بیاہ کرنا کس سے جائز اور کس سے حرام ہے

ہندوؤں کے شادی کے قانون کے مطابق غیر کفو میں شادی کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جو لوگ قرابت میں جتنے دور ہوں گے اتنے ہی پسندیدہ ہوں گے۔ سلسلہ نسب سے براہ راست تعلق رکھنے والی عورتوں سے شادی کرنا حرام ہے جیسے پوتی اور پڑپوتی اور اسی طرح ماں' دادی اور پردادی' ان کے علاوہ بہن بھتیجی' پھوپھی' خالہ اور ان کی بیٹیوں سے شادی کرنا حرام ہے۔ البتہ اگر فریقین میں پانچ نسلوں کی دوری ہو تو ان کی شادی جائز تو ہے لیکن پسندیدہ نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیویوں کی تعداد

بعض لوگوں کے خیال میں مختلف طبقات کے لیے بیویوں کی تعداد مختلف ہے یعنی برہمن چار بیویاں رکھ سکتا ہے، چھتری تین، ویش دو اور شودر صرف ایک بیوی رکھ سکتا ہے۔ شادی صرف اپنے طبقے یا اپنے سے نیچے کے طبقے کی عورت سے کی جا سکتی ہے لیکن اپنے سے اونچے طبقے کی عورت سے شادی کرنا حرام ہے۔

اولاد کا نسب

اولاد ماں کی طرف منسوب ہوگی یعنی جو ماں کی ذات ہے وہی اولاد کی ذات ہوگی مثلاً اگر برہمن کی بیوی بھی برہمن ہے تو اولاد بھی برہمن ہوگی لیکن اگر بیوی شودر ہے تو اولاد بھی شودر ہوگی۔ ہمارے زمانے میں برہمن اپنی ہی ذات کی عورت سے شادی کرتے ہیں، اگرچہ ان کے لئے غیر ذات میں شادی کرنا جائز ہے۔

حیض کی مدت

مشاہدہ کے مطابق حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سولہ دن ہے لیکن تحقیق کے اعتبار سے یہ صرف پہلے چار دن جاری رہتا ہے۔ حیض کی حالت میں شوہر بیوی کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا بلکہ اس کے قریب جانے کی بھی اجازت نہیں کیونکہ حیض کی حالت میں عورت ناپاک ہوتی ہیں۔ چار دن گزر جانے کے بعد وہ غسل کر کے پاک ہو جاتی ہے چاہے خون آنا بند نہ ہوا ور اس سے صحبت کرنا جائز ہو جاتا ہے اس لئے کہ یہ حیض کا نہیں بلکہ جنین کا مادہ ہے۔

قیام حمل اور ولادت

برہمن جب بچہ پیدا کرنے کی خاطر بیوی سے صحبت کرنا چاہتا ہے تو اسے گربھ دھن نامی آگ کی قربانی دینا واجب ہوتا ہے۔ چونکہ اس قربانی میں عورت کا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہ حیا کے منافی ہے اس لئے یہ قربانی نہیں دی جاتی اور اسے آگے بڑھا کر دوسری قربانی کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے جو حمل کے چوتھے مہینے میں واجب ہوتی ہے، اس قربانی کا نام ''سمنتونانیم'' ہے۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو ایک قربانی اس کا دودھ شروع ہونے سے پہلے کی جاتی ہے۔ اس قربانی کو 'جات کرمن'' کہتے ہیں۔

بچے کا نام نفاس کی مدت ختم ہونے پر رکھا جاتا ہے۔ اس موقع پر جو قربانی دی جاتی ہے اس کا نام ''ناکرمن'' ہے۔ جب تک عورت نفاس کی حالت میں رہتی ہے کسی برتن کو ہاتھ نہیں لگاتی، نہ اس کے گھر میں کوئی چیز کھائی جاتی ہے اور نہ برہمن وہاں آگ جلاتا ہے۔ یہ مدت برہمن کے لئے آٹھ دن چھتری کے لئے بارہ دن، ویش کے لئے پندرہ دن اور شودر کے لئے تیس دن ہے، ایسے نیچ ذات لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے جو کسی ذات میں شمار نہیں ہوتے کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔

دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت تین سال ہے لیکن اس معاملے میں کوئی سختی نہیں ہے۔ بچے کا مونڈن تیسرے سال ہوتا ہے اور کان چھیدن ساتویں یا آٹھویں برس۔ مونڈن کے وقت بھی قربانی دی جاتی ہے۔

زنا کاری کی وجوہات

لوگ سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں کے نزدیک زنا کاری جائز ہے۔ جب مسلمانوں نے کابل کو فتح کیا تو وہاں کے اسپہبد نے اسلام قبول کیا تو اس نے یہ شرط لگائی کہ اسے گائے کا گوشت کھانے اور اغلام بازی کرنے پر مجبور نہ کیا جائے (اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اغلام بازی اور زنا دونوں کو یکساں قابلِ نفرین نقطہ سمجھتا تھا) حقیقت حال وہ نہیں جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ قصہ یہ ہے کہ یہ لوگ زنا کی سزا میں سختی نہیں کرتے اور یہ تصوران کے راجاؤں کا ہے نہ کہ عوام کا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی برہمن ناچنے اور گانے والی عورتوں کا وجود مندروں میں برداشت نہ کرتا۔ لیکن راجاؤں نے ان عورتوں کو اپنے شہروں کی آرائش کا اور اپنی رعایا کے لئے لطف ونشاد اور عیش کا ذریعہ بنادیا ہے اور اس کی غرض مالی منفعت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ قحبہ خانوں سے جو رقم محصول اور جرمانوں کے طور پر وصول ہوتی ہے اس کے ذریعے خزانے کی وہ رقم پوری کردی جاتی ہے جو فوج کے مصارف کے لئے نکالی جاتی ہے۔

اسی قسم کی حرکت عضدالدولہ نے بھی کی تھی لیکن اس کی اس کے علاوہ ایک غرض اور بھی تھی اور وہ تھی فوج کے غیر شادی شدہ سپاہیوں کی شہوت سے اپنی رعایا کو محفوظ رکھنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷۰

مقدمے

منصف یا جج، مدعی سے ملزم (مدعا علیہ) کے خلاف تحریری دعویٰ طلب کرتا ہے جسے ایسے رسم الخط میں تحریر کرنا چاہئے جو عدالتوں کے لئے مناسب ہو۔ مدعی کو اپنے دعویٰ کی دلیل بھی اپنے عرضی دعوے میں لکھ دینی چاہئے۔ اگر تحریری دعویٰ دائر نہیں کیا گیا ہے تو گواہی لے کر مقدمے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

گواہوں کی تعداد چار سے کم نہ ہونی چاہئے البتہ چار سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ جب گواہ کی راست بازی ثابت ہو جاتی ہے تب ہی اس کی شہادت مانی جاتی ہے اور صرف اسی ایک گواہ کی شہادت پر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

خفیہ تحقیقات اور ظاہری علامات سے واقعہ کی تہہ تک پہنچنے کے علاوہ قیاس اور نظائر سے بھی کام لیا جاتا ہے اور حقیقت حال معلوم کرنے کی ہر تدبیر اختیار کی جاتی ہے جیسا کہ ایاس ابن معاویہ کیا کرتا تھا۔

اگر مدعی اپنے دعوے کو ثابت نہ کر سکے تو مدعا علیہ سے حلف لیا جاتا ہے لیکن قاضی یہ بھی کرتا ہے کہ مدعی سے حلف لینے کو کہتا ہے اور اسے حکم دیتا ہے "حلف اٹھا کر کہہ کہ تیرا دعویٰ سچا ہے تاکہ میں مقدمے کا فیصلہ تیرے حق میں کر دوں"۔

حلف کی مختلف صورتیں

دعوے کی قیمت یا مقدار کے لحاظ سے حلف کی متعدد قسمیں ہیں۔ اگر معمولی چیز کا دعویٰ ہو اور مدعی اس بات پر رضامند ہو کہ ملزم سے حلف لیا جائے تو ملزم پانچ برہمنوں کی موجودگی میں قسم کھا کر کہتا ہے "اگر میں جھوٹ بولوں تو میرے نیک کاموں کا اتنا ثواب، جو دعویٰ کی مقدار کا آٹھ گنا ہو مدعی کو دے دیا جائے"۔

(اس کے بعد حلف کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں، حلف لینے کے جو طریقے بیان کئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ مدعا علیہ/ملزم کو زہر پینے کو کہا جاتا ہے

۲۔ اس کو دریا میں پھینک دیا جاتا ہے

۳۔ سرخ گرم لوہا ہاتھ میں تھامنے کو کہا جاتا ہے

اگر وہ بے گناہ ہے تو ان میں سے کوئی بھی چیز اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتی)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷۱

سزائیں اور کفارے

اس معاملے میں ہندوؤں کا حال عیسائیوں جیسا ہے کیونکہ ان کی بنیاد نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کے اصولوں پر ہے مثلاً کسی حال میں بھی قتل کا ارتکاب نہ کرنا' اگر کوئی تمہارا کوٹ اتار لے تو قمیض بھی اس کو دے دو' اگر کوئی تمہارے ایک رخسار' پر طمانچہ مارے تو دوسرا رخسار بھی اس کے سامنے کر دو' اپنے دشمن کے لئے دعائے خیر کرو۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ اعلیٰ درجے کا فلسفہ حیات ہے لیکن دنیا کے سارے لوگ فلسفی نہیں ہوتے۔ ان میں زیادہ تر جاہل اور غلط کار ہیں اور انہیں صرف تلوار اور کوڑے کے ذریعے سیدھے راستے پر رکھا جا سکتا ہے۔

ابتدا میں ہندو قوم پر برہمن حکومت کرتے تھے

یہی حال ہندوؤں کا بھی ہے۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ ماضی میں ملک کا انتظام اور جنگ کا کام برہمنوں کے ہاتھوں میں تھا۔ لیکن اس سے ملک میں ابتری اور بدنظمی پھیل گئی' اس لئے کہ وہ لوگ ریاست مذہبی کتابوں میں بتائے گئے فلسفیانہ اصولوں کے مطابق چلاتے تھے لیکن سماج کے مفسد اور شرانگیز لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے ان پر عمل کرنا اور کرانا ناممکن ہو گیا اور حالت یہاں تک خراب ہو گئی کہ انہیں دین کا کام چلانا بھی دشوار ہو گیا اور مجبور ہو کر انہیں خدا کے سامنے منت وزاری کرنی پڑی۔ اس پر برہما نے انہیں صرف دینی امور کی انجام دہی کے لئے مخصوص کر دیا اور جس پر وہ اب بھی مامور ہیں اور ریاست کا انتظام اور جنگ کے امور چھتریوں کے سپرد کر دیئے اور اس وقت سے برہمن سوال کر کے اور بھیک مانگ کے اپنا گزارہ کرتے ہیں اور جرائم کی سزا علماء کی طرف سے بلکہ بادشاہوں کی طرف سے دی جانے لگی۔

قتل کا قانون

قتل کے متعلق ان کے ہاں یہ قانون ہے۔ اگر قاتل برہمن ہے اور مقتول کسی دوسری ذات کا' تو برہمن کو اس جرم کی سزا نہیں دی جاتی' اسے صرف اس کا کفارہ ادا کرنا ہوتا ہے اور وہ برت' پوجا پاٹ اور صدقہ وخیرات سے ادا ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر مقتول بھی برہمن ہو تو اس سے آخرت میں مواخذہ کیا جائے گا اور دنیا میں کفارہ ادا کرنے کی اجازت نہ ہوگی کیونکہ کفارہ گناہ کو دھوڈالتا ہے۔لیکن برہمن کے کبیرہ گناہوں کو کوئی چیز نہیں دھوسکتی اور سب سے بڑا گناہ برہمن کے قتل کا ہے جسے ''وجر برہما ہتیا'' کہا جاتا ہے۔دوسرے کبیرہ گناہوں میں گائے کو ذبح کرنا' شراب پینا' زنا کرنا خصوصاً اپنے باپ اور استاد کی بیوی سے لیکن حکام برہمن یا چھتری کو ان میں سے کسی جرم کے لئے سزائے موت نہیں دیتے بلکہ اس کا مال واسباب ضبط کر کے اپنے ملک سے نکال دیتے ہیں۔

اگر برہمن اور چھتری کے علاوہ کسی اور ذات کا کوئی شخص اپنی ذات والے کسی شخص کو قتل کر دے تو اس کے لئے وہ کفارہ ادا کر سکتا ہے لیکن کفارے کے باوجود بادشاہ دوسروں کی عبرت کے لئے اسے سزا بھی دیتے ہیں۔

چوری کا قانون

چوری کے جرم کی سزا کا قانون یہ ہے کہ سزا مال مسروقہ کی قیمت کے مطابق دی جاتی ہے۔اس اعتبار سے کبھی چوری کی سزا سخت ہوتی ہے کبھی اوسط اور کبھی ہلکی۔کبھی صرف جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔کبھی صرف یہ کافی سمجھا جاتا ہے کہ اسے سب کے سامنے گشت کرا دیا جائے تا کہ اسے خفت اور شرمندگی ہو۔ اگر مال مسروقہ بیش قیمت ہو تو حکام برہمن کی آنکھیں نکلوا لیتے اور اس کا بایاں ہاتھ اور داہنی ٹانگ کٹوا دیتے ہیں۔چھتری کے صرف ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے ہیں اسے اندھا نہیں کیا جاتا۔ان دونوں کے علاوہ دوسری ذاتوں کے سارقوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

زانیہ کی سزا یہ ہے کہ اسے اپنے شوہر کے گھر سے نکال کر ملک بدر کر دیا جاتا ہے۔

ہندو جنگی قیدیوں سے ملک واپس آنے کے بعد کیسا سلوک کیا جاتا ہے؟

مجھے معلوم ہوا تھا کہ جو ہندو غلام (اسلامی ملکوں سے) بھاگ کر اپنے وطن اور دین میں واپس آتا ہے تو ہندو کفارے کے لئے اس پر برت لازم کرتے ہیں اور اسے گائے کے گوبر' پیشاب اور دودھ میں گاڑ دیتے ہیں۔جب ان میں خمیر اٹھ آتا ہے تو اسے نکال لیتے ہیں اور اسے یہی چیزیں کھلاتے ہیں۔

ایسی ہی دوسری باتیں بھی ہم نے سنی تھیں لیکن جب ان کے بارے میں ہم نے برہمنوں سے پوچھا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ نہ اس کے لئے کوئی کفارہ ہے اور نہ اس کی غلام بنائے جانے سے پہلے کی حالت پر واپس آنے کی اجازت ہے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے اس لئے کہ اگر برہمن بھی چند روز کسی شودر کے گھر میں کھانا کھا لیتا ہے تو ذات باہر ہو جاتا ہے اور دوبارہ اس میں واپس نہیں آسکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷۲

میراث اور اس میں میت کا حق

قانون وراثت

ہندوؤں کے قانون وراثت کی خاص بات یہ ہے کہ بیٹی کے علاوہ دوسری عورتیں وراثت کے حق سے محروم کر دی گئی ہیں۔ منو کی کتاب میں مرقوم ہے کہ بیٹی کا حصہ بیٹے کے حصے کا ایک چوتھائی ہے۔ اگر وہ نا کتخدا ہے تو بیاہ کے وقت تک اس پر جو خرچ ہو گا اسی حصے سے کیا جائے گا اور اس کے بیان کے مصارف بھی اسی سے ادا کیے جائیں گے۔ بیاہ کے بعد اس پر باپ کے گھر سے مزید کچھ خرچ نہیں کیا جائے گا۔

اگر بیوہ ستی نہیں ہوتی (یعنی شوہر کے مرنے کے بعد جلائی نہیں جاتی) اور زندہ رہتی ہے تو جب تک وہ زندہ رہے اس کا کھانا اور کپڑا اس کے مرحوم شوہر کے وارث کے ذمے ہو گا۔

میت کا قرض ادا کرنا وارث کے ذمے ہے خواہ وراثت میں ملنے والے مال سے کرے خواہ اپنے ذاتی مال سے' چاہے مرنے والے نے کچھ ترکہ چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو۔ اسی طرح اس مرنے والے کی بیوہ کا خرچ بھی ہر حال میں برداشت کرنا ہے۔ جہاں تک مرد وارثوں کا معاملہ ہے تو اس کا اصول یہ ہے کہ مرنے والے کے نیچے کے لوگوں یعنی بیٹیوں اور پوتوں کا حق اوپر والوں یعنی باپ' دادا سے زیادہ ہے۔ ترکے کا حق زیادہ یا کم ہونا میت سے رشتے کے قُرب و بُعد پر بھی منحصر ہے یعنی جو لوگ رشتے میں مرنے والے سے زیادہ قریب ہیں ان کا حق دور کے رشتے والوں سے زیادہ ہے۔ اس اعتبار سے بھی بیٹے کو پوتے پر اور باپ کو دادا پر فوقیت حاصل ہے۔ ایسے عزیز جو براہ راست سلسلے سے الگ ہیں مثلاً رشتے کے بھائی وغیرہ' ان کا حق میراث پر کم ہے اور وہ صرف اس وقت وارث ہوتے ہیں جب کوئی ان سے زیادہ حق دار موجود نہیں ہوتا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بیٹی کا بیٹا بہن کے بیٹے سے اور بھائی کا بیٹا ان دونوں سے زیادہ حقدار ہے۔

جب کئی حق دار ایک ہی پائے یا مرتبے کے ہوں جیسے بیٹا یا بھائی تو اس صورت میں سب کو برابر حصہ دیا جائے گا۔ ہندوؤں میں ہیجڑے کو مرد تصور کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر مرنے والے کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا ترکہ سرکاری خزانہ میں داخل کر دیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی برہمن لاوارث مر جائے تو اس کا ترکہ سرکاری خزانے میں داخل نہ ہوگا کیونکہ برہمن کے مال پر حکومت کا کوئی حق نہیں ہے اور اس متروکہ مال کو خیرات کر دیا جاتا ہے۔

وارث پر میت کے حقوق

مرنے والے کے وارث پر جو فرائض مرنے والے کے سلسلے میں عائد ہوتے ہیں' ان میں پہلے سال کے دوران سولہ ضیافتیں کرنا شامل ہیں۔ ان ضیافتوں میں مہمانوں کے کھانا کھلانے کے ساتھ صدقہ بھی دیا جاتا ہے۔ یہ ضیافتیں موت کے گیارہویں اور پندرہویں دن اور اس کے بعد ہر مہینے میں ایک بار دی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ سال بھر تک جاری رہتا ہے۔ چھٹے مہینے کی ضیافت زیادہ بڑے پیمانے پر کی جاتی ہے اور اس میں کھانا بھی اعلیٰ درجے کا کھلایا جاتا ہے۔ پھر ایک کھانا سال ختم ہونے سے ایک دن پہلے باپ دادا کے نام پر دیا جاتا ہے اور آخری کھانا سال کے آخری دن دیا جاتا ہے۔ سال ختم ہونے پر میت کے حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔

اگر میت کا وارث اس کا بیٹا ہے تو اس پر تمام سال سوگ منانا اور جماع سے باز رہنا لازم ہے بشریطیکہ وہ مرنے والے کی جائز اولاد ہو اور خالص نسل کا ہو۔ یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ سوگ کے سال کی ابتداء میں وارثوں پر ایک دن کے لئے کھانا حرام ہے۔

سولہ کھانوں اور ان کھانوں کے ساتھ صدقہ دینے کے علاوہ وارثوں پر بھی لازم ہے کہ موت کے وقت سے دس دن تک روزانہ گھر کے باہر کسی طاق پر یا ایسی ہی کسی اور جگہ پر کھانے سے بھری تالی اور پانی کی لٹیا رکھیں' اس لئے کہ ممکن ہے ابھی روح قرار کی جگہ نہ پہنچی ہو اور بھوکی پیاسی گھر کے آس پاس چکر لگا رہی ہو۔

افلاطون کا بھی ایسا ہی خیال تھا

افلاطون نے اپنی کتاب فادن (Phaedo) میں ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے اور اس روحوں کا ذکر کیا ہے جو اس وجہ سے قبروں کے گرد گھومتی رہتی ہیں کہ ابھی ان میں بدن کی محبت باقی ہے۔

پھر دسویں رات وارث میت کے نام پر بہت سا کھانا اور ٹھنڈا پانی خیرات کرتا ہے۔ گیارہویں دن سے روزانہ ایک آدمی کی خوراک اور ایک درہم کسی برہمن کے گھر بھیجا جاتا ہے اور یہ عمل بلاناغہ سال بھر تک جاری رہتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۷

مُردوں اور زندوں کے جسم کے حقوق

(یعنی تدفین اور خودکشی)

قدیم زمانے میں تدفین کے طریقے

بہت پرانے زمانے میں مردوں کی لاشیں میدانوں میں کھلی ہوئی ڈال دی جاتی تھیں اور ان پر کچھ ڈھکا نہیں جاتا تھا۔ اسی طرح بیماروں کو اٹھا کر صحراؤں اور پہاڑوں میں ڈال آتے تھے۔ اگر وہ مر جاتے تو اسی طرح وہیں پڑے رہتے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے اور اگر اچھے ہو جاتے تو اپنے گھروں کو واپس آ جاتے۔

پھر ایک قانون ساز کا ظہور ہوا جس نے حکم دیا کہ لاشوں کو ہوا کے سامنے رکھا جائے چنانچہ ایسی عمارتیں بنائی جانے لگیں جن میں چھت تو ہوتی تھی لیکن ان کی دیواروں میں شگاف رکھے جاتے تھے جن میں سے ہوا آ کر مردے کے بدن کو لگتی رہتی تھی۔ مجوسیوں کے مقبروں کی شکل ایسی ہی ہوتی ہے۔

ایک عرصے تک اسی طریقے پر عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ نارائن نے مردوں کے بدن کو آگ کے حوالے کرنے کا طریقہ مقرر کیا۔ اس وقت سے یہ لوگ مردوں کو اس طرح جلا دیتے ہیں کہ کچھ باقی نہیں رہتا اور غلاظت، گندگی اور بدبو آگ میں جل کر ختم ہو جاتی ہے اور کسی کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔

(اس کے بعد بتایا ہے کہ یونانیوں میں مردوں کو دفن کرنے اور جلانے دونوں کا رواج تھا...... اسی طرح ہندو کہتے ہیں کہ انسان میں ایک نقطہ ہے جس کی وجہ سے انسان 'انسان' ہے اور یہی چیز مخلوط اجزاء کے جل کر منتشر ہو جانے کے بعد خالص روپ میں نکھر آتی ہے)۔

آگ اور سورج کی کرنیں خدا کے پاس جانے کے قریب ترین راستے ہیں

(روح کی خدا کے پاس) واپسی کے متعلق ہندوؤں کا خیال ہے کہ جزوی طور پر یہ سورج کی کرنوں کے ساتھ ہوتی ہے، اس طرح کہ روح ان کے ساتھ مل کر آسمانوں پر چڑھ جاتی ہے اور باقی آگ کے شعلوں کے ساتھ خدا تک پہنچ جاتی ہے۔ بعض ہندو دعا کرتے تھے کہ اللہ ان کا اپنی طرف واپسی کا سیدھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستہ بنا دے' اس لئے کہ سب سے قریب راستہ خط مستقیم ہی ہوتا ہے اور اوپر جانے کا راستہ آگ اور کرن کی علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

غز ترک ڈوب جانے والے شخص کے بارے میں کچھ ایسا ہی سوچتے تھے۔ وہ ڈوبنے والے کی لاش کو ایک تختے پر رکھ کر دریا میں ڈال دیتے تھے اور اسے تختے کے پائے میں رسی باندھ کر اس کا ایک سرا پانی میں ڈال دیتے تھے تا کہ اس کے ذریعے مردے کی روح دوبارہ پیدا ہونے کے لئے آسمان پر چڑھ جائے۔

لوگ کہتے ہیں کہ بدھ نے حکم دیا تھا کہ مردوں کے بدن بہتے ہوئے پانی (دریا) میں پھینک دیئے جائیں۔ اسی لئے بدھ کے پیرو' شمانی' لاش کو دریاؤں میں ڈال دیتے ہیں۔

ہندوؤں کا دفن کرنے کا طریقہ

ہندوؤں کے مطابق مردے کے بدن کا وارثوں پر یہ حق ہے کہ وہ اسے غسل دیں' عطر لگائیں اور اس کو صندل یا کسی اور لکڑی سے جو ممکن ہو جلائیں اور اس کی جلی ہوئی ہڈیوں کی کچھ راکھ گنگا میں ڈال دیں تا کہ گنگا اس پر اسی طرح بہے جیسے وہ سگر کی اولاد کی جلی ہوئی ہڈیوں پر بہتی رہی ہے کہ ان کو جہنم سے بچا کر جنت میں پہنچا دیا ہے۔ باقی راکھ کسی چشمے یا ندی میں ڈال دی جات ہےہ جس جگہ پر لاش جلائی جاتی ہے وہاں میل کے پتھر کی شکل کی پکی قبر بنا دی جاتی ہے اور اس پر چونے سے استر کاری کر دی جاتی ہے۔

تین سال سے کم عمر کے بچے جلائے نہیں جاتے۔

جو لوگ مُردے کی آخری رسوم ادا کرتے ہیں وہ دو دن تک اپنے کپڑے اور بدن دھوتے ہیں کیونکہ مردے کو چھونے کی وجہ سے ان کے کپڑے اور بدن ناپاک ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ اپنے مُردوں کو جلانے کے قابل نہیں ہوتے وہ اسے لے جا کر کسی کھلے میدان یا دریا میں ڈال دیتے ہیں۔

جہاں تک زندہ لوگوں کے بدن کے حقوق کا تعلق ہے وہ یہ کہ سوائے اس بیوہ کے جو اپنی خوشی سے جل جانا چاہے یا ایسے شخص کے جو اپنی زندگی سے تنگ آ گیا ہے اور کسی لاعلاج بیماری یا بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے زندگی سے گھبرا گیا ہے کسی اور کو زندہ نہ جلایا جائے لیکن ویش اور شودر لوگوں کے علاوہ کوئی معزز ہندو ایسا نہیں کرتا اور یہ لوگ آخرت کے کسی فائدے یا ایسے وقت پر جو مبارک اور واجب التعظیم ہیں خود سوزی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ برہمن یا چھتری کے لئے جل مرنے کو صریحی مذہبی حکم کے ذریعے ممنوع قرار دیا گیا ہے' اس لئے جو لوگ کسی وجہ سے مرنا چاہتے ہیں وہ گرہن کے وقت کسی اور طریقے سے خودکشی کرتے ہیں یا پھر کسی شخص کو اجرت دے کر اس سے طے کر لیتے ہیں کہ وہ انہیں پانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ڈال دے اور اس وقت تک ان کو پکڑے رہے جب تک ان کا دم نہیں نکل جاتا۔

پریاگ کا درخت

گنگا اور جمنا کے سنگم پر ایک بہت بڑا درخت ہے جس کا نام پریاگ ہے۔ اس درخت کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی شاخوں میں دو قسم کی ڈالیاں نکلتی ہیں۔ ایک اوپر کی طرف رخ والی جیسی سب درختوں میں ہوتی ہیں دوسری وہ جن کا رخ نیچے کی طرف ہوتا ہے اور جو جڑوں کی شکل کی ہوتی ہیں اور جن پر پتے نہیں ہوتے۔ جب ان میں سے کوئی ڈالی بڑھ کر زمین میں داخل ہو جاتی ہے تو شاخوں کے لئے سہارے کا ستون بن جاتی ہے چونکہ یہ درخت بہت پھیلا ہوا اور بڑا ہے' اس لئے قدرت نے اس کے سہارے کے لئے یہ انتظام کر دیا ہے برہمن اور چھتری اس طرح خودکشی کرتے ہیں کہ اس درخت پر چڑھ کر اپنے آپ کو دریا میں گرا دیتے ہیں۔

باب ۷۴

روزہ اور اس کی قسمیں

ہندوؤں پر برت (روزہ) دھرم کی رُو سے فرض نہیں۔ وہ اپنی خوشی سے نفل کے طور پر برت رکھتے ہیں۔ برت نام ہے کسی مدت تک کھانا چھوڑ دینے کا برت کی نوعیت اور کھانا چھوڑ دینے کی مدت کے اعتبار سے اس کی مختلف قسمیں ہیں۔

برت رکھنے کے مختلف طریقے

اوسط درجے کا برت جس میں روزے کی تمام شرائط پوری ہو جاتی ہیں یہ ہے کہ برت رکھنے والا برت کے لئے ایک دن مقرر کر لیتا ہے اور اپنے دل میں اس ہستی کا نام سوچ لیتا ہے جس کی خوشنودی کے واسطے برت رکھنا مقصود ہے مثلاً خدا یا کوئی دیوتا۔ پھر وہ برت سے ایک دن پہلے دوپہر کے وقت کھانا کھاتا ہے اور کھانے کے بعد دانتوں کو اچھی طرح صاف کر لیتا ہے اور دوسرے دن کے برت کی نیت کرتا ہے اور اسی وقت کھانا بند کر دیتا ہے۔ پھر برت کے دن صبح کو وہ دوبارہ اپنے دانت صاف کرتا اور غسل کرتا ہے اور دن کے فرائض پورے کرتا ہے اور ہاتھ میں پانی لے کر چاروں طرف پھینکتا ہے اور جس کے لئے برت رکھا ہے زبان سے اس کا نام لیتا ہے اور دوسرے دن تک اسی طرح رہتا ہے۔ سورج نکلنے کے بعد اُسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ برت اسی وقت کھول دے یا دوپہر میں کھولے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کی روزے کا نام اُپواس وے جس کے معنی بھوکا رہنے کے ہیں اور جب نہ کھانا ایک دوپہر سے دوسرے دوپہر تک ہوتا ہے تو اسے اپواس نہیں بلکہ ''؟؟؟؟'' کہتے ہیں۔

روزے کی ایک اور قسم کا نام ''کرچھرا'' ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ برت رکھنے والا کسی دن دوپہر کے وقت کھانا کھاتا ہے دوسرے دن رات کے وقت اور تیسرے دن صرف وہ کھاتا ہے جو بغیر مانگے اسے مل جائے۔ پھر چوتھے دن برت رکھتا ہے۔ روزہ کی ایک اور قسم ہے جسے ''پراک'' کہتے ہیں۔ اس میں برت رکھنے والا مسلسل تین دن دوپہر کا کھانا کھاتا ہے پھر آئندہ تین دن رات کے وقت کھاتا ہے۔ پھر آئندہ تین دن مسلسل برت رکھتا ہے اور درمیان میں قطعاً افطار نہیں کرتا۔ روزہ کی ایک قسم ''چندرا ین'' ہے یہ روزہ پورے چاند کے دن رکھا جاتا ہے' اس کے دوسرے دن وہ صرف ایک لقمہ کھاتا ہے' تیسرے دن دو لقمے' چوتھے دن اس کا تین گنا یہاں تک کہ پہلی کا چاند نکل آئے۔ اس دن وہ برت رکھتا ہے پھر دوسرے دن سے وہ اپنا کھانا ایک ایک لقمہ گھٹاتا رہتا ہے یہاں تک کہ پھر پُورا چاند ہو جائے۔ اس دن وہ پھر برت رکھتا ہے۔ روزہ کی ایک قسم ماسواس (ماس اپواس) بھی ہے۔ یہ بغیر افطار کیے مسلسل ایک ماہ کا برت ہوتا ہے۔

جو شخص چیت کے تمام دنوں میں برت رکھتا ہے اسے نیک اولاد کے علاوہ دولت اور مسرت حاصل ہوتی ہے' جو شخص دیساکھ کے برت رکھتا ہے وہ اپنے قبیلے کا سردار ہو جاتا ہے۔ جیٹھ کے برت رکھنے والا عورتوں کا محبوب بن جاتا ہے۔ اساڑھ میں برتھ رکھنے والا دولت مند اور ساون کے روزے رکھنے والا عقلمند ہو جاتا ہے۔ بھادر پد کے روزے رکھنے والے کو دولت' شجاعت اور مویشی حاصل ہوتے ہیں۔ اسواپوج کے برت رکھنے پر دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے۔ کارتک میں برت رکھنے والے کی ہر تمنا پوری ہوتی ہے۔ مرگا شیرتا کے مہینے میں روزہ رکھنے والوں کا جنم نہایت زرخیز اور خوبصورت علاقے میں ہوتا ہے۔ جو پوش کے برت رکھے گا اس کو زبردست شہرت حاصل ہوگی۔ مگھ میں روزہ رکھنے والے کو بے شمار دولت ملتی ہے۔ پھاگن کے روزے رکھنے والا محبوب خلائق ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص سال بھر کے برت رکھے اور صرف بارہ بار افطار کرے وہ دس ہزار سال تک جنت میں رہے گا اور دوسرے جنم میں کسی اعلیٰ خاندان میں پیدا ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷۵

روزے کے دنوں کا تعین

ہر مہینے کے نصف کا آٹھواں اور گیارہواں دن روزہ کا دن ہے

قاری کو جاننا چاہئے کہ ہر مہینے کے نصف روشن کا آٹھواں اور گیارھواں دن روزے کے دن ہیں لیکن لوند کا مہینہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ منحوس ہونے کے سبب حساب سے خارج ہے۔

گیارہواں دن خاص طور پر مقدس ہے اس لئے کہ یہ واسودیو کا دن ہے۔ اس دن جب وہ متھرا کا بادشاہ بنا تو اس سے پہلے متھرا کے باشندے ہر مہینے میں ایک دن اندر کی پوجا کرتے تھے۔ اس نے پوجا کے دن کے لئے گیارہویں تاریخ مقرر کر دی اور حکم دیا کہ آئندہ سے اندر کی جگہ اس کی پوجا کی جائے۔ اس لئے وہ لوگ اس دن برت رکھتے ہیں اور اس دن بہت پاک صاف رہتے اور رات کو جاگنا ضروری سمجھتے ہیں اگر چہ یہ فرض نہیں ہے۔

(اس کے بعد سال کے مختلف دنوں کے روزوں کا بیان ہے۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں)

چیتر کا چھٹا دن سورج کے نام کے روزے کا دن ہے۔

ساون کے مہینے کا پورے چاند کا دن سومنات کے نام پر روزے کا دن ہے۔ ساون کی آٹھیوں تاریخ کو بھگوتی کے نام کا روزہ رکھا جاتا ہے اور چاند نکلنے کے وقت افطار کیا جاتا ہے۔

بھادوں کا پانچواں دن سورج کے روزے کا دن ہے۔ اسے شت کہتے ہیں۔

جب کارتک کے مہینے میں چاند اپنی آخری منزل ریوتی میں ہوتا ہے تو اس دن واسودیو کے نیند سے جاگنے کا برت رکھا جاتا ہے۔ اسے ''دیوٹھنی'' کہتے ہیں یعنی دیوتا کا اٹھنا۔ بعض لوگوں کے نزدیک ''دیوٹھنی'' کا برت نصف اول (یعنی روشن کی گیارہوں تاریخ کو رکھنا چاہئے)۔

پھر پوش کا چھٹا دن سورج کے روزے کا دن ہے۔

ماگھ کی تیسری تاریخ عورتوں کے روزے کا دن ہے۔ یہ برت مردوں کے لئے نہیں ہے اسے گوری ترتیہ کہتے ہیں۔ یہ روزہ تمام دن اور تمام رات کا ہوتا ہے۔ روزہ دار عورتیں دوسرے دن صبح روزہ کھول کر اپنے شوہر کے رشتہ داروں کو تحفے تحائف دیتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷۶

تہوار اور جشن کے دن

یاترا مبارک حالات میں سفر پر جانے کو کہتے ہیں۔اسی لئے خوشی کے دنوں کو ان کے یہاں ''یاترا'' کہتے ہیں۔ان کے اکثر تہوار عورتوں اور بچوں کے ہیں۔

چیت کی دوسری تاریخ

چیت کی دوسری تاریخ کو کشمیریوں کا ''اگ دس'' نامی تہوار ہوتا ہے۔اس دن ان کے راجا متائی نے ترکوں پر فتح پائی تھی۔ان کے نزدیک یہ راجا ساری دنیا پر راج کرتا تھا لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں۔وہ اپنے تمام راجاؤں کے بارے میں یہی کہتے ہیں لیکن بے خیالی میں وہ اس راجا کا زمانہ ہم لوگوں سے قریب بیان کرتے ہیں جس سے ان کا جھوٹ کھل گیا ہے حالانکہ کسی ہندو راجا کا ایک بڑی سلطنت پر راج کرنا کوئی ناممکن بات نہیں جیسا کہ یونانی' رومی' بابلی اور ایرانی بادشاہ کرتے تھے لیکن اکثر واقعات جو ہمارے زمانے کے قریب واقع ہوتے ہیں ان سے لوگ اچھی طرح واقف ہیں (اس لئے اگر یہ راجا ساری دنیا کا بادشاہ ہوتا تو ہم اس سے واقف ہوتے) وہ راجا سارے ہندوستان کا راجا رہا ہوگا کیونکہ یہ لوگ ہندوستان اور ہندوستانیوں کے علاوہ کسی دوسرے ملک یا قوم کو جانتے ہی نہیں۔

چیت کی گیارہویں تاریخ

اس مہینے کی گیارہویں تاریخ کو ''ہندولی چیت'' تہوار منایا جاتا ہے۔اس دن یہ لوگ واسودیو کے مندر ''یوگرہ'' میں جمع ہو کر اس کے بت کو جھولا جھلاتے ہیں جس طرح بچپن میں اسے جھلایا جاتا تھا۔اسی طرح اپنے گھروں میں بھی جھلاتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔

چیت کے پورے چاند کا دن

چیت کے پورے چاند کا دن بہند (وسنت؟) منایا جاتا ہے۔یہ عورتوں کا تہوار ہے۔اس دن وہ خوب بناؤ سنگھار کرتی اور اپنے شوہر سے تحفے طلب کرتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائیسویں چیت

چیت کی بائیسویں کو ''چیت چشت'' کہتے ہیں۔ یہ بھگوتی کے نام کا تہوار ہے۔ اس دن غسل کیا جاتا اور صدقہ دیا جاتا ہے۔

تیسری بیساکھ

بیساکھ کی تیسری تاریخ عورتوں کے تہوار ''گوری ترتیہ'' کا دن ہے۔ یہ گوری کے نام پر منایا جاتا ہے۔ گوری مہادیو کی بیوی اور ہمالیہ کی بیٹی ہے۔ عورتیں اس دن نہا دھو کر رنگ برنگے کپڑے پہنتی ہیں اور گوری کی پوجا کرتی ہیں اور گوری کے بت کے سامنے دیئے (چراغ) جلاتی ہیں۔ عورتیں اس دن کھانا نہیں کھاتیں' دن بھر جھولا جھولتی ہیں اور دوسری صبح کو دان کرتی او کھانا کھاتی ہیں۔

بیساکھ کی گیارہویں تاریخ کو وہ تمام برہمن جنہیں راجا بلاتے ہیں کھلے میدانوں میں جا کر پانچ دن تک ''یعنی چاند پورا ہونے تک'' بڑی بڑی آگ جلاتے ہیں۔ یہ آگ سولہ جگہ چار چار ڈھیروں میں جلائی جاتی ہے۔ ہر آگ کے ڈھیر پر ایک ایک برہمن قربانی کرتا ہے۔ اس طرح ان قربانی کرنے والے برہمنوں کی تعداد ویدوں کی تعداد کے برابر یعنی چار ہوتی ہے۔ سولہویں دن وہ سب گھر واپس آ جاتے ہیں۔

ربیعی استوا

اس مہینے میں ربیعی استوا واقع ہوتا ہے جس کا نام بسنت ہے۔ یہ دن حساب لگا کر متعین کیا جاتا ہے۔ اس دن لوگ خوشی مناتے اور برہمنوں کو کھلاتے ہیں۔

پہلی جیٹھ

پہلی جیٹھ (یعنی نئے چاند کا دن) کو خوشیاں مناتے اور برکت کے لئے ہر قسم کا اناج پانی میں ڈالتے ہیں۔

اسی مہینے میں پورے چاند کے دن عورتوں کا تہوار ''روپ پنچا'' ہوتا ہے۔

اساڑھ کا پورا مہینہ دان خیرات کا ہے' اس کا نام ''آہار'' بھی ہے۔ اس مہینے میں گھر کے لئے نئے برتن خریدے جاتے ہیں۔

ساون کے پورے چاند کے دن برہمنوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

اسوایج کی آٹھویں کو جب چاند اپنی انیسویں منزل ''مول'' میں ہوتا ہے گنا چوسنے کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ مہانومی' مہادیو کی بہن کے نام کے تہوار کا دن ہے۔ اس دن گنے اور دوسری فصلوں کی پیداوار کو مہانومی کے بت پر جس کو بھگوتی کہتے ہیں چڑھاتے ہیں اور اسی پر بکریوں کی قربانی اور دوسری نذریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کرتے ہیں جس کے پاس چڑھاوے یا قربانی کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا وہ بت کے پاس کھڑا رہتا ہے اور بیٹھتا نہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس کو دیکھتا ہے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیتا ہے۔

بھادوں کا نیا چاند

بھادوں کے مہینے میں جب چاند دسویں منزل (مگھ) میں ہوتا ہے تو ''پتری پکش'' تہوار منایا جاتا ہوے۔ پتری پکش کے معنی ہے بزرگوں کا آدھا مہینہ۔ کیونکہ چاند اس منزل میں تقریباً نئے چاند کے وقت داخل ہوتا ہے۔ ان پندرہ دنوں میں وہ بزرگوں کے نام پر دان دیتے ہیں۔

بھادوں کی تیسری تاریخ کو ''ہربلی'' (؟) تہوار منایا جاتا ہے۔ یہ عورتوں کا تہوار ہوتا ہے۔ اس میں وہ پھولوں اور خوشبوؤں کو ایک دوسرے پر اچھالتی ہیں اور ساری رات کھیلتی رہتی ہیں اور دوسرے دن صبح تالاب میں نہا کر دان خیرات کرتی ہیں۔

بھادوں کی چھٹی تاریخ

بھادوں کے چھٹے دن کو ''گے ہت'' کہتے ہیں' اس دن قیدیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ بھادوں کے آٹھویں جب چاند آدھا ہوتا ہے تو ''دھروگرہ'' نام کا تہوار مناتے ہیں۔ اس دن غسل کر کے اگایا ہوا غلہ استعمال کرتے ہیں تاکہ ان کی اولاد تندرست رہے۔ اس دن حاملہ عورتیں خوش ہو کر لڑکا پیدا ہونے کی دعا کرتی ہیں۔ جب چاند چوتھی منزل روہنی میں ہوتا ہے اس وقت کا نام ''گنالہید'' ہے۔ اس موقع پر تین دن خوشی مناء یجاتی ہے' لوگ واسودیو کی پیدائش کی خوشی میں کھیل تماشے کرتے اور جشن مناتے ہیں۔

پہلی کارتک

کارتک کے پہلے دن جب سورج برج میزان میں داخل ہوتا ہے کا نام دیپالی ہے۔ اس دن لوگ غسل کر کے اچھے اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور ایک دوسرے کو پان اور سپاری کا تحفہ دیتے ہیں اور مندروں میں جا کر صدقہ کرتے ہیں اور دوپہر تک کھیل تماشے کرتے ہیں' رات میں اتنی کثرت سے دیپ جلاتے ہیں کہ تمام فضا منور ہو جاتی ہے۔ اس جشن کی تقریب یہ ہے کہ ہر سال اس دن واسیودیو کی بیوی لکشمی' وروچن کے بیٹے کو جو ساتویں زمین میں قید ہے آزاد کر کے دنیا میں لاتی ہے' اس لئے اس تہوار کا نام بل راجیہ بھی ہے یعنی بل کے راج (حکومت کا دن)

اسی مہینے میں جب چاند پورا ہو جاتا ہے تو لوگ دعوتیں دیتے ہیں اور نصف تاریک دنوں میں عورتوں کا خوب بناؤ سنگھار کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پندرہویں ماگھ

ماگھ کے پورے چاند کا دن بھی عورتوں کا تہوار ہے۔ پوس کے مہینے کے اکثر دنوں میں عورتیں ''پہاول'' (؟) بڑی مقدار میں پکاتی ہیں۔ یہ ایک میٹھا پکوان ہے جسے لوگ شوق سے کھاتے ہیں۔

آٹھویں پوس

پوس کے نصف روشن کی آٹھویں تاریخ کا نام ''اشتک'' ہے۔ اس دن برہمنوں کو سرمق (پالک) سے بنا ہوا کھانا کھلاتے ہیں اوان کی خوب خاطر کرتے ہیں۔

پوش کے نصف تاریک دنوں کے آٹھویں دن کو ''سکارتم'' کہتے ہیں۔ اس دن لوگ شلجم کھاتے ہیں۔

تیسری ماگھ

ماگھ کی تیسری تاریخ کو مہاترج (ماگھ ترتیہ) کہتے ہیں۔ یہ بھی گوری کے نام پر عورتوں کا تہوار ہے، وہ کسی معزز شخص کے گھر پر گوری کے بت کے سامنے جمع ہوتی اور قیمتی کپڑے' عمدہ عطر اور نفیس کھانے اس کے سامنے رکھتی ہیں۔ ان کے ایسے ہر موقع پر پانی سے بھرے ایک سو آٹھ برتن رکھے جاتے ہیں۔ جب ان کا پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو رات کے ہر چوتھے حصے میں اس سے چار بار نہاتی ہیں۔ صبح کو دعوت دیتی' دعوتیں کرتی اور مہمانوں کی خاطر تواضع کرتی ہیں۔ عورتیں اس مہینے میں عام طور پر ٹھنڈے پانی سے نہاتی ہیں۔

اس مہینے کے پورے چاند کا دن بھی عورتوں کا تہوار ہے جسے ''اودس'' اور 'ڈھالا' بھی کہتے ہیں۔ اس میں ''چامہ'' تہوار کی نسبت نیچی جگہ پر آگ جلائی جاتی اور گاؤں سے باہر ڈالی جاتی ہے۔ اس مہینے کی سولھویں شب 'شوراتری' میں ساری رات مہادیو کی پوجا ہوتی ہے۔ ہندو ساری رات جاگ کر مہادیو کی پوجا کرتے اور اس کے بت پر پھول اور عطر چڑھاتے ہیں۔ اس ماہ کی ۲۳ ویں تاریخ یعنی پیوتن (؟) کے دن چاولوں میں گھی اور شکر ملا کر کھایا جاتا ہے۔

ملتان کا ایک تہوار

ملتان کے ہندو ایک خاص تہوار مناتے ہیں جس کا نام 'سانبا پورا یاتر' ہے یہ تہوار سورج سے منسوب ہے اور اس دن اس کی پوجا کی جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷۷

مُتبرک ایام، مبارک اور منحوس ساعتیں اور ثواب حاصل کرنے کے اوقات

تمام دنوں کی کچھ نہ کچھ خصوصیات مقرر کی گئی ہیں اور انہیں خصوصیات کی نوعیت اور کمی بیشی کے لحاظ سے ہر دن کے تقدس اور احترام کا درجہ مقرر ہے۔ مثلاً اتوار کا دن کہ اس کی عظمت سورج کے ساتھ نسبت اور ہفتہ کا پہلا دن مقرر ہونے کی وجہ سے ہے اور اس کی ایسی ہی عظمت کی جاتی ہے جیسی اسلام میں جمعہ کی۔

نئے چاند اور پورے چاند کے دن

جن دنوں کی خاص عظمت کی جاتی ہے ان میں اماوس اور پرنیا بھی ہیں یعنی نئے چاند اور پورے چاند کے دن۔ ان دنوں کی عظمت اس لئے ہے کہ ان میں سے ایک دن چاند کی روشنی سب سے کم اور ایک دن سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ ہندوؤں کا اس روشنی کے گھٹنے اور بڑھنے کے متعلق جو اعتقاد ہے اس کے مطابق برہمن ثواب کے واسطے آگ کی قربانی مسلسل کرتے رہتے ہیں اور کھانے کی وہ چیزیں جو چاند نکلنے سے چاند پورا ہونے تک آگ میں ڈالی جاتی ہیں ان میں سے فرشتوں کا حصہ الگ نکالتے رہتے ہیں اور اس حصہ کو چاند پورا ہونے کے بعد سے نئے چاند کی رویت تک خیرات کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ نئے چاند کی رویت کے وقت اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ چاند کی رویت اور چاند کا پورا ہونا بزرگوں کے یوم کی دوپہر اور آدھی رات کے وقت ہیں۔ اس لئے ان دونوں وقتوں میں ہمیشہ بزرگوں کے نام پر دان کیا جاتا ہے۔

چار یگوں کے آغاز کے چار دن

چار دن ایسے ہیں جن کی عظمت اس لئے کی جاتی ہے کہ ہندوؤں کے خیال میں موجودہ چتر یگ کے چاروں یگوں کی ابتدا ان ہی دنوں سے ہوئی۔ یہ دن مندرجہ ذیل ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ بیساکھ کا تیسرا دن جسے کشیر کہتے ہیں۔اس دن کرت یگ کی ابتدا ہوئی

۲۔ کارتک کا نواں دن۔اس دن سے تریتا یگ کی ابتدا ہوئی

۳۔ پندرہ ماگھ اس دن دواپر یگ شروع ہوا۔

۴۔ اسوج کا تیرھواں دن اس دن کل یگ کا آغاز ہوا۔

میرے خیال میں چاروں دن چار تہوار ہیں اور ہر تہوار ایک ایک یگ سے منسوب ہے اور ان کو دان دینے یا بعض رسوم کے ادا کرنے کے لئے اسی طرح مقرر کرلیا گیا ہے جس طرح عیسائیوں نے سال میں بعض دن اپنے اولیاؤں کی یادگار کے لئے مقرر کر لئے ہیں۔ بہر حال ہم یہاں اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ یگوں کی ابتدا ان دنوں میں ہوئی۔

(اس کے بعد البیرونی نے ان کے دنوں کے تعین کے لئے ہندوؤں کے حساب کرنے کے طریقے پر تنقید کی ہے۔اس کے خیال میں ان دنوں کا تعین محض تاویل کی بنیاد پر کیا گیا ہے اس میں اصلیت کچھ بھی نہیں ہے)۔

پنیہ کال

جو اوقات ثواب حاصل کرنے کے لئے زیادہ سازگار ہیں انہیں پنیہ کال (پن کال) کہتے ہیں۔ہم نے جن تہواروں کا ذکر گزشتہ باب میں کیا ہے وہ ایسے ہی دن ہیں اور ان میں دان کیا جاتا اور ضیافتیں دی جاتی ہیں۔اگر ان کے ساتھ ثواب کی امید وابستہ نہ ہوتی تو ان میں خوشی منانا اچھا نہ سمجھا گیا ہوتا۔

سنکرانت

وہ پن کال مبارک ہیں جن میں ستارے خصوصاً سورج ' ایک برج سے دوسرے برج میں منتقل ہوتے ہیں۔ان اوقات کو سنکرانت کہتے ہیں۔ان میں سب سے اچھے دن وہ ہیں جب دن اور رات برابر ہوتے ہیں۔دونوں انقلاب کے اوقات بھی ایسے ہی ہیں لیکن سب سے افضل استواء ربیع کا وقت ہے۔اس کو بکھو اور شبو کہتے ہیں کیونکہ "کھ" اور "ش" کا تلفظ یہ لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ ایک پر دوسرے کا گمان ہوتا ہے۔یہ ایک دوسرے سے بدل جاتے اور آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔

سیارے کو نئے برج میں داخل ہونے میں صرف ایک لمحہ لگتا ہے اور یہ اوقات بہت جلدی یعنی لمحے بھر میں گزر جاتے ہیں چونکہ ان میں تیل اور اناج کے ساتھ آگ کی قربانی دینا ہوتی ہے (اس قربانی کا نام سانت ہے) اس لئے ان لوگوں نے ان اوقات کو وسیع کرلیا ہے اور ان کی ابتدا' اوسط اور انتہا اس طرح مقرر کی ہے کہ جب سورج کے جسم کا مشرقی کنارا برج کے کنارے کو چھوتا ہے تو اس وقت کی ابتدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے اور جب یہ کنارا برج کے وسط میں پہنچتا ہے تو یہ اس وقت کا بھی وسط ہے اور نجوم کے حساب سے یہی انتقال کا وقت ہے۔ پھر جب سورج کا مغربی کنارا برج کو چھوتا ہے تو یہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔
سورج کو اس پورے عمل سے گزرنے میں تقریباً دو گھنٹے لگتے ہیں۔
(اس کے بعد سنکرانت کا وقت معلوم کرنے کے دو طریقے بیان کئے ہیں)۔

گرہن کے اوقات

سورج گرہن اور چاند گرہن کے اوقات بھی ثواب حاصل کرنے کے لئے بہترین وقت ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق ان اوقات میں تمام روئے زمین کا پانی گنگا کے پانی کی طرح پاک ہو جاتا ہے۔
یہ لوگ ان کے اوقات کی اس درجہ تعظیم کرتے ہیں کہ بہت سے لوگ ان اوقات کو موت کا بہترین وقت مان کر ان اوقات میں خودکشی کر لیتے ہیں لیکن صرف ویش اور شودر ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ برہمن اور چھتری کے لئے خودکشی کرنا منع ہے اس لئے وہ اس کا ارتکاب نہیں کرتے۔

پروا اور یوگ

پرو کے اوقات یعنی وہ اوقات جن میں گرہن پڑنا ممکن ہے مبارک اوقات ہیں اور اگرچہ ان میں گرہن نہ پڑا ہو پھر بھی ان کی فضیلت گرہن کے اوقات ہی کے برابر ہے۔
یوگ کے اوقات بھی گرہن کے اوقات کی طرح مبارک ہوتے ہیں۔ ان کا بیان ہم نے ایک خاص علیحدہ باب میں کیا ہے۔

زلزلوں کے اوقات

ایسے اوقات جنہیں منحوس تصور کیا جاتا ہے اور جن میں کوئی ثواب نہیں ملتا' زلزلوں کے اوقات ہیں۔
ہندو اس وقت ایک شگون کے طور پر اپنے گھڑوں اور مٹکوں کو زمین پر مار کر توڑتے ہیں تا کہ یہ آفت ٹل جائے۔ اس طرح کے دوسرے منحوس اوقات کی تفصیل کتاب سمہت میں درج ہے۔
یہ اوقات ہیں جن میں زمین دھنسنے' ستارہ ٹوٹنے' آسمان پر سرخی نمودار ہونے' فطرت اور عادت کے خلاف واقعات کا ظہور' بجلی گرنے سے زمین جلنے' دم دار ستاروں کا ظہور' درندوں اور جنگلی جانوروں کا بستیوں میں گھس آنا' بے موسم کی بارش یا ایک موسم کے کوائف کا دوسرے موسم میں ظاہر ہونے وغیرہ کے واقعات وحوادث کا ظہور ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷۸

کرن

کرن کی تشریح

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ قمری ایام' جنہیں تتھی کہتے ہیں' ایام طلوعی سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ قمری مہینے میں تیس دن اور ساڑھے انتیس (29/1/2) سے کچھ زیادہ طلوعی دن ہوتے ہیں۔

ہندوؤں کے یہاں یوم کو تتھی کہتے ہیں۔ پھر اس تتھی کے بھی دو حصے ہیں یعنی تتھی کے نصف اول کو دن اور نصف آخر کو رات کہتے ہیں اور پھر ہر دن اور ہر رات کا الگ الگ نام ہے اور ان سب کو ملا کر ''کرن'' کہتے ہیں۔

(اس کے بعد کرن کو دریافت کرنے کا قاعدہ بیان کیا ہے)۔

بھُت کی تشریح

''بھُت'' ہندی زبان کا لفظ ہے اور اس کا صحیح تلفظ بھکتی ہے جس کے معنی کسی ستارے کی یومیہ حرکت ہے۔ اگر اس سے مراد ''میر مقوم'' ہوتی ہے تو اسے ''بھکتی اسپھوت'' کہتے ہیں اور اگر میر وسطی ہے تو اسے بھکتی مدھیم اور دونوں بھکتیوں کے فرق کو ''بھکتی انتر'' کہتے ہیں۔

قمری نصف ماہ کے قمری دنوں کے نام

قمری مہینے کے دنوں میں سے ہر ایک کا ایک خاص نام ہے جنہیں مندرجہ ذیل جدول میں درج کر دیا گیا ہے۔ آپ جس قمری دن میں ہوں اس کا عدد جدول میں تلاش کیجئے۔ عدد کے سامنے اس کا نام اور نام کے مقابل کرن کا نام درج ہے۔ اگر مذکورہ دن کا گزرا ہوا حصہ نصف سے کم ہوتا ہے تو کرن دن کا ہوگا اور اگر نصف سے زیادہ حصہ گزر چکا ہے تو رات کا۔

(اس کے بعد نقشہ درج ہے)

کرن کے ناموں' ان کے حاکموں اور ان سے متعلق کاموں کا نقشہ

جیسا کہ ان کا دستور ہے' ہندوؤں نے چند کرنوں کے حاکم بھی مقرر کر دیئے ہیں اور جس طرح ستاروں کے لئے خاص خاص کام مقرر ہیں اسی طرح ہر کرن کے لئے بھی وہ کام مقرر کر دیتے ہیں جن کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کرنوں میں انجام دینا ضروری ہے۔ اگر ہم ایک اور جدول میں ان تمام باتوں کو جو ابھی بتائی ہیں درج کردیں تو یہ نامانوس مضمون اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے گا۔

(اس کے بعد چار مقیم اور سات سیار کرنوں کے کاموں کی جدول درج ہے۔ اس کے بعد البیرونی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ الکندی اور بعض دوسری عرب مصنفین نے کرنوں کے ہندی نظام کو بیان کیا اور اس سے کام لیا ہے لیکن وہ اس کو پوری طرح سمجھتے نہیں تھے۔ انہوں اس میں ترمیم و تنسیخ کر کے اس کی اصلی شکل کو بدل دیا ہے اور اگرچہ تبدیل شدہ صورت اصل سے بہتر ہے لیکن ان دونوں کو الگ الگ بیان کرنا چاہئے۔

باب ۷۹

یوگ

یہ وہ اوقات ہیں جنہیں ہندو نہایت منحوس خیال کرتے ہیں اور ان میں کوئی کام نہیں کرتے۔ ایسے اوقات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہم ان کو یہاں بیان کرتے ہیں۔

ویاتپت کی تشریح

دو یوگوں پر تمام ہندوؤں کا اتفاق ہے۔

(۱) وہ وقت جب سورج اور چاند ایسے دو مدار پر ہوں جو ایک دوسرے کو تھامے نظر آتے ہوں اور خط استوا سے ان کا فاصلہ ایک سمت میں برابر ہو' اس یوگ کو ویاتپت کہتے ہیں۔

(۲) وہ وقت جب سورج اور چاند دو مساوی مدار پر کھڑے ہوں اور جن کا فاصلہ خط استوا سے مختلف سمتوں میں برابر ہو اس وقت کو ویدھرت کہتے ہیں۔

(اس کے بعد ویاتپت اور ویدھرت معلوم کرنے کے مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔ یہ طریقے کتاب کرن تلک اور پلس سے ماخوذ ہیں)

البیرونی نے اس موضوع پر اپنی دو تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کا نام "عربی کھانڈ کھڈ ایک" ہے۔ البیرونی نے یہ کتاب سیاوبل کشمیری کے لئے تصنیف کی تھی۔ یوگوں کے عام اور خواص کا ایک نقشہ بھی درج کیا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۸۰

ہندوؤں کے علم نجوم کے بنیادی اصول اور نجومی حساب کے طریقے

ستاروں کا حساب لگا کر مستقبل کے بارے میں حکم لگانے کے ہندوؤں کے طریقوں سے ہمارے ہم مذہب (مسلمان) واقف نہیں ہیں اور نہ انہیں اس موضوع پر کوئی ہندوستانی کتاب پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس وجہ سے وہ سمجھتے ہیں کہ ہندو کا علم نجوم ان کے علم نجوم جیسا ہے اور ہندوؤں کے نجوم کے بارے میں ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو ہمیں ہندوؤں کے یہاں کہیں بھی نظر نہیں آئیں۔ جس طرح ہم نے اس کتاب کے گزشتہ اجزا میں ہر مضمون کو تھوڑا تھوڑا بیان کیا ہے اسی طرح اس مضمون میں صرف انہیں باتوں کو بیان کریں گے جس سے اس موضوع سے ضروری واقفیت ہو جائے اور ان مسائل پر ہندوؤں سے گفتگو کرنے میں آسانی ہو۔ اگر اس موضوع پر پوری تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جائے تو کلام بہت طویل ہو جائے گا چاہے ہم صرف اصولوں کو ہی بیان کریں۔ اس کی فروعات میں نہ جائیں، اس لئے میں ہندوؤں کے علم نجوم کے بنیادی اصولوں کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔

سب سے پہلے قاری کو یہ جاننا چاہئے کہ یہ لوگ اکثر اپنی پیشین گوئیوں میں ایسی چیزوں سے شگون لیتے ہیں جیسے) چڑیوں کے اڑنے اور قیافہ وغیرہ اور دنیا کے حالات پر ستاروں کے اثرات کو ذہن میں رکھ کر کوئی نتیجہ نہیں نکالتے حالانکہ ایسا ہی کرنا چاہئے۔ سیاروں کی تعداد سات ہونے کے بارے میں ہمارے اور ہندوؤں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہندو سیاروں کو گرہ کہتے ہیں ان میں سے بعض دائمی طور پر مبارک ہیں مثلاً مشتری، زہرہ اور چاند، ان مبارک سیاروں کو سوم گرہ کہا جاتا ہے۔ بعض سیارے دائمی طور پر منحوس تصور کیے جاتے ہیں مثلاً زحل، مریخ اور سورج، ان کو کروز گرہ کہتے ہیں۔ وہ راس کو بھی منحوس سیاروں میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سیارہ نہیں ہے۔ ایک سیارہ ایسا ہے جس کی حالت بدلتی رہتی ہے اور وہ جس طرح دوسرے ستارے کے ساتھ ہوتا ہے اسی کی طرح ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر مبارک ستارے کے ساتھ ہو تو مبارک ہو جائے گا اور اگر منحوس ستارے کے ساتھ ہو تو منحوس کہلائے گا۔ اس کا نام عطارد ہے جب یہ اکیلا ہوتا ہے اس وقت مبارک سمجھا جاتا ہے۔

(اس کے بعد سیاروں کے نام، ان سے انسان کے کردار اور جنس کے بارے میں کیا معلوم ہوسکتا ہے اور یہ کن عناصر اور کن موسموں پر دلالت کرتے ہیں وغیرہ کا نقشہ پیش کیا ہے۔ نقشہ کے بارے میں چند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صراحتیں درج ہیں اور ہر برج کے خواص بھی بیان کئے ہیں۔)

نجوم کی چند اصطلاحوں کی تشریح

ستارے کی بلندی یا اوج کو ہندوستانی زبان میں اپسھ کہتے ہیں اور اس کے بلند درجے کو ''پرموچستھ'' کہتے ہیں۔ ستارے کے سب سے نچلے مقام کو نچستھ اور اس کے انتہائی درجے کو پرم نچستھ کہتے ہیں۔ ''مولاترکون'' ستارے کا طاقتور اثر ہوتا ہے جو اس میں اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ محل تفرتح میں اپنے دو گھروں میں سے ایک میں ہوتا ہے۔

وہ تین تین گھروں کے مجموعے ترگنی کو عناصر طبعی کی طرف منسوب نہیں کرتے جس طرح لوگ برج منقلب کو چرراس یعنی برج متحرک اور برج ثابت کو ستھرراس یعنی ساکن اور دو جسم والے کو دوسو بھاؤ یعنی بیک وقت دو بدن کہتے ہیں۔

گھر (بیوت)

جس طرح ہم نے بروج کا جدول بنایا ہے اسی طرح گھروں یعنی بیوت (بیت کی جمع) کا جدول بھی پیش کررہے ہیں جس میں ہر گھر کے خواص درج ہیں۔ ان بیوت کے نصف جو زمین کے اوپر ہیں انہیں ہندو ''چتر'' یعنی چھتری کہتے ہیں اور باقی نصف جو زمین کے نیچے ہیں ناؤ یا کشتی کہلاتے ہیں۔

پھر اس نصف کو جو آسمان کی طرف بلند ہے یا زمین کے اندر تک اترا ہوا ہے ''دھنو'' (کمان) کہتے ہیں ان کے اوتار کو کیندر اور جو ان کے بعد ہیں ان کو ''پنا پھر'' اور جو ہٹے ہوئے ہیں ان کو ''اپاکلم'' کہتے ہیں۔

(بیوت کی جدول بھی دی گئی ہے)

اب تک جو کچھ بیان ہوا ان پر ہندوؤں کے نجومی احکام کی بنیاد ہے یعنی سیارے، بروج اور بیوت اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ ان میں سے ہر چیز کس بات پر دلالت کرتی ہے وہ اس فن کا ماہر اور امام کہلانے کا مستحق ہے۔

(اس کے بعد البیرونی نے بروج کی تقسیم اجزا میں ستاروں کی دوستی اور دشمنی، ہر ستارے کی چار قوتوں اور ستاروں کا تعلق انسان کی عمر سے اور ستاروں کے سالوں وغیرہ کے متعلق ہندوؤں کے خیالات پیش کئے ہیں)۔

ہندو نجومیوں کا طریقہ استخراج

گزشتہ صفحات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے قاری کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہندو انسانی عمر کا حساب کس طرح لگاتے ہیں۔ اس کا حساب پیدائش کے ستارے کے مقام کی بنیاد پر لگایا جاتا ہے اور عمر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہر حصے میں مختلف سیاروں کے سال اس پر جس طرح پھیلے ہوتے ہیں ان میں بعض موالید جمع کرتے ہیں جن کا دوسری قوموں میں کوئی لحاظ نہیں ہے۔

میں نے یہ تفصیل اس لئے لکھی ہے تا کہ قاری کو ہمارے اور ہندوؤں کے طریقوں کا فرق معلوم ہو جائے۔

فضا اور زمین پر جو حالات رونما ہوتے ہیں ان کے متعلق ہندوؤں کے نظریات اور طریقے بڑے پیچیدہ اور طول طویل ہیں۔ جس طرح ہم نے زائچے کی بحث کو صرف عمر کے بیان تک محدود رکھا اسی طرح آگے آنے والی بحث میں ہم دمدار ستاروں کے بارے میں بعض ان ہندو علماء کے اقوال نقل کرنے پر جنہیں اس فن کے امام سمجھا جاتا ہے اکتفا کریں گے۔

دم دار ستارے

جوزہر کے راس یعنی سر کا نام راہو ہے اور اس کی دم ''کیتو'' کہلاتی ہے۔ ہندو دم کا ذکر شاذ و نادر ہی کرتے ہیں' وہ فقط راس کا استعمال کرتے ہیں اور فضا میں ظاہر ہونے والے تمام دمدار ستاروں کو عام طور پر ''کیتو'' ہی کہا جاتا ہے۔

(اس کے بعد دم دار ستاروں کی مختلف اقسام اور ان کے اثرات کے بارے میں ورہ میر کی سمہت سے اقتباس پیش کیا ہے۔ پھر ایک جدول میں دمدار ستاروں کے نام ہر ایک کے ستاروں کی تعداد اور ان کے خواص و اثرات کا نقشہ درج کیا ہے)۔

البیرونی نے ایک محقق کی دیانت سے کام لیتے ہوئے یہ بتا دیا ہے کہ اصل کتاب یا اس کی جس نقل سے اس نے جدول مرتب کی تھی وہ بعض جگہ سے ناقص یا خراب تھی اس وجہ سے اسے جدول کے بعض خانے خالی چھوڑنا پڑے)۔

ورہ میر کی سمہت سے مزید اقتباسات

ورہ میر نے دمدار ستاروں کو تین قسموں میں بانٹا تھا۔ 'بلند' جو ستاروں کے قریب ہیں' 'رواں' جو زمین کے نزدیک ہیں اور متوسط جو ہوا میں ہیں اور اس نے بلند اور متوسط کو جو ہمارے جدول میں ہیں' علیحدہ بھی بیان کیا ہے۔

(ان تین قسموں کے دم دار ستاروں اور ان کے خواص کے بارے میں مذکورہ جدول کی طرح کی ایک اور جدول بنا کر پیش کی ہے)۔

الغرض دم دار تاروں اور ان کے راستوں کے متعلق ہندوؤں کا طریقہ یہی تھا جو بیان ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوؤں میں ایسے لوگ کم ہیں جنہوں نے دم دارستاوں اور دوسرے فلکی آثار کا مطالعہ اتنی دقت نظر سے کیا ہو جس طرح یونانی ماہرین طبیعات کرتے تھے۔ ہندوان مسائل میں بھی اپنے علمائے مذہب کے اقوال کو نہیں ترک کرتے۔ مثلاً آسمانی حادثات کے بارے میں کہتے ہیں کہ گرج (بجلی کا کڑکا) ایروت کی چنگھاڑ ہے جو اندر کی سواری کا ہاتھی ہے اور جب وہ مانس تالاب کا پانی پیتا ہے تو مست ہو کر نہایت خوفناک آواز میں چنگھاڑتا ہے اسی طرح دھنک (قوس قزح) ان کے نزدیک اندر کی کمان ہے جس طرح ہمارے عوام اسے رستم کی کمان کہتے ہیں۔

خاتمہ کلام

ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس شخص کے لئے کافی ہے جو ہندوؤں سے گفتگو کرنا اور انہیں کے اقوال ونظریات کی بنا پر ان سے ان کے مذہبی، علمی اور ادبی مسائل پر بحث کرنا چاہے۔ اس لئے اس کتاب کو جو اپنے طول وعرض میں اتنی بڑھ گئی ہے کہ پڑھنے والا اس کو پڑھتے پڑھتے اکتا جائے گا ختم کرتے ہیں۔ ہم اللہ سے ان باتوں کو نقل کرنے کی جو حق نہیں ہیں معافی چاہتے ہیں۔ ہم اس سے اس چیز پر مضبوطی سے قائم رہنے کی جس سے وہ خوش ہے توفیق مانگتے ہیں۔ ہم اللہ سے حق وباطل اور رطب ویابس میں تمیز کرنے والی فہم وطبع کے طالب ہیں۔ تمام بھلائی اسی کی طرف سے ہے اور وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ تمام تعریفیں صرف اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور درود وسلام ہو اس کے رسول محمد ﷺ اور ان کی کل اولاد پر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتخب حوالے

۱۔ ایڈورڈ ی سی "سخاؤ" کرانولوجی آف انشینٹ نیشنز لندن ۱۸۷۹ پیش لفظ L-XI

۲۔ البرونیز انڈیا، لندن ۱۸۸۸ (اشاعت جدید، دہلی) پیش لفظ L-XIV دونوں جگہ سخاو نے، جس نے البیرونی کو انگریزی دان طبقے میں متعارف کیا، البیرونی کی زندگی اور اس کی اس تصنیف کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

۳۔ البیرونی (یادگار جلد) ایران سوسائٹی کلکتہ ۱۹۵۱ء

۴۔ انڈوایرانیکا جلد V شمارہ ۴، (۱۹۵۲ء) البیرونی ہزار سالہ تقریبات، ان دونوں جلدوں میں البیرونی کی حیات و تصانیف سے متعلق اہم مواد موجود ہے جس کا علیحدہ حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔

۵۔ خلیق احمد نظامی (مرتب) "پالٹکس اینڈ سوسائٹی ڈیورنگ دی ارلی میڈیول پیریڈ" (مجموعہ تصانیف پروفیسر ایم حبیب) "ابوریحان البیرونی آن دی نیشنل کریکٹر آف دی ہندوز ص ۳۲-۲۸ ایضاً ہندو سوسائٹی ان دی ارلی مڈل ایجز ص ۵۷-۱۳۷ ایضاً انڈین کلچر اینڈ سوسائٹی ایٹ دی ٹائم آف ٹرکش انویژن ۲۲۸-۱۵۲۔

پروفیسر حبیب نے یہ مضامین ۱۹۳۰، ۱۹۳۱ اور ۱۹۴۰ء میں قلمبند کیے تھے جو اس جلد میں شامل ہیں۔ ان میں البیرونی کے مشاہدات پر بعض جگہ کڑی تنقید کی گئی ہے اور اصل کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ ایلیٹ اینڈ ڈاوسن: ہسٹری آف انڈیا ایز ٹولڈ بائی اِٹس اون ہسٹوریز جلد 11 اشاعت جدید، علی گڑھ ۱۹۵۲ء پیش لفظ از پروفیسر محمد حبیب ص ۸-۱ اور حواشی

۷۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ مضمون 'البیرونی' از بائیلوٹ' جدید ایڈیشن' لندن ۱۹۶۰ء ص ۳۸-۱۲۳۶۔

۸۔ سی سی گلس پی مدیر ڈکشنری آف سائیٹیفک بیاگرافی۔ مضمون "البیرونی" از ای ایس کینڈی 'نیویارک ۱۹۷۰ ص ۵۸-۱۴۷۔

۹۔ اینسلے ٹی ایمبری، البیرونیز انڈیا (تلخیص) نیویارک ۱۹۷۱ء پیش لفظ V-X-IX (مزید دیکھئے ص X مع حاشیہ)

یہاں جن مضامین کا حوالہ دیا گیا ہے وہ البیرونی کی زندگی اور ہندوستان پر اُس کی تصنیف کے بعض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلوؤں سے متعلق ہیں۔ البیرونی کے متعلق مضامین کی مکمل فہرست کے لئے دیکھئے۔ جے ڈی پیرسن کی ''انڈکس اسلامکس''، ۵۵-۱۹۰۶ کیمبرج ۱۹۵۸، ص ۴۸-۱۴۶ مزید ملاحظ کیجئے سیریل نمبر ۷، ۲۳ اور ۲۴۔

۱۰۔ آر سی مجمدار، اے پیج ان البیرونیز انڈیا، اے نندا اریا، جے بی او آر ایس، ۱۹۲۳ ص ۱۸-۴۱۷۔

۱۱۔ عبداللہ یوسف علی، البیرونیز انڈیا، آئی سی، شمارہ ۱، ۱۹۶۷، ص ۳۵-۳۱ شمارہ ۲۰، ص ۳۰-۳۲۳ ایضاً شمارہ ۳، ص ۸۷-۴۷۳

۱۲۔ زیڈ احمد، البیرونی آئی سی V، ۱۹۳۱، ص ۵۱-۳۴۳ VI، ۱۹۳۲، ص ۶۹-۳۶۳

۱۳۔ ایف کرن کاؤ ابوریحان البیرونی، آئی سی VI، ۱۹۳۲، ص ۳۴-۵۲۸

۱۴۔ ایس ایچ برنی، البیرونیز سائنٹیفک اچیومنٹس، ایضاً ۵۳-۱۹۵۲، ص ۴۸-۳۷۔

۱۵۔ اے ایچ دانی، البیرونی، آن سنسکرت لٹریچر، جے پی آر ایس I، ۱۹۵۳، ص ۱۷-۳۰۱

۱۶۔ ایس اے علی البیرونی، دی اسکالر اینڈ دی رائٹر، پروگرز دولیوم آف پاکستان ہسٹاریکل کانفرنس ۱۹۵۳، ص ۵۲-۲۴۳

۱۷۔ ایم ایل رائے چودھری، ابوریحان البیرونی اینڈ ہز انڈین اسٹڈیز، II VII ۱۹۵۴

۱۸۔ بی سی لا۔ ''البیرونیز نالج آف انڈین جیاگرافی'' II VII ۱۹۵۴، ص ۲۶-۱

۱۹۔ ایم یاسین ''البیرونی ان انڈیا'' آئی سی XLIX ۱۹۷۵، ص ۱۳-۲۰۷۔

۲۰۔ ایم ایس خان، البیرونی ان انڈیا میٹافزکس'' LX ۱۹۸۱، ص ۸۶-۱۶۱۔

۲۱۔ گوبند رکور ''البیرونی: این ارلی اسٹوڈنٹ آف کمپیز ے ٹوریلی جنز LX1 ۱۹۸۲، ۶۳-۱۴۹

۲۲۔ ایم ایس خان ''البیرونی اینڈ دی پولیٹیکل ہسٹری آف انڈیا'، اے جی برل لیڈن جلد ۲۵، ۲۶، ۱۱۵-۸۶

۲۳۔ مقبول احمد ''البیرونی'' این انٹروڈکشن ٹو ہز لائف اینڈ رائٹنگس' مذکورہ مقالہ البیرونی سمپوزیم منعقدہ ۱۹۷۱ میں پیش کیا گیا۔

۲۴۔ ایم غیاث الدین (غیر مطبوعہ پی ایچ ڈی مقالہ) ۱۹۶۹۔

''اے کریٹیکل انالائسس آف رائٹنگس آف البیرونی پرو ٹیٹنگ ٹو انڈیا' مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

ا۔ ابو سہل عبدالمنعم ابن علی ابن نوح تفلسی ...... یہ بات حیرت انگیز ہے کہ البیرونی نے ایسی اہم شخصیات کے بارے میں جس کی فرمائش پر اور جسے خوش کرنے کے لئے یہ کتاب تصنیف کی کچھ نہیں کہا ہے۔ سخاو نے اس سبب سے کہ ان کے نام کے ساتھ لفظ ''استاذ'' شامل ہے' یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ سلطان محمود کے دربار کے کوئی بڑے افسر تھے اور غالباً ایرانی تھے کیونکہ استاد کا لقب بڑے بڑے سرکاری افسروں کے لئے مخصوص تھا۔

۲۔ معتزلہ......اسلامی متکلمین کا ایک فرقہ جس کا بانی واصل ابن عطا (متوفی ۷۴۸) تھا۔

معتزلہ فلسفہ جبر کے قائل نہیں تھے۔ وہ انسان کو اپنے ارادے میں آزاد مانتے تھے۔ وہ صفات الٰہی کو بھی قدیم نہیں کہتے تھے۔ کیونکہ ان کے خیال میں صفات کو قدیم مان لینا عقیدہ توحید کے منافی ہے۔ وہ قرآن کو بھی حادث مانتے تھے۔ المامون کے دورِ خلافت (۸۱۳ تا ۸۲۲ء) میں اس فلسفے کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

معتزلہ کے عقائد پر یونانی فلسفے کا اثر تھا اور وہ عرصے تک بحث و مناظر کا موضوع بنے رہے اور ان کے بارے میں بحث و مناظرے کی بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ البیرونی نے ہندوؤں کے مذہب و فلسفہ پر جو کتاب لکھی ہے اس کے بارے میں صراحت کر دی ہے کہ وہ بحث و مناظرہ کی کتاب نہیں ہے۔

۳۔ ابوالعباس ایران شہری' ایران شہری تاریخ مذاہب کا مصنف تھا۔ اس کتاب میں اس نے ہندوؤں اور بدھوں کے مذہب سے بھی بحث کی ہے۔ قدیم مسلمان مصنفین (جنھوں نے ہندوستانی تمدن کے بارے میں لکھا ہے) میں ایران شہری وہ واحد منصف ہے جس کے طریقہ تحقیق کو البیرونی نے سراہا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب میں اس نے اصل مآخذ کے علاوہ' ہندوؤں کے مذہب یا تمدن کے بارے میں اگر اور کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے تو وہ ایران شہری کی کتاب ہے۔

پرانے عرب جغرافیہ دانوں نے ایران شہری سے پوری ساسانی قلمرو مراد لی ہے لیکن یہاں ایران شہری سے مراد اس نام کا ایک قصبہ ہے۔

۴۔ زرقان' زرقان کے متعلق البیرونی نے صرف اتنا کہا ہے کہ اس نے بدھ دھرم پر ایک رسالہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیف کیا تھا جسے ایران شہری (نمبر۳) نے اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے۔ البیرونی زرقان کی کتاب کو زیادہ مستند نہیں مانتا تھا لیکن سخاو کا کہنا ہے کہ البیرونی نے اپنی کتاب میں بدھوں کے بارے میں جو تھوڑا بہت لکھا ہے اس کا ماخذ زرقان ہی ہے۔

۵۔ سانکھیا: رشی کپل کا بنا کردہ مکتب فکر جس میں مادہ اور روح کی ثنویت اور دہریت پر زور دیا گیا ہے۔ البیرونی نے اس کا ذکر اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴، ۲۵ پر کیا ہے۔

البیرونی نے سانکھیا کو کپل کی تصنیف شمار کیا ہے۔ اس نے اس کا ترجمہ عربی میں کیا ہے اور اپنی کتاب میں مذہب اور فلسفے کے ذیل میں کثرت سے اس کا حوالہ دیا ہے۔ سخاو نے اس کی شناخت کے ضمن میں سانکھیا پاون چتم' کا حوالہ دیا ہے۔ دی سانکھیا الیفوزم آف کپل) اور دو دیگر تصانیف یعنی ایشور کرشنا (چوتھی صدی عیسوی) کا سانکھیا کاریکارڈ اور گوڈاپاڑا) دیکھئے حاشیہ ۱۷) کی ''بھاشیہ'' کا بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اگرچہ یہ سانکھیا کے مشابہ ہیں لیکن فی الاصل سانکھیا نہیں ہیں۔ یہاں یہ بتا دینا مناسب نہ ہوگا کہ سانکھیا مکتب فکر کی اول الذکر تحریر ششی تانتر از ورشا گنیہ ہے جو پہلی یا دوسری صدی عیسوی سے تعلق رکھتی ہے۔ سانکھیا مکتب فکر کے مطابق نجات دوبارہ جنم لینے والے اور صرف ایک بار پیدا ہونے والے دونوں کو حاصل ہو سکتی ہے جب کہ پورو امما سا اور دیانت کے مطابق یہ صرف دوبارہ جنم لینے والے کو ہی حاصل ہوتی ہے۔

۶۔ پانجلی (پاتنجلی؟) سخاو کے مطابق اصل عربی میں عام طور پر ''باتنجلا'' لکھا ہے (عربی میں ''پ'' نہیں ہے۔ اس لئے پ کی جگہ ب استعمال ہوتا ہے) البیرونی نے صرف ایک جگہ ''صاحب کتاب باتنجل'' لکھا ہے اور یہاں باتنجل سے مراد مصنف نہیں بلکہ خود کتاب ہے جب کہ دو اور جگہوں پر باتنجل

'' لکھا ہے اور یہاں باتنجل سے مراد مصنف نہیں بلکہ خود کتاب ہے جب کہ دو اور جگہوں پر باتنجل مصنف کے نام کے طور پر لکھا گیا ہے۔

اس لئے سخاو نے یہ قیاس کیا ہے کہ غالباً مصنف کے نام کو کتاب کی نشاندہی کے طور پر استعمال کیا گیا ہے' اس لفظ کے بارے میں سخاو نے لکھا ہے کہ البیرونی نے اسے الف ممدودہ کے ساتھ لکھا ہے لیکن ہر جگہ ایسا نہیں ہے۔ اس لئے سخاو نے اسے سنسکرت اصل کے مطابق ''پاتنجلی'' لکھا ہے۔

سانکھیا کی طرح البیرونی نے اس کتاب کا ترجمہ بھی عربی میں کیا تھا اور فلسفہ و مذہب کے ضمن میں اپنی کتاب میں بھی اس کے حوالے دیئے ہیں۔

پاتنجلی 'یگ سوتر' نامی کتاب (چوتھی صدی عیسوی) کا مصنف تھا۔ سخاو کے مطابق البیرونی کی پاتنجلی یوگا) مصنفہ پانجلی) سے قطعاً مختلف اور علیحدہ تصنیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ گیتا، یہ بھارت نامی بڑی کتاب...... کا ایک جزو ہے اور اول الذکر دو کتابوں کی طرح البیرونی نے مذہب وفلسفہ کے ذیل میں اس کا بھی کثرت سے حوالہ دیا ہے۔ یہ بات بھی دیکھنے کی ہے کہ البیرونی نے اسے کتاب بھارت کا ایک جزو کہا ہے لیکن ''مہابھارت'' کا نام نہیں لیا۔

سخاو نے البیرونی کے پیش کردہ متن اور موجودہ بھگود گیتا کے متن کے فرق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ''سخاؤ'' کا خیال ہے کہ البیرونی کا نسخہ زیادہ قدیم اور مکمل تھا۔ سخاو کو حیرت ہے کہ اس نسخہ کی کوئی جلد اب باقی نہیں ہے (دیکھئے نوٹ ۱۲ کا آخری پیراگراف جس میں البیرونی نے استعمال کردہ سنسکرت متنوں پر روشنی ڈالی گئی ہے) سخاو نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ البیرونی نے اصل متن کے بجائے کسی شرح سے استفادہ کیا ہو)۔

۸۔ فرقہ جبریہ...... لفظ جبر سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں مجبور ہونا۔ اس فرقے کے پیرو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے قائل ہیں اور انسان کو اپنے ارادہ وعمل میں بااختیار نہیں مانتے' اس امر میں ان کے عقائد معتزلہ کے برعکس ہیں۔

۹۔ ابوالفتح البوستی...... سلطان محمود اور اس کے بعد اس کے بیٹے سلطان مسعود کے دربار کا ممتاز شاعر جو بوست (افغانستان) کا رہنے والا تھا اور پہلے سامانیوں کے دربار سے وابستہ رہ چکا تھا۔ اس نے ۱۰۳۹ عیسوی میں وفات پائی۔

۱۰۔ بدھودن اور شانی...... سخاو کا یہ قیاس کہ بدھودن اصل میں سدودھن کی تحریف ہے (جو مہاتما بدھ کے باپ تھے) قابل قبول نہیں ہے کیونکہ سیاق وسباق سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا۔ ان کا دوسرا خیال کہ ایران شہری (دیکھئے حاشیہ ۳) کی تصنیف جس سے البیرونی نے استفادہ کیا ہے میں شاید لفظ سدھودن استعمال ہوا تھا (عربی میں دونوں یکساں لکھے جاتے ہیں) اور سدھودن سے مراد سودھودن (سودھودنی) ہے زیادہ قابل قبول ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ایک اور جگہ البیرونی نے خود بھی بدھودن کو سدھودن کا بیٹا لکھا ہے۔ غالباً سخاو کی اس لفظ پر نظر نہیں گئی۔ عربی میں بدھوں کے لئے شانی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ ایک پراکرتی لفظ ''سرمنا'' سے ماخوذ ہے۔ البیرونی نے انہیں محامر یعنی سرخ لباس والے بھی کہا ہے جس سے ظاہر ہے کہ سرخ لبادوں والے بدھ ہی مراد ہوسکتے ہیں۔

۱۱۔ وشنو پران...... یہ میزانوں میں سے ایک ہے (دیکھئے حاشیہ ۱۶) اس کے چھ حصے ہیں جن میں سے پانچ کائنات سے متعلق ہیں۔ چھٹا حصہ جس کو کتاب کا لب لباب کہنا چاہئے نوجوان کرشن کے مشاغل وتفریحات کو بیان کرتا ہے' اس کتاب میں کرشن کو وشنو کی تجسیم تصور کیا گیا ہے۔

۱۲۔ وشنو دھرم...... البیرونی نے اس تصنیف کا ذکر ہندوؤں کے مذہبی ادب کے ذیل میں کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(باب ۱۲) اور کہا ہے کہ اس کے معنی ''خدا کا دین'' ہے۔ یہاں خدا سے مراد نارائن ہے۔ ''سخاؤ'' اس تصنیف کی شناخت نہیں کر سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہنے پر اکتفا کی ہے کہ یہ ایک طرح کا پران ہے جو پرانوں کی طرح حکایات وغیرہ سے پر ہے۔ سخاو نے یہ بھی بتایا کہ البیرونی نے اسے پرانوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا...... انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ البیرونی نے سونک کی جو روایت متعدد جگہ نقل کی ہے وہ غالباً وشنودھرم سے ماخوذ ہے...... ان کا خیال ہے کہ غالباً یہ کتاب وہی ہے جس کا نام وشنودھرماترا پران ہے اور جس میں کہا جاتا ہے کہ برہم گپتا کی برہم سدھانت بھی شامل ہے۔ البیرونی کے پاس اس کتاب کا ایک نسخہ تھا اور سخاو کے خیال کے مطابق کتاب کا یہ نسخہ اصل مکمل کتاب کا ایک حصہ ہے۔

البیرونی نے سنسکرت کے جن متنوں سے استفادہ کیا ہے ان کی ثقاہت کے بارے میں ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر بے گونڈا کا مضمون ''ریمارکس آن البیرونی کوٹیشنز فرام سنسکرت ٹکسٹس'' اے سی وی ص ۱۸-۱۱۱ 'ڈاکٹر گونڈا لکھتے ہیں کہ ان اقتباسات کی صداقت پرانوں کا متن دستیاب ہو جانے کے بعد پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ تصانیف کی شناخت کے سلسلے میں سخاو کے خیالات کی تصدیق بعد کے مصنفین کر چکے ہیں۔

۱۳۔ چار ذاتیں اور انتیاج...... ذات پات کے نظام اور مختلف ذاتوں میں پائے جانے والے رسم و رواج کے متعلق البیرونی کی کتاب کے یہ ابواب (باب LXII, IX اور LXIV) کتاب کا اہم ترین حصہ ہیں۔ قرون وسطیٰ میں جس طرح یہ نظام نافذ العمل تھا اس کا اتنا تفصیلی بیان کسی اور غیر ہندی مصنف نے نہیں کیا ہے۔ بی پی مجمدار (سوشوا کنا مک ہسٹری آف ناردرن انڈیا) ۱۰۳۰ تا ۱۱۹۴ء ۱۹۶۰ء' ص ۷۹ کا خیال ہے کہ البیرونی نے ذات پات کے نظام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ مذہبی کتابوں کے مطابق ہے جبکہ عملاً ایسا نہیں تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ گیارہویں صدی میں ذاتوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بعض مخلوط ذاتیں بھی موجود تھیں۔ البیرونی نے اس وقت کی اصل حالت کا نقشہ بھی کھینچا ہے۔ مثلاً انہوں نے آخر الذکر دو ذاتوں (یعنی ویش اور شودر) کے بارے میں لکھا ہے اگرچہ دونوں ذاتیں بالکل مختلف ہیں لیکن شہروں میں وہ ساتھ ساتھ ایک ہی مکان میں رہتی ہیں' اس سے مختلف ذاتوں کے مابین شادیوں کے چلن کی بھی تصدیق ہوتی ہے' جہاں تک انتیاجوں کا تعلق ہے پروفیسر مجمدار کا کہنا ہے کہ جب ابتدائی سمرتیاں تیار کی گئی تھیں تو اچھوتوں کو انتیاج کہا جاتا تھا لیکن ان کی ذیلی تقسیم میں کچھ اختلاف ہے۔ بعض جگہ ان کی تعداد سات اور بعض جگہ بارہ بتائی گئی ہے۔ البیرونی نے ان کا ذکر شودروں کے بعد کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ان کا شمار ذاتوں میں نہیں ہوتا۔ ان کو ان کے پیشوں سے جوڑا جاتا ہے۔ مثلاً چڑی مار' چمار' نٹ' ٹوکرا ساز' ملاح' مچھیرا' شکاری' جلاہا وغیرہ۔ پروفیسر مجمدار نے ان کے قدیمی ناموں کی نشاندہی کی ہے مثلاً جک' چرم کار' نٹ' برودا' نادیکا' کیوارت' بھیل اور کوونڈک اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے کہ انہیں ابتدائی سمرتیوں میں چنڈال یا انتیاج کہا جاتا ہے۔

۱۴۔ قراملی ...... ایک انتہا پسند منظم فرقہ جو پہلے اسماعیلی تحریک سے منسوب بتایا جاتا ہے اس کی ابتدا کے متعلق یقین سے کچھ نہیں معلوم۔ بہرحال یہ فرقہ رمزیہ تاویل پر زور دیتا تھا اور بعض اشترا کی رجحانات کا حامل تھا۔ اس طبقے کے پیروؤں کو بعض جدید مصنفوں نے ''اسلام کے بالشویک'' کہا ہے۔ یہ لوگ مذہبی رواداری کے قائل تھے اور مزدوروں اور صناعوں کی تنظیموں کے قیام کے قائل تھے اور جائداد اور بیوی کو مشترکہ ملکیت قرار دیتے تھے۔

اس فرقے کا بانی ایک عراقی کسان ہمدان قرمط تھا۔ اسی نسبت سے اس کے پیرو قرامطی یا قرامطہ کہلانے لگے۔ انہوں نے خلیج فارس کے مغربی کنارے پر اپنی حکومت قائم کر لی تھی (۸۹۹ء) جو عیسائیوں کے لئے ایک مستقل دردسر تھی۔ ۹۳۰ء میں انہوں نے مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور حجر اسود کو اپنے ساتھ لے گئے جس کی واپسی ۲۰ سال بعد خلیفہ منصور (۵۲۔۱۹۴۶) کے حکم سے عمل میں آئی۔ بعد میں انہوں نے بالائی سندھ کے بیشتر علاقے پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود نے ان کو شکست دے کر اس علاقے سے ان کا قبضہ ہٹایا۔ البیرونی نے یہاں اسی واقعے کا ذکر کیا ہے۔ محمود کی وفات کے بعد انہوں نے اپنا کھویا ہوا علاقہ دوبارہ حاصل کر لیا۔ ۱۱۷۵ء میں سلطان معزالدین محمد غوری (۱۲۰۶۔۱۱۷۳) نے ان کو شکست دے کر اس علاقے سے نکال دیا۔

۱۵۔ ورہ میہر (ورہ میر) چھٹی صدی عیسوی کا مشہور ہندوستانی منجم اور مشہور کتابوں پنچ سدھانتک اور برہت سمہت کا مصنف۔ البیرونی نے دونوں کتابوں کا کثرت سے حوالہ دیا ہے۔ آخرالذکر کتاب اگرچہ احکام نجوم سے متعلق ہے لیکن اس میں فن تعمیر، صورت گری اور باغبانی کے موضوعات بھی شامل ہیں۔ ایچ کرن نے اس کتاب کو مدون کیا اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے ''ببلیوتھیک انڈیکا'' سلسلے (۱۸۶۴، ۱۸۶۵) میں جرنل آف رایل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کو جلد IV تا VII میں شائع کیا۔

۱۶۔ واسکر وکشمیری ...... جس نے وید کو قلم بند کیا۔ وید دسویں گیارھویں صدی میں قلم بند کئے گئے۔ البیرونی کا اس طرف اشارہ کرنا ایک اہم تحقیقی کارنامہ ہے۔ افسوس کہ واسکر کا لکھا ہوا نسخہ اب موجود نہیں ہے۔

A۱۶۔ پران ...... پرانا کے معنی قدیم کے ہیں۔ ایک ادبی صنف ہونے کے ناتے یہ قدیم مذہبی نظمیں ہیں اور ان میں حکایات اور مذہبی ہدایات شامل ہیں۔ اصل میں یہ کتاب مبادیات تھیں جیسا کہ ان میں سے پانچ ناموں سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً تخلیق، بار تخلیق (دیوتاؤں اور رشیوں کے نسب نامے) چار زمانے (یُگ) اور راجاؤں کے نسب نامے۔ اے۔ ایل۔ باشم (دی ونڈر ڈیٹ واز انڈیا) کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق اپنی موجودہ شکل میں یہ گپتا زمانے سے آگے نہیں جاتے۔(۳۲۰ـ۵۴۰ عیسوی)......لیکن ان میں جو روایات مذکور ہیں وہ بے حد قدیم ہیں۔

البیرونی نے ۱۸ پرانوں کے ناموں کی فہرست بھی دی ہے جو کہ اس نے سن کر لکھ لئے تھے۔اس نے ایک اور کسی حد تک مختلف فہرست بھی دی ہے۔اس فہرست میں بھی ۱۸ نام ہیں۔یہ فہرست البیرونی کو وشنو پران سے پڑھ کر سنائی گئی تھی۔البیرونی نے مزید لکھا ہے کہ ان پرانوں میں سے صرف ناتیہ' آدتیہ اور وایو پرانوں کے اجزاء ہی اس نے دیکھے ہیں۔

۱۷۔سمرتی......سمرتی (یادداشت) بھی مذہبی ادب ہی کی ایک قسم ہے جو قوانین کی کتابوں پر مشتمل ہے۔ان میں سب سے مشہور منو سمرتی ہے(منو کی کتاب قانون) جس کی تکمیل دوسری صدی عیسوی میں ہوئی۔البیرونی نے سمرتی کا ذکر ایک الگ کتاب کی حیثیت سے کیا ہے جس میں اوامر ونواہی مذکور ہیں۔

بہر حال البیرونی نے سمرتی کتابوں کی جو فہرست دی ہے وہ بہت اہم ہے کیونکہ اس میں چند چھوٹی سمرتیوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔مثلاً آتری'نرتیا اور دکشا۔اس سے ہمیں ان سمرتیوں کی ترتیب کا زمانہ معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے۔البیرونی نے لکھیتا اور سنکھا......کو دو الگ کتابیں شمار کیا ہے حالانکہ وہ ایک ہی ہے یعنی''سنکھا لکھتیا''

۱۷الف: گووارشی......البیرونی نے انہیں شنکرا چاریہ کے پیش رو گوڈا پاڑا کی حیثیت سے نہیں پیش کیا ہے لیکن سخاو کا خیال ہے کہ وہ گوڈا پاڑا ہی تھے۔حیرت ہے کہ البیرونی نے شنکرا چاریہ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے

۱۸۔نیایہ بھاس از کپل......سخاو کا کہنا ہے کہ وہ اس لفظ کی کتابت کے بارے میں مطمئن نہیں ہیں۔ عربی میں اسے''نیائے بھاش'' لکھا گیا ہے۔سخاو کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کتاب کے مشمولات کا گوتم کے فلسفہ نیائے سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ جیمنی کے مماسا فلسفے سے تعلق رکھتے ہیں جن کا نام تھوڑا ہی آگے چل کر مذکور ہے۔نیائے ہندو فلسفے کے چھ روایتی مکاتب فکر میں سے ایک ہے اور ان کی کلیدی کتاب ''نیائے سوتر'' ہے جو اکش پاڑا گوتم (چوتھی صدی عیسوی) کی تصنیف ہے۔اس کی شرح سولہویں صدی میں لکھی گئی اور نیائے بھاسیہ کے نام سے منسوب ہے۔اس شرح کے مصنف کا نام معلوم نہیں لیکن البیرونی نے کپل کو اس شرح کا مصنف کہا ہے۔

۱۹۔مماسا......(تحقیق) رشی جیمنی کا قائم کیا ہوا دبستان فکر۔اس دبستان کے مفکرین وید کو قدیم اور کلام الٰہی مانتے تھے اور ان کا اصل مقصد وید کی اسی نقطہ نظر سے تفسیر وتشریح کرنا تھا۔اس دبستان فکر کے دو ذیلی مکاتب بھی ہیں۔ایک پورومماسا جس نے ویدک رسومات کو بیان کیا ہے اور دوسرا ترمماسا' جس کا موضوع ویدک معتقدات کو بیان کرنا ہے۔البیرونی کی مراد یہاں اول الذکر سے ہے۔جیمنی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب پورومما سا سوتر چوتھی۔ پانچویں صدی کی تصنیف ہے۔

۲۰۔ کتاب ''لوکایت'' ...... سخاو نے لکھا ہے کہ لوکایت مکتب فکر کی بنیاد برہسپتی نے ڈالی تھی جو کتاب ''برہم پتیا سوترم'' کا مصنف تھا۔ اس کے پیرو مادی مفکر تھے جو کسی ہستی کے قائل نہیں تھے کہ محسوسات ہی کے ذریعے علم کا حصول یا کسی بات کو ثابت کرنا ممکن ہے۔ البیرونی نے ''لوکایت'' کا ذکر ایک کتاب کی حیثیت سے کیا ہے جو اس کتاب کی فکر سے تعلق رکھنے والے کسی مصنف نے لکھی تھی۔

۲۰الف: کتاب اگستیہ مت ...... دو کتابوں کے ناموں کے پہلے جزو میں آگستیہ؟ آتا ہے اول الذکر کا نام ''آگستیہ سوتی وشنا سمواد'' ہے جو بھگتی اسکول کے رامایت فرقے کے کسی شخص نے چھٹی اور دسویں صدی عیسوی کے درمیان لکھی ہے۔ دوسری کتاب کا نام اگستیہ سوتر جو دیوی بھگوتی کے ساتھ ساکتہ اسکول کی بنیادی کتاب شمار ہوتی ہے۔ یہ لوگ ''دیوی'' پوجا کے قائل تھے۔ یہ کتاب قرون وسطیٰ کے ابتدائی زمانے کے آخری حصے میں لکھی گئی۔ یہ واضح نہیں کہ البیرونی نے مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں سے کس کا ذکر کیا ہے۔

۲۱۔ پاننی ...... چوتھی صدی ق م کے مشہور ہندوستانی ماہر قواعد کا نام جس نے سنسکرت کی مشہور قواعد ''اشٹ ادھیائے'' (آٹھ مقالے) تصنیف کی۔

۲۲۔ ابوالاسود الدولی ...... عربی صرف ونحو کا موجد تھا۔ ۶۸۱ھ میں موت پائی۔

۲۳۔ سند ہند ...... البیرونی کہتا ہے کہ ہندو نجوم کی ہر کتاب کو ''سدھانت'' کہتے ہیں۔ الفزاری نے خلیفہ منصور (۷۵۔۷۵۴ء) کے حکم سے ان میں سے ایک کتاب کا یعنی برہم گپتا (حاشیہ ۲۵) کی برہم سدھانت کا سند ہند کے نام سے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ عرب سب سے پہلے ہندوستانیوں کے علم نجوم سے اسی ترجمے کے ذریعے واقف ہوئے۔

۲۴۔ پولس اور پلس البیرونی نے یہ دونوں نام دو مختلف شخصوں کے لئے استعمال کئے ہیں۔ اول الذ یونانی اور ''پولس سدھانت'' کا منصف تھا۔

۲۵۔ برہم گپتا ...... ساتویں صدی عیسوی کا مشہور ہندوستانی منجم اور ہندسہ داں، البیرونی نے اس کی مشہور کتاب ''برہم سدھانت'' کے بعض اجزا کا عربی میں ترجمہ کیا تھا ...... البیرونی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷، ۳۷ پر اس کے موضوعات کو بیان کیا ہے۔ بیرونی نے اس کی دوسری کتاب ''کھانڈ کھڈ ایک'' کا بھی ذکر کیا ہے جو عربوں میں ارکند' کے نام سے متعارف ہے۔ اس کتاب کی شرح موسوم بہ ''کھانڈا کھڈا ا یک ٹپا'' کو البیرونی نے غلطی سے بھل بھدر کی تصنیف سمجھ لیا ہے۔ البیرونی نے یہاں یہ بھی بتایا ہے کہ اس نے سیا دبل کشمیری کی فرمائش پر اسے ایک کتاب لکھ کر دی تھی جس کا نام ''عربی کھانڈ کھڈ ایک'' تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البیرونی نے برہم گپتا کے علم وفضل کی وسعت اور اس کی غیر معمولی ذہانت کی تعریف کی ہے لیکن اس بات پر شدید نکتہ چینی کی ہے کہ اس نے بعض امور میں مذہبی رہنماؤں کی خوشنودی کے لئے جان بوجھ کر علمی حقائق سے روگردانی کی ہے۔ البیرونی کا خیال ہے کہ شاید اس نے حالات سے مجبور ہو کر اور یونان کے سقراط جیسے حشر سے بچنے کے لئے ایسا کیا تھا۔ برہم گپتا نے ممتاز ہندوستانی ماہر ہیئت آریہ بھٹ (حاشیہ ۲۶) کی شان میں جو گستاخی کی ہے البیرونی نے اس بات پر اس کی سخت مذمت کی ہے۔

۲۶۔ آریہ بھٹ...... پانچویں صدی عیسوی کا مشہور منجم اور ہندسہ دان۔ سب سے پہلے اسی نے ہندسے کو ایک مستقل علم کی حیثیت دی اور حساب کے اعشاری نظام کو ایجاد کیا۔ یہ اس کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ اس کی مشہور کتاب آریہ بھٹ ۴۹۹ عیسوی میں تصنیف ہوئی۔ ایچ کرن نے اسے مدون کیا اور اس کی شرح بھی لکھی اور ۱۸۷۴ء میں اسے لیڈن سے شائع کیا۔ حال ہی میں پنڈت بلدیو مشرا نے اس کی شرح سنسکرت اور ہندی دونوں زبانوں میں لکھی تھی جسے بہار ریسرچ سوسائٹی پٹنہ نے ۱۹۶۶ء میں شائع کیا۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ آریہ بھٹ کی کتاب اس کی نظر سے نہیں گزری البتہ برہم گپتا نے اس کے جو اقتباسات نقل کئے ہیں انہیں دیکھا ہے۔

آریہ بھٹ کا کہنا تھا کہ زمین ایک کرہ ہے اور اپنے محور پر گردش کر رہی ہے۔ اس نے گرہن کے بارے میں روایتی عقائد پر بھی نکتہ چینی کی ہے اور کہا ہے کہ چاند گرہن اس وقت ہوتا ہے جب چاند زمین کے سائے میں داخل ہو جاتا ہے اور سورج گرہن اس وقت ہوتا ہے جب چاند سورج کو ڈھک لیتا ہے اور اسے ہماری نظروں سے چھپا لیتا ہے۔ برہم گپتا نے آریہ بھٹ کے ان عقائد پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔

البیرونی نے آریہ بھٹ نام کے دو اشخاص کا ذکر کیا ہے۔ آریہ بھٹ کبیر اور آریہ بھٹ کسم پورا (جو آریہ بھٹ کبیر کا ہم خیال ہے...... آریہ بھٹ کسم پور الثف نامی کتاب کا مصنف تھا۔ اس نے ایک اور کتاب بھی لکھی تھی جس کی شرح بل بھدر نے لکھی تھی۔

۲۷۔ چرک...... مصنف' چرک سمہت' کشن راجا کنشک کا درباری طبیب تھا (پہلی صدی عیسوی) ہندوستان کا قدیم فن طب اسی کتاب پر مبنی ہے اور یہ ہندوستان کی سب سے پہلی طبی کتاب ہے۔ البیرونی نے اس کتاب کے عربی ترجمے کا حوالہ دیا ہے اور اس کے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں۔ یہ ترجمہ برمکی خاندان...... کے کسی امیر کی فرمائش پر کیا گیا تھا۔

۲۸۔ برامکہ...... خلیفہ منصور کا با اثر وزیر خالد ابن برمک کا خاندان' خالد' بلخ کی ایک بدھ خانقاہ کے مجاور اعلیٰ (برمک) کا بیٹا تھا۔ منصور اور مہدی (۷۷۵۔۸۴) کے عہد حکومت میں برامکہ علماء کی بہت قدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے اوران کے عہد اقتدار میں عباسی دربار میں ایرانی اور ہندوستانی تہذیبی اثرات کو نمایاں ترقی حاصل ہوئی۔

۲۹۔کلیلہ ودمنہ......ایک سنسکرت کتاب کے فارسی ترجمے کا عربی ترجمہ۔سنسکرت اصل اور فارسی ترجمہ دونوں اب نایاب ہیں۔ابن المقفع (متوفی ۷۵۷) کے عربی ترجمے سے اس کتاب کے متعدد زبانوں میں ترجمے ہوئے۔یہ کتاب شہزادوں کے اخلاق وسیاست کی تعلیم دینے کے لئے لکھی گئی حکایات پر مشتمل ہے۔

نایاب سنسکرت متن کے کچھ اجزا پنچ تنتر میں موجود ہیں جن میں یہی حکایات زیادہ تفصیل سے بیان کی گئی۔

۳۰۔عبداللہ ابن المقفع ..... یہ ایک زرتشتی (آتش پرست) تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔اسے ۷۵۷ میں ملحد ہو جانے کے نتیجے میں جلا دیا گیا تھا۔

۱۳۰ے:ادون پور یعنی پورودیس......یہ غالباً اودنت پوری ہے جو قرون وسطیٰ کے بہار (۱۲۰۰۔۶۰۰) کی چار مشہور یونیورسٹیوں میں سے ایک تھی۔اس کا قیام ۷۲۵ کے آس پاس عمل میں آیا تھا اور موجودہ نالندہ ضلع کے مقام بہار شریف کے باہر کی پہاڑیوں پر واقع تھی۔ملاحظہ کیجئے یوگیندر مشرا کی ''دی اودنت پوری دہار'' راما کرشنار یویوجرنل کا سالنامہ ۱۹۸۴ص ۱۱۴۔۹۳ یہ درسگاہ ''نالندہ وہار'' کی زیادہ مشہور درسگاہ سے مختلف تھی جو کسی قریبی مقام پر واقع تھی۔

۳۱۔قنوج اور باڑی......مشہور راج دھانی قنوج کی تباہی اور راج دھانی باڑی شہر کی منتقلی کے بارے میں البیرونی کا یہ بیان بڑی اہمیت کا حامل ہے۔راجدھانی کی منتقلی، قنوج پر محمود کے حملے (۱۰۱۸) سے کچھ پہلے عمل میں آئی تھی۔آر ایس ترپاٹھی نے اپنی کتاب تاریخ قنوج کی اشاعت ۱۹۶۴ء کے صفحہ ۲۸۴ پر اس بات کا ذکر کیا ہے لیکن اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔پروفیسر وائی مشرا نے اپنی کتاب ''پنجاب اور افغانستان کے ہندو بادشاہ'' (۸۶۵۔۱۰۲۶) مطبوعہ پٹنہ ۱۹۷۲ کے ص ۱۴۷ پر لکھا ہے کہ باڑی (جسے انہوں نے وری لکھا ہے) لکھندری کے پرتی ہار راجا کی خیمہ بستی تھی اور محمود کے ہاتھوں تاراج ہونے کے بعد اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا تھا۔یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ البیرونی نے جس نے یہ کتاب محمود کے حملے) کے تقریباً بارہ سال لکھی تھی۔باڑی کو شہر کہا ہے۔

۳۲۔فرسخ......فاصلے کی مقدار جو ۴ میل کے برابر ہوتی ہے۔

۳۳۔یعقوب اور الفزاری یعقوب ابن طارق اور محمد بن ابراہیم الفزاری اولین مسلمان منجم تھے جنہوں نے ہندوؤں کے نجوم کو اسلامی دنیا میں متعارف کرایا۔اول الذکر کا زمانہ آٹھویں صدی کا نصف ثانی تھا۔انہوں نے نجوم اور ہندسی جغرافیہ کے موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا حوالہ البیرونی نے دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ البیرونی نے منصف کے بعض سنسکرت الفاظ کے غلط ترجمے اور بعض نظریات کو غلط سمجھنے پر نکتہ چینی کی ہے۔ الفزاری نے برہم سدھانت (حاشیہ ۶۵) کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ سخاو کا کہنا ہے کہ الفزاری نے برہم گپتا کی ایک اور کتاب "کھانڈ کھڈا یک" کا بھی ترجمہ کیا تھا جو عربوں میں "آرکند" کے نام سے متعارف تھا۔

۳۴۔ رام اور رامائن..... سی بلکے نے البیرونی اور رام کتھا' اے سی وی' میں لکھا ہے کہ اگرچہ البیرونی نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے متعلق اپنی کتاب کے باب (۱۲) میں رامائن کا ذکر نہیں کیا لیکن جابجا اس نے رام اور رامائن کے قصے کا ذکر کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس عظیم رزمیے کے مندرجات سے بخوبی واقف تھا۔

۳۵۔ محمد ابن زکریا رازی (صفحہ ۱۴۴) ابوبکر محمد ابن زکریا رازی (۹۲۵۔۸۶۵) بغداد کے شاہی شفاخانے کے طبیب اعلیٰ اور طب کے متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی سب سے مشہور تصنیف "الحاوی" ہے۔

۳۶۔ برہم راجا سامند..... بھیم پال (صفحہ ۹۳۔۱۹۲) سخاو نے اس کتاب کے باب ۴۹ میں مشمولات کی عدم یکسانیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کا شروع کا حصہ وشنودھرم سے ماخوذ ہے (دیکھئے حاشیہ ۱۲) لیکن بعد کے حصے کے سلسلے میں (جو کابل کے بادشاہوں کے خاندان سے متعلق تھے) البیرونی نے کسی تحریری ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ یہ البیرونی کے عام معمول کے خلاف ہے اگر اس نے کسی ماخذ سے استفادہ کیا ہوتا تو اس کا حوالہ ضرور دیتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ زبانی اطلاعات پر انحصار کرتا ہے اور اس زمانے کے شمال مغربی ہندوستان کے تعلیم یافتہ ہندوؤں میں رائج روایات سے ماخوذ ہے۔ البیرونی نے اکثر اس قسم کی روایات کے غیر معتبر ہونے کی طرف اشارے کئے ہیں اور اس حصہ کے بارے میں اس نے خاص طور پر یہ بات کہی ہے کہ اس کے واقعات کی ثقاہت مشتبہ ہے۔ اس لئے اس بات کی کمزوری کی ذمے داری البیرونی سے زیادہ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اسے یہ معلومات فراہم کی تھیں۔

ہندو شاہوں پر جدید ترین معلومات کے لئے دیکھیے یوگیندر مشرا کی کتاب (دی ہندو شاہیز آف افغانستان اینڈ پنجاب) ۸۶۴ تا ۱۰۲۶ عیسوی پٹنہ ۱۹۷۲۔ پروفیسر مشرا نے البیرونی کی فہرست کو صحیح قرار دیا ہے لیکن یہ کہا ہے کہ یہ شاہ برہمن نہیں چھتری تھے۔

۳۷۔ گھوڑی کو آزادانہ گھومنے دیا جاتا ہے..... تمام مستند ماخذ میں لکھا ہے کہ اس مقصد کے لئے گھوڑا استعمال ہوتا تھا لیکن البیرونی نے گھوڑی لکھا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۸۔ یہ اطلاع نہایت دلچسپ ہے ایسے لوگوں کی تعداد خاطر خواہ ہوگی جبھی تو ان کے بارے میں قانون وارثت میں تصریح موجود ہے۔

۳۹۔ ایک بڑا درخت پریاگ نامی ہے..... اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وٹا نسل کا ایک پیڑ گنگا اور جمنا کے سنگم پریاگ میں موجود تھا اور جس کو پریاگ ورکش یا عبادت کا درخت کہا جاتا تھا۔

۴۰۔ ہندو تہوار..... سخاو نے ہندو تہواروں سے متعلق حصے کا مقابلہ ایچ ایچ ولسن کے مضمون (دی ریلیجس فیسٹیولز آف ہندوز) مشمولہ ایسیز اینڈ لیکچرس) جلد II سے کیا ہے اور کہا ہے کہ اب اس کا فارسی ترجمہ ابوسعید عبدالحیٔ گردیزی کی کتاب میں شامل ہے' مخطوطہ ملکیت بوڈلین لائبریری۔

یہاں یہ بتا دینا نامناسب نہ ہوگا کہ گردیزی زین الملت عبدالرشید بن سلطان محمود (۵۲-۱۰۴۹) کے معاصر تھے اور اپنی کتاب "زین الاخبار" اسی کے نام معتون کی تھی۔ یہ کتاب ایران کے قدیم سلاطین ابتدائی اسلامی تاریخ' مختلف سلطنتوں کے ادوار اور یہودیوں' عیسائیوں' زرتشتیوں اور ہندوؤں کے تہواروں پر مشتمل ہے۔ آخر الذکر حصہ جیسا کہ سخاو نے لکھا ہے البیرونی کے باب کا ترجمہ کردہ ہے۔ بارتھولڈ نے خراسان کی تاریخ کے سلسلے میں زین الاخبار کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوستان سے متعلق اس کتاب کا حصہ کل کا کل عربی آماخذ سے لیا گیا ہے لیکن بعض مقامات پر ترجمہ صحیح نہیں کیا گیا۔

بوڈلین لائبریری (آکسفورڈ) میں اس کا جو نسخہ موجود ہے وہ کیمرج نسخہ پر مبنی ہے۔

۴۱۔ مہانومی خواہر مہادیو..... مہانومی دیوی بھگوتی دیوی ہی ہے جس کا تہوار آٹھویں اسوایوج کو منایا جاتا ہے لیکن اسے مہادیو کی بہن کہنا غلط ہے' وہ مہادیو کی بیوی تھی یہ تہوار آج کل کے درگا پوجا جیسا ہوتا تھا اس موقع پر بکرے کی قربانی دیئے جانے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۴۲۔ بعض رسوم مثلاً تیری پکش اور بعض تہواروں مثلاً دیوالی اور رشیوارتری کی تاریخوں کے سلسلے میں قاری کے ذہن میں بعض شبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس حصے کی بہتر تفہیم کے لئے دیکھئے بی بی مزمدار کی (دی سوشو اکنامک ہسٹری آف نارورن انڈیا صفحات ۲۷۴ تا ۳۱۵۔ مزمدار نے ہندو تہواروں کی تفصیل دی ہے اور البیرونی کے بیانات کی تصدیق ہندو آماخذ سے کی ہے۔ بعض تہواروں کے منانے کے ڈھنگ' تاریخوں یا دیوی دیوتاؤں سے منسوب ہونے کے بارے میں پائے جانے والے اختلافات کے بارے میں پروفیسر مزمدار نے کہا ہے کہ یہ تبدیلیاں استداد زمانہ سے ہوئی ہیں۔ نیز بعض تہوار موجودہ زمانے میں منائے جاتے ہیں ۱۲ ویں صدی تک شمالی ہند میں نہیں منائے جاتے تھے۔

اس سلسلے میں بعض تہواروں کی جنتری (جو ذیل میں دی جاتی ہے) کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الف) پتری پکش؛ سال کے مختلف مہینوں کا حساب لگانے کے دو طریقے (ا) نئے چاند سے اماوس تک جسے ''امنت'' کہا جاتا ہے اور (اا) پورے چاند سے پورے چاند تک جو ''پرنمانت'' کہلاتا ہے۔ ''شکل پکش'' یعنی نصف روشن مہینہ دونوں طریقوں میں مشترک ہے۔ البیرونی کے مطابق یہ تہوار اس وقت منایا جاتا ہے جب چاند دسویں برج یعنی ماگھ میں ہوتا ہے۔ البیرونی نے کہا ہے کہ ماگھ کے برج میں چاند کا داخلہ نئے چاند کے ظہور کے وقت ہوتا ہے۔ پرنمانت کے طریقے کی رُو سے البیرونی کا مذکورہ بھادر پدا سون (اسوایوج) کو بھی محیط ہوگا اور یہی وقت ہے جب یہ تہوار منایا جاتا ہے۔

(ب) دیپالی۔ البیرونی نے کہا ہے کہ یہ تہوار پہلی کارتک یعنی نیا چاند نکلنے کے دن منایا جاتا ہے۔ اہل۔ ڈی۔ ایس پلے (انڈین ایفی میرس) کے مطابق چاند کے مہینے کے تیس تتھیوں (یعنی ایک ہی طول کے دنوں) میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلی پندرہ تتھیاں (یعنی روشن دن) شکل پکش کہلاتے ہیں اور باقی پندرہ کرشن پکش کہلاتی ہیں۔ آخری یعنی تیسویں تتھی نئے چاند یا اماوسیہ یا جس ماہ کے اختتام پذیر واقع ہوتی ہے اس کے نام سے موسوم کی جاتی ہے اور بعض دفعہ آنے والے ماہ کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ مزید برآں نیا چاند یا اماوسیہ کی ایک خاص گھڑی ہوتی ہے نہ کہ کوئی خاص دن یا تاریخ اور اس وقت نئے چاند کا آسمان پر ظاہر ہونا ضروری نہیں۔

(ج) ڈھولا (ڈولا) اور شوراتری...... ڈولا تہوار فی الاصل موجودہ ہولی کا تہوار ہے جیسا کہ اس کی تاریخ (۱۵ پھاگن) اور منانے کے طریقے سے ظاہر ہوتا ہے۔

شوراتری کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ اس کی اگلی رات (یعنی ۱۶ پھاگن) کو ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ایک مہا شوراتری بھی ہوتی ہے جو ہولی یا ڈولا سے ۱۶ دن پہلے سال میں ایک بار منائی جاتی ہے۔ پنچانگ کے مطابق ہر مہینے کی تیرہویں تاریخ کو شوراتری ہوتی ہے۔ البیرونی نے مہا شوراتری کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ شوارتر کا ذکر کیا ہے جو غالباً ماہانہ شوراتری ہے۔ تاریخ کا اختلاف یعنی 13 اور 16 بہر حال موجود اور اس کی وجہ غالباً کتابت کی غلطی ہے۔

ایک اور اختلاف بھی قابل غور ہے۔ البیرونی نے تہواروں کا ذکر مہینے وار کیا ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ مہینے ترتیب وار لکھے گئے ہیں لیکن ایسا صرف ایک جگہ ہے یعنی ساونجوا سوایوج کے بعد آتا ہے بھادر پد کے بعد نہیں۔

۴۳۔ سیاوَبل (؟)...... سخاو نے لکھا ہے کہ سیاوَبل (عربی میں سیاوَبال لکھا ہے) غالباً کشمیری ہندو تھا جس نے اسلام قبول کر لیا تھا' یہ بات صحیح ہو یا نہ ہو اہم بات یہ ہے کہ ہندوستان کے سرحدی علاقوں خصوصاً غربی سرحد پر ایسے ہندوستانی موجود تھے جو عربی کتابیں پڑھ سکتے تھے اور ان سے کچھ سیکھنے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش کرتے تھے۔

کتاب میں ایک جگہ البیرونی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے ہندوؤں کے لئے مجسطی اور اقلیدس کا ترجمہ کیا تھا اور اسطرلاب کے تیار کرنے سے متعلق ایک رسالہ بھی لکھ کر دیا تھا۔ یہ بات خاصی اہم ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت بھی البیرونی کی کتابوں کو پڑھنے والے ہندوستانی موجود تھے۔ ابھی اس مسئلہ کی طرف پوری طرح توجہ نہیں دی گئی ہے

LIBRARY
University of Veterinary & Animal Sciences
Lahore.
Date...................
Accession No. 21388
Class No..............................

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہیر الدین محمد بابر

سولہویں صدی کے ہندوستان کا معمار

University & Veterinary & Animal Sciences
LIBRARY
★ LAHORE ★

مصنف

ایل۔ ایف۔ رش بروک ولیمز

مترجم ڈاکٹر زرفعت بلگرامی

قیمت: 180

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

یو پبلشرز

5-یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔

فون: 042-7241778 - 0333-4394686

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری دیگر کتابیں

انقلاب فرانس	جے۔ ایم تھامپسن
انقلاب روس	محمد مسعود جوہر
تاریخ سکھ راج	بلونت سنگھ
تاریخ فرعون	خواجہ حسن نظامی
احوال عالم اور جنرل مشرف	عبداللہ ملک
محمد ظہیر الدین بابر	بروک ولیمز
نامور مغل شہزادیاں	طلحہ علی
سیاسی لیڈروں کا قتل	مرتضیٰ انجم
عظیم سیاستدان	مرتضیٰ انجم

یو پبلشرز

5۔یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور: 7241778

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ